الانتہاء
فی
اثبات کون نبینا خاتم الانبیاء
ختم نبوت اور رد قادیانیت کے تمام پہلوؤں
کا احاطہ کرنے والی انتہائی کتاب
انشاء اللہ : تجد فیہ ما لا یوجد فی غیرہ
پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی
دامت برکاتہم العالیہ
رحمۃ للعالمین پبلیکیشنز
بشیر کالونی سرگودھا
WWW.Islamtheworldreligion.com 0301-3057570, 048-3215204-5

الانتہاء

فی

اثبات خاتمیۃ نبینا سید الانبیاء

ختم نبوت اور رد قادیانیت کے تمام پہلوؤں
کا احاطہ کرنے والی انتہائی کتاب

انشاء اللہ : تجد فیہ ما لا یوجد فی غیرہ

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

رحمۃ للعالمین پبلیکیشنز بشیر کالونی سرگودھا
WWW.Islamtheworldreligion.com 0301-3057570, 048-3215204-5

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضابطہ

نام کتاب : اَلۡاِنۡتِہَاءُ فِیۡ اِثۡبَاتِ کَوۡنِ نَبِیِّنَا آخِرَ الۡاَنۡبِیَآءِ

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر
پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

کمپوزنگ : طارق سعید قادری - محمد کاشف سلیم قادری

صفحات : 216

بارِاول 1434ھ : تعداد-1,100

ناشر : مکتبہ رحمۃ للعالمین مین روڈ بشیر کالونی سرگودھا

پرنٹر :

قیمت : .... روپے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

-- فہرستِ مضامین --

☆......☆......☆

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ عَلٰی آلِہٖ الطَّیِّبِیۡنَ وَ اَصۡحَابِہٖ الۡمَھۡدِیِّیۡنَ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ الۡمُحَقِّقِیۡنَ وَ اَوۡلِیَآءِ مِلَّتِہٖ الۡوَاصِلِیۡنَ وَ عَلَیۡنَا مَعَھُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ، اَمَّا بَعۡدُ

مذاہبِ عالم کا وسیع مطالعہ اور ادیانِ باطلہ کی تردید علماءِ اسلام کے لیے فرض کفایہ ہے اور قادیانیت کی تردید پر خصوصی توجہ دینا اور پوری دنیا میں ان کے خلاف نمایاں ترین کردار ادا کرنا پاک وہند کے مسلمانوں کی خصوصی ذمہ داری ہے اس لیے کہ قادیانیت یہیں کی پیداوار ہے ، ان کا اکثر اور بنیادی لٹریچر اردو میں ہی ہے اور یہاں کے لوگوں سے بڑھ کر اس فتنے کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

اسی لیے پوری دنیا کے علماء پر لازم ہے کہ اس مسئلہ میں پاک وہند کے علماء اسلام سے معلومات حاصل کریں۔ناقص اطلاعات کی فراہمی اور اس موضوع پر قلتِ مطالعہ وقلتِ معلومات کے ساتھ اگر کسی بیرونی شخصیت یا ادارے کو بے جا اعتدال کے سانپ نے ڈس لیا ہو تو ان کا کوئی نادانی کا فیصلہ یا فتویٰ قادیانیت سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ قادیانی ملحد پہلے ہی بظاہر قرآن وسنت کو استعمال کر کے جدال کرتے ہیں اور یہ دوسرا آستین کا سانپ جس نے اعلیٰ ظرفی کے بہانے کسی کافر کو بھی کافر نہ کہنے کا تہیہ کر رکھا ہو علماءِ حق اور خدامِ دین وملت کے لیے ایک نئی پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔

اس قسم کی ذلت کا شکار ہونے والے لوگوں کا سختی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ایسے لوگ ہماری نظروں سے گر جائیں اور انکی اوقات ختم کر کے رکھ دی جائے خواہ ان کا تعلق مصر کے بہت بڑے جامعہ سے ہی کیوں نہ ہو

۔انتہا یہ ہے کہ اب تو یہودی و نصاری کو بھی ایک مشن کے تحت کفار میں شامل کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے اور مغرب میں یہ تحریک چلائی جا رہی ہے، ہم نے اس پر تفصیل The Religious other نامی کتاب میں پڑھی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تَکْذِیْبُ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَ اَھْلِ الْمِلَلِ کُلِّھِمْ مِنَ الْمَجُوسِ وَ عَبَدَۃِ الْاَوْثَانِ وَ غَیْرِھِمْ ، فَتَکْفِیْرُھُمْ مَنْصُوصٌ عَلَیْہِ فِی الْکِتَابِ وَ مُجْمَعٌ عَلَیْہِ بَیْنَ الْاُمَّۃِ ، وَ ھُوَ اَصْلٌ وَمَا عَدَاہُ کَالْمُلْحِقِ بِہٖ یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوس، بت پرست وغیرہ تمام ملتوں کی تکذیب ضروری ہے۔ان سب کی تکفیر، قرآن شریف میں منصوص ہے اور پوری امت کے درمیان متفقہ طور پر مسلم ہے۔یہ ہے کسی کو کافر سمجھنے کی بنیاد جبکہ انکے علاوہ کسی کی تکفیر کرنا اسی اصول اور قاعدے کے مطابق ہوگا (الاقتصاد فی الاعتقاد جلد ا صفحہ ۸۰)۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ قادیانیت سمیت تمام ادیانِ باطلہ کی تردید کی طرف توجہ دیں، اس بارے میں ذمہ داری کا احساس ہونا ضروری ہے۔دینی غیرت اور حمیّت ہمیں اس کام پر آمادہ کرے۔ہم اس لیے ختم نبوت کانفرس نہ رکھیں کہ فلاں شخص یا طبقے نے ختم نبوت کانفرنس رکھی ہے اب تو میں بھی رکھوں گا۔ یہ سوچ نہایت خطرناک، اخلاص سے کھوکھلی اور محدود سوچ کی آئینہ دار ہے۔حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلْفٍ عُدُوْلُہٗ ، یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ یعنی اس علم کی ذمہ داری ہر بعد میں آنے والے زمانے کے بہترین لوگ اٹھائیں گے، وہ اس میں سے غالیوں کی تحریف، تخریب کاروں کی موڑ توڑ اور جاہلوں کی ہیرا پھیری کی نفی کر کے دکھا دیں گے (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/۲۰۹)۔ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ

پھر اگر ہم ختم نبوت کانفرنس منعقد کریں تو لازم ہے کہ ختم نبوت کے موضوع پر مہارت رکھنے والے علماء سے خطابات کروائیں اور وہاں غیر متعلقہ گفتگو اور صرف سیاسی اور تحریکی مقاصد کے حصول کی بجائے واقعی ختم نبوت کے موضوع کا حق ادا کریں۔ یاد رکھو! جب تک ہم اپنی اس روش کی اصلاح نہیں کریں گے ہم قادیانیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ الٹا قادیانیوں کو خوش کر کے رکھ دیں گے اور اس قسم کی بے فائدہ کانفرنسوں کا انعقاد جاری رہنے کے لیے قادیانی دعا گو رہیں گے۔

اللہ کریم جل شانہ ہمیں دین کی غیرت اور احساسِ ذمہ داری کی دولت سے سرفراز فرمائے اور علم کے ساتھ حکمت اور دماغ کے ساتھ عقل کے زیور سے آراستہ فرمائے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمَ

فقیر غلام رسول قاسمی

پہلا باب:

ختم نبوت

ختم نبوت پر قرآنی آیات

حضور سید المرسلین ﷺ کا آخری نبی ہونا نہایت بے غبار اور واضح مسئلہ ہے جو قرآن وسنت سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک پوری امت اس پر متفق چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱)۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہاں مگر اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (احزاب: ۴۰)۔

تفسیر: حضرت زید بن حارث ؓ کو نبی کریم ﷺ کا مُنہ بولا بیٹا سمجھ کر زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مُنہ بولا بیٹا بنانے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ یعنی اللہ نے تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے مُنہ کی باتیں ہیں۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ یعنی انہیں ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو (احزاب: ۴،۵)۔

جب حضرت زید ؓ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اس مسئلے کی وضاحت کیلئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح فرمائیں۔ اس نکاح کا ذکر زَوَّجْنٰكَهَا (احزاب: ۳۷) میں موجود ہے۔ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت ختم نبوت نازل ہوئی۔

اس آیت کے چار حصے ہیں۔ (۱)۔ محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں۔ (۲)۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (۳)۔ وہ آخری نبی ہیں۔ (۴)۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

پہلے حصے میں حضرت زید والے مسئلے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ باپ کے بعد اسکا بیٹا نبی ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کسی بیٹے

کو جوانی تک نہیں پہنچایا تا کہ آپ ﷺ کے بعد اجرائے نبوت کے وہم کی بھی نفی ہو جائے اور مُنہ بولے بیٹے سے بھی اجرائے نبوت کی غلط فہمی جنم نہ لے سکے۔ حدیث شریف میں یہاں تک وضاحت موجود ہے کہ حضرت ابنِ ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَوْ قُضِیَ اَنْ یَکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیٌّ عَاشَ اِبْنُهٗ وَلٰکِنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ یعنی اگر محمد کریم ﷺ کے بعد نبی آنا ہوتا تو آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری حدیث: ۶۱۹۴)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یُرِیْدُ لَوْ لَمْ اَخْتِمْ بِهِ النَّبِیّٖنَ لَجَعَلْتُ لَهٗ اِبْنًا یَکُوْنُ بَعْدَهٗ نَبِیًّا یعنی اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر میں اپنے اس نبی (ﷺ) کے ذریعے نبیوں کو ختم نہ کرتا تو اسے کوئی بیٹا ضرور دیتا جو اسکے بعد نبی بنتا (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۰۷)۔

وَ رُوِیَ عَنْ عَطَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمَّا حَکَمَ اَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ لَمْ یُعْطِهٖ وَلَدًا ذَکَرًا یَصِیْرُ رَجُلًا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہ بھیجنے کا فیصلہ کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بیٹا نہیں دیا جو مرد کی عمر کو پہنچ سکے (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۰۷)۔

لٰکِنْ کا لفظ سابقہ کلام سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کسی مرد کا باپ نہ ہونے سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ شاید آپ کسی کے روحانی باپ بھی نہیں ہیں۔ دوسرے حصے میں لٰکِنْ کے ذریعے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ کہہ کر روحانی باپ ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا جو آکر ان مسائل کی وضاحت کرے گا یا عملی نمونہ پیش کرے گا لہٰذا تیسرے حصے میں خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ فرما کر آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔ گویا آخری نبی ہونے کے ناطے آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے کہ اُمت کی راہنمائی کے لیے زندگی کا کوئی گوشہ تشنہ تعمیل نہ چھوڑا جائے اور ہر خدائی حکم پر عمل کر کے دکھا دیا جائے۔

چوتھے حصے میں نکاح کے مذکورہ بالا مسئلے کی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اللہ تعالیٰ باخبر ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی وجہ سے عملی نمونہ پیش کرنا ضروری تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آخری

نبی بنائے جانے کے لائق کون سی ہستی ہے۔ تقریباً یہ ساری بحث تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ پر بھی موجود ہے اور دوسرے بہت سے مفسرین نے بھی مختصراً ایسی بات بیان فرمائی ہے۔

خاتَم (ت کے زبر کے ساتھ) اور خاتِم (ت کے زیر کے ساتھ) دونوں قرأتیں منقول ہیں (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۰۷)۔ قاعدہ یہ ہے کہ مختلف قرأتوں کی صورت میں مفہوم ایک ہی رہنا چاہیے۔ خاتَم (ت کی زبر کے ساتھ) کے کئی لغوی معنی ہیں۔ مثلاً آخری، مُہر، انگوٹھی، گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی وغیرہ۔ ان میں سے "آخری" والا معنی خاتِم (ت کی زیر کے ساتھ) سے مطابقت رکھتا ہے۔ گویا دوسری قرأت نے خاتم کا معنی باندھ کر دکھا دیا اور فضول ہیرا پھیری کے تمام راستے بند کر دیے۔

ختمِ نبوت پر مزید قرآنی آیات

نبی کریم ﷺ کی رسالت پوری کائنات کیلئے ہے۔ کوئی علاقہ اور کوئی قوم رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی پہنچ سے باہر نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا کہ فرما دیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں (الاعراف: ۱۵۸)۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ علم و ہنر اور رشد و ہدایت کا کوئی گوشہ اس معلمِ کتاب و حکمت ﷺ کے فیض سے محروم نہیں۔ سیاست و معیشت، اخلاق و معاشرت، سائنس و طب، تعلیم و اصلاح وغیرہ کے تمام پہلوؤں میں آپ ﷺ نے مکمل راہنمائی فراہم کر دی ہے۔

آپ ﷺ کے تشریف لانے کے ساتھ ہی کاغذ کی ایجاد، ڈاک سسٹم کی ترویج اور آہستہ آہستہ مواصلاتی نظام کی بے پناہ ترقی سے پوری دُنیا باہم مربوط ہو چکی ہے۔ جس سے ایک ہی پیغام کو عالمی سطح پر مشتہر کرنا بالکل آسان ہو چکا ہے۔ عالمگیر نبوت کا پیغام عالمی سطح تک پھیلانے کا یہ خُدائی بندوبست ہے۔ سائنس کی یہ ترقی ختمِ نبوت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رکھتی ہے۔ پھر بھی جدید پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآن و سُنّت کی روشنی میں اجتہاد و استنباط کا مکمل سسٹم جاری کر دیا گیا ہے۔ اس منصوبے کی قیامت تک کے لیے حتمی حیثیت کے پیشِ نظر اللہ کریم نے اعلان فرما دیا اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: ۳) یعنی آج میں نے تمہاری خاطر تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا۔

گویا اجتہاد کا قیامت تک کیلئے جاری ہو جانا بھی ختم نبوت کی بڑی واضح دلیل ہے۔
اسکے علاوہ کفار کے خلاف حتمی کارروائی کے طور پر جہاد کا حکم بھی ختم نبوت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

جب منکرین زکوۃ نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ ، اَيَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ یعنی وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے، کیا میرے جیتے جی دین میں نقص آ سکتا ہے؟ (مشکوۃ:۶۰۳۴)۔

حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: هٰذِهٖ اَكْبَرُ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ حَيْثُ اَكْمَلَ تَعَالٰى لَهُمْ دِيْنَهُمْ فَلَا يَحْتَاجُوْنَ اِلٰى دِيْنٍ غَيْرِهٖ وَلَا اِلٰى نَبِيٍّ غَيْرَ نَبِيِّهِمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَلِهٰذَا جَعَلَهُ اللّٰهُ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ اِلَى الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یعنی یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اس امت کے لیے اس کے دین کو مکمل کر دیا، لہٰذا اب یہ لوگ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کے محتاج نہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا (ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹، ۲۰)۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے بعد کسی دوسری آسمانی تعلیم کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ یعنی متقی وہ ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہونے والے اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں (البقرۃ:۴)۔

اس آیت میں آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے اور خود آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد میں نازل ہونے والے آسمانی احکام کی بجائے فرمایا: وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ یعنی وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیجیے آخرت اور یوم آخرت کے الفاظ قیامت کے معنی میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اب قیامت تک کے لیے نبوت اور وحیِ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

ختم نبوت پر مندرجہ ذیل آیت کی دلالت بھی بڑی واضح ہے، فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ یعنی ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (الانبیاء:۱۰۷)۔

جب آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں تو پھر کسی جہان، کسی علاقے، کسی زبان اور کسی قوم کی طرف کسی بھی قسم کے نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی خواہ وہ صاحبِ کتاب ہو یا بغیر کتاب کے۔

مفسرین کرام جزاہم اللہ خیراً نے آیت ختم نبوت کی تفسیر میں اپنے ذاتی بیان کے علاوہ ان احادیث کو بھی کثرت سے بیان فرمایا ہے جن کا تعلق ختم نبوت سے ہے۔ اب ہم بھی ان احادیث کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ختم نبوت پر متواتر احادیث

یہ گزارش اچھی طرح یاد رکھیے کہ قرآن کے معانی و مفاہیم نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ ہر زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوا کرتے ہیں۔ عربی زبان میں یہ احتمال اور بھی زیادہ موجود ہے۔ خصوصاً قرآن میں تو زبردست احتمالات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً: صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ کے لفظی معنی بالترتیب رحمت، پاکیزگی، رُکنا اور غلبہ ہیں۔ اب یہ الفاظ بول کر اللہ تعالیٰ نے کیا کہنا چاہا ہے؟ اس بات کا فیصلہ لُغت (Dictionary) نہیں دے سکتی۔ یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے مُعلّم ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل:۴۴) یعنی ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

یہ ایمان اور نصیب کا ایسا موڑ ہے کہ اگر سوچ کا سٹیئرنگ حدیث کو چھوڑ کر صرف لُغت کی طرف مڑ گیا تو وہ زمانہ در زمانہ اور علاقہ در علاقہ بدلتی رہنے والی لُغت کے سنگلاخ جنگلوں میں بھٹک گیا اور اگر کسی کی سوچ کا رُخ حدیثِ رسول ﷺ کی طرف ہو گیا تو اُسے ایک فیصلہ کن چیز (یعنی حکمت) ہاتھ آگئی اور وہ قرآن کے حقیقی معنی اور منشائے خداوندی سے آگاہ ہو گیا۔ اس اِنتباہ کے بعد مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ کیجیے:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا

هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی وَسَیَكُونُ خُلَفَاءُ فَیَكْثُرُونَ قَالُوا فَمَا ذَا تَأْمُرُنَا یَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فُوا بَیْعَةَ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَعْطُوا حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ

[مسلم حدیث :٤٧٧٣، بخاری حدیث:٣٤٥٥، ابن ماجۃ حدیث :٢٨٧١]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سیاست کا کام انبیاء کرتے تھے۔ جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا تھا، مگر اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت کو نبھانا، بس پہلے کی بیعت کو نبھانا۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہنا، اللہ ان سے انکی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔

اس حدیث میں ختم نبوت کی وضاحت کئی طرح سے کردی گئی ہے۔

اولاً بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** کے الفاظ فرمائے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب کوئی نبی کتاب کے بغیر بھی نہیں آ سکتا اس لیے کہ بنی اسرائیل میں پے در پے آنے والے نبی کتاب کے بغیر ہی ہوتے تھے۔

ثانیاً **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** کے انہی الفاظ میں لانفی جنس کا ہے جس سے جنسِ نبوت کی نفی ہو رہی ہے۔ لاَ جب مفرد پر داخل ہو تو جنس کی نفی کرتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے لا الہ الا اللہ میں لانفی جنس کا ہے۔ جس طرح لا الہ کے ذریعے کسی تفریق اور تقسیم کے بغیر الوہیت کی نفی ہوتی ہے بالکل اسی طرح لا نبی کے ہوتے ہوئے کسی تفریق اور تقسیم کے بغیر ہر قسم کی نبوت کی نفی سمجھنا لازم ہے۔

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے:

آیت خاتم النبیین کی روشنی میں کیا تم نہیں جانتے کہ رب رحیم شان والے نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** کے بیان سے اسکی تفسیر کردی ہے جو طالب علموں کے لیے واضح بیان ہے؟ (حمامة البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: حدیث **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اسکی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ **وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ**

النَّبِيِّيْنَ سے بھی اس کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸)۔

ثالثاً کثرت سے خلفاء کا ہونا بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آ چکے ہوتے۔

رابعاً "پہلے خلیفہ کی بیعت نبھاتے" کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

خامساً "تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا"۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

(۲) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ مَثَلِی وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتاً فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَ يَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ [مسلم حديث :٥٩٦١ ، بخاری حديث :٣٥٣٥]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی نے حسین وجمیل گھر بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ اب لوگ گھوم پھر کر مکان دیکھنے لگے اور اسکی خوبصورتی پر حیران ہونے لگے۔ مگر یہ بھی کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

یہ الفاظ بھی ہیں کہ: فَجِئْتُ اَنَا فَاَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ یعنی میں آ گیا اور میں نے وہ اینٹ مکمل کر دی (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۹)۔

یہ الفاظ بھی ہیں کہ: فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ ، جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ یعنی میں اس اینٹ کی جگہ پر ہوں، میں آ گیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا (المصنف لابن ابی شیبہ ۷/۴۴۰)۔

یہ حدیث متواتر ہے اور محدثین نے اسے باب خاتم النبیین قائم کر کے بیان فرمایا

ہے۔اس حدیث میں محل کی آخری اینٹ کی مثال دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے خود کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔گویا قرآن میں جہاں آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے آپ ﷺ نے اس کی تفسیر محل کی آخری اینٹ کی مثال دے کر واضح کر دی ہے۔یہ مثال خاتم کا معنی آخری لینے کے علاوہ کسی طرف منہ ماری کی اجازت نہیں دیتی۔اب یہاں اگر مرزا کو الہام ہو جائے کہ یہ حدیث غلط ہے یا تفسیر غلط ہے یا اسے حدیث کا مذاق اڑانا سوجھے تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج؟

اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے قادیانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو انبیاء کے اس محل میں ٹوٹ پھوٹ اور زلزلہ پیدا ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا آخری نبی ہونا سمجھانے کے لیے محل کی مثال دی ہے جس کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی انبیاء کو جوڑ کر معاذ اللہ کوئی محل تعمیر کیا گیا تھا۔چنانچہ اس حدیث کے اندر ہی مَثَلِی وَمَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ کے الفاظ موجود ہیں۔واضح ہو گیا کہ قادیانیوں کے اس اعتراض میں بدتمیزی اور جہالت دونوں پائی جاتی ہیں۔قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (التوبۃ:٦٥)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ: عورتوں کو مسجد جانے سے مت روکو۔اس پر بلال بن عبداللہ نے کہا ہم تو ضرور روکیں گے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسی گالی دی جو انہوں نے کبھی کسی کو نہیں دی تھی اور فرمایا میں تمہیں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے، اور تم کہتے ہو ہم منع کریں گے فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ (مسلم حدیث:٩٨٩)۔

(٣) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ، وَزَادَ التِّرْمَذِيُّ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ ثَوْبَانَ: وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ [مسلم حديث رقم:٧٣٤٢ ، بخاری حديث رقم:٣٦٠٩ ، ترمذی حديث رقم:٢٢١٨]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے فریبی پیدا نہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک

رسالت کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں تیس جھوٹوں کا ذکر ہے اگر کوئی ایک بھی ان میں سچا ہوتا تو اس کا استثنیٰ ضرور ہوتا۔ ثانیاً اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن کے فوراً بعد لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ فرمایا اور خاتم کا معنیٰ واضح فرما دیا لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کے الفاظ اور ان کی وضاحت آپ پہلے پڑھ چکے ہیں مگر یہاں خَاتَمُ النَّبِيِّيْن کے ساتھ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کا اتصال ایک نیا لطف دے رہا ہے۔

حبیب کریم ﷺ کے حجۃ الوداع کے بعد یمامہ میں مسیلمہ اور یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر خلافتِ صدیقی کے دوران بنو اسد کے طلیحہ بن خویلد نے اور بنو تمیم کی ایک عورت سجاح نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی کو حضور کریم ﷺ کے وصال سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا۔ مسیلمہ خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دوران قتل کیا گیا۔ طلیحہ نے انہی دنوں میں توبہ کر لی اور عہدِ فاروقی میں وفات پائی۔

ان سب کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے اوائل میں مختار ثقفی نے محبت اہل بیت کا بہانہ بنایا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے لیے لوگوں کو دعوت دی۔ اس نے قاتلوں کو تلاش کیا اور کثیر التعداد لوگوں کو قتل کیا جو اس میں کسی نہ کسی طرح ملوث یا معاون تھے۔ لوگ اس کی محبتِ اہلِ بیت کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت کرنے لگے۔ اس کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جبریل علیہ السلام کے نزول کا زعم کیا اور 60 ہجری کے چند سال بعد اسے قتل کر دیا گیا۔

انہی مدعیوں میں حارث کذاب بھی ہے جو عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ظاہر ہوا اور اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ پھر بنو عباس کی خلافت کے زمانہ میں مدعیوں کی ایک جماعت کھڑی ہوگئی۔ اسکے علاوہ کئی لوگوں نے مسیحیت کا دعویٰ بھی کیا جس کا نتیجہ پھر وہی نبوت کا دعویٰ تھا۔ شیطانی وسوسے اور الہام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: میرے شیخ کو بھی کہ الہام ہوا تھا کہ تم مسیح ہو مگر انہوں نے اس الہام کو شریعت کی روشنی میں پرکھ لیا۔

دعوائے مسیحیت کے نتیجے میں ایران میں بہاء اللہ اور ہندوستان میں مرزا قادیانی کے پیروکاروں کا سلسلہ چل نکلا۔ ان دونوں کے ماننے والے اب تک موجود ہیں۔

تیس کذابوں کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کی تعداد تیس ہوگی اسلیے کہ انکی تعداد کا تو حساب ہی نہیں، ایسے لوگ تو کئی دیہات اور چکوک میں گزرے ہیں اور بعض نے جنون اور سوداء کی وجہ سے بھی ایسا دعویٰ کیا ہے۔حتی کہ خود مرزا کے پیروکاروں میں سے بھی کئی لوگ نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں مگر چل نہیں سکے۔حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تیس جھوٹے مدعی ہوں گے جو لوگوں کو بے وقوف بنانے میں اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہم نے اس ساری بحث میں چند باتوں کا اضافہ کیا ہے باقی ساری بحث علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فتح الباری ۶/ ۶۹۷ پر بیان فرمائی ہے۔

(٤) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِی وَ لَا نَبِیَّ قَالَ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ فَقَالُوا یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْیَا الْمُسْلِمِ وَهِیَ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَآءِ النُّبُوَّةِ [ترمذی حدیث رقم: ۲۲۷۲، مسند احمد حدیث رقم: ۱۳۸۳۱]۔وَ فِی رِوَایَاتِ الْبُخَارِیِّ وَ مُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ وَاَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، وَعُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ وَاَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ [بخاری :۶۹۸۳،۶۹۸۷،۶۹۸۹،۶۹۹۰،مسلم :۵۹۰۶،۵۹۰۹]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ یہ بات صحابہ کرام پر گراں گزری۔اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مبشرات جاری رہیں گے۔صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: مسلمان کے خواب، یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔بخاری اور مسلم میں حضرت انس، ابو سعید خدری، عبادۃ بن صامت اور ابو ھریرۃ رضی اللہ عنھم سے مروی ہے کہ: مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزا میں سا یک جزو ہے۔

اس حدیث میں رسالت اور نبوت کے دو جدا جدا لفظ ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ تقریباً سوا لاکھ انبیاء علیہم السلام میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں (صحیح ابن حبان حدیث: ۳۶۱، مستدک حاکم حدیث: ۴۲۱۸، مسند احمد حدیث: ۲۱۶۰۱)۔جبکہ ان میں سے صرف سات رسولوں

پر کل ۱۰۴ صحائف اور کتابیں آئی ہیں، سیدنا شیث پر ۵۰ صحیفے نازل ہوئے، سیدنا ادریس پر ۳۰ صحیفے نازل ہوئے، سیدنا ابراہیم پر ۱۰ صحیفے نازل ہوئے، سیدنا موسیٰ پر ۱۰ صحیفے اور گیارھوں تورات نازل ہوئی، سیدنا داؤد پر زبور نازل ہوئی، سیدنا عیسیٰ پر انجیل نازل ہوئی اور سید السادات سیدنا ومولینا محمد المصطفیٰ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہم وسلم جن پر قرآن مجید نازل ہوا (صحیح ابن حبان حدیث: ۳۶۱)۔

عام طور پر علماء اور صوفیاء کا مختار یہ ہے کہ نبی اسے کہتے ہیں جس پر وحی اور احکام آتے ہوں مگر وہ تبلیغ پر مامور نہ ہو، رسول اسے کہتے ہیں جو تبلیغ پر مامور ہو۔

واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی کتابی نبی آتا ہے اور نہ کوئی بے کتاب۔ ثانیاً اس حدیث میں انقطاع کا لفظ آیا ہے جو قادیانیت کو للکارتا ہے اور خاتم کے معنی میں ان کی کسی ہیرا پھیری کو جگہ نہیں بنانے دیتا۔ ثالثاً سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں، گویا یہ ایک اعزاز ضرور ہے مگر سچا خواب دیکھنے والا زیادہ سے زیادہ مومن ہی رہتا ہے، نبی ہرگز نہیں بنتا۔ واضح رہے کہ سچے خواب کافروں کو بھی آجاتے ہیں، نیکوں اور بدوں کو بھی آجاتے ہیں، اور تقریباً ہر مسلمان سچے خواب دیکھتا ہے۔ اب اگر مرزا میں ہمت ہے تو ان سب کو نبی مان کر دکھائے۔

(۵) عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ ، قِیْلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) قَالَ الرُّؤْیَاءُ الصَّالِحَۃُ (مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۸۵۷)۔

ترجمہ: حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں سوائے مبشرات کے، پوچھا گیا یا رسول اللہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سچے خواب۔

(۶) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ الرُّؤْیَاءُ الصَّالِحَۃُ (بخاری حدیث نمبر ۶۹۹۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت میں سے کچھ باقی نہیں بچا سوائے مبشرات کے، پوچھا گیا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: سچے خواب۔

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: نبوت میں سے کچھ نہیں بچا۔ اس سے فوراً پہلے والی حدیث کے الفاظ ہیں: میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔ الفاظ میں معمولی معمولی فرق اور انداز بیان میں تھوڑا تھوڑا امتیاز اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ منکرین ختم نبوت کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹ کھڑی کی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: رُؤيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ یعنی مومن کے خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہیں (بخاری حدیث: ۶۹۸۷، ۶۹۸۸، ۶۹۸۹، ۷۰۱۷، مسلم حدیث: ۵۹۰۶ تا ۵۹۱۸)۔

یہ اس اعتبار سے ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے پہلے چھ ماہ تک سچے خواب آتے رہے (بخاری: ۳، مسلم: ۴۰۳)، نبوت کا کل عرصہ ۲۳ سال ہے، اس طرح سچے خوابوں کا چھ ماہ کا عرصہ نبوت کے ۲۳ سال کا چھیالیسواں حصہ بنتا ہے۔

(۷) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ [مسلم حديث: ۷۴۰۴، بخاري حديث: ٦٥٠٤، ترمذي حديث: ۲۲۱٤]۔

ترجمہ: حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اور قیامت ان دو (انگلیوں) کی طرح (جڑے ہوئے) ہیں۔

اس حدیث کا انداز بالکل جداگانہ اور نہایت خوبصورت ہے۔ مروج اور متعارف الفاظ سے ہٹ کر آقا کریم ﷺ نے مسئلہ ختم نبوت کو واضح فرمایا ہے اور یہ حدیث وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ کی بہترین تفسیر ہے۔

(۸) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحَىٰ بِيَ الْكُفْرُ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَىٰ عَقِبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَفِي رِوَايَةٍ لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ [مسلم حديث: ٦١٠٥، بخاري حديث: ۳۵۳۲، ٤٨٩٦، ترمذي حديث: ٢٨٤٠]۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں مٹانے والا ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں اٹھانے والا ہوں، لوگ میرے پیچھے پیچھے اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جسکے بعد ایک بھی نہ ہو۔

ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: اَنَا الْعَاقِبُ قَالَ لَهُ اِنْسَانٌ مَا الْعَاقِبُ قَالَ : لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۲۱)۔

قادیانیوں کو خاتم کا لفظ دکھایا گیا تو انہوں نے ہیرا پھیری کردی، خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ کا معنی لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ آپ پڑھ چکے ہیں۔ نبوت منقطع ہوگئی یہ حدیث بھی آپ پڑھ چکے، اب اَنَا الْعَاقِبُ کے الفاظ آ گئے۔ عقب آخری حصے کو کہتے ہیں اور عاقب کی تفسیر میں حدیث کے اگلے الفاظ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ اور اسکے علاوہ لَيْسَ بَعْدَهُ اَحَدٌ موجود ہیں۔ محبوب کریم ﷺ نے اپنی امت کا ایمان بچانے کے لیے وضاحت کی انتہا کردی ہے رَضِيْنَا بِهٖ آخَرَ النَّبِيِّيْنَ:

وہ تو مامور تھے اس پر لِتُبَيِّنَ لِلنَّاس　　　　کوئی تو لفظ سرکار کا بھایا ہوتا

(۹) عَنْ سَعدِ بنِ اَبِي وَقَّاصٍ ﷺ قَالَ خَلَّفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيَّ بنَ اَبِي طَالِبٍ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تُخَلِّفُنِي فِي النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسٰى اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي [مسلم حديث رقم:٦٢١٨ ، بخاری حديث رقم:٤٤١٦ ، ابن ماجة حديث رقم:١١٥، ١٢١]۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی بن ابی طالب ﷺ کو گھر پر چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ فرمایا: کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جس طرح ہارون، موسیٰ کی جگہ پر پیچھے رہے اسی طرح آپ میری جگہ پر پیچھے رہیں، ہاں مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس نبوت کی نفی کی گئی ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں سیدنا ہارون علیہ السلام کو ان کی ماتحتی میں ملی تھی۔ اس حدیث میں ماتحت نبوت اور بے کتاب نبوت کی صراحتاً نفی کی گئی ہے۔

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ ، فَاِنْ يَكُنْ فِي اُمَّتِي مِنهُمْ اَحَدٌ ، فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنهُمْ [مسلم حديث :٦٢٠٤ ، بخاری حديث :٣٤٦٩، ٣٦٨٩ ، ترمذی حديث :٣٦٩٣]۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ہے تو عمر بن خطاب ان میں سے ہے۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّهٗ كَانَ فِیْمَنْ مَضٰی رِجَالٌ یَتَحَدَّثُوْنَ فِیْ غَیْرِ نُبُوَّةٍ ،فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ فَعُمَرُ (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۷۹)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلے لوگوں میں کچھ مردِ خدا ایسے ہوتے تھے جو نبی نہ ہوتے مگر انہیں الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ایک بھی ہے تو عمر ہے۔

اس حدیث کی تائید خود مرزا قادیانی نے بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں: ہمارے سید و رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں (شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۲۴)۔

مرزا قادیانی پر سوال ہوا کہ آپ نے رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو جواب دیا: نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رویا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لیے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جاوے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا؟ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱)۔

ان عبارات میں مرزا نے اپنے نبی ہونے کی نفی اور محدث ہونے کا دعویٰ بڑے طمطراق کے ساتھ کیا ہے۔ ثانیاً اگر قادیانی لوگ محدثیت کو ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرا کر اس میں سے کسی حد تک نبوت کا مفہوم کشید کرنا چاہیں تو ہماری طرف سے ایک نہایت آسان اور سادہ سا سوال ہے کہ سیدنا فاروق اعظم ﷺ کی محدثیت نص سے ثابت ہے حتی کہ آپ کے مشورے کے عین مطابق ۲۰

سے زیادہ قرآن کی آیات نازل ہوگئیں لیکن اس کے باوجود آپ پر لفظ نبی کا اطلاق کیوں نہ ہوا؟ خواہ کسی معنی میں بھی سہی۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۵)۔

قادیانی کی اس عبارت پر ہمارا سوال یہ ہے کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ظلی نبوت کا اعلان و اظہار خود کیوں نہ فرمایا؟ فاروقی نبوت کا اعلان کرنے کا حکم مرزا کو کیسے مل سکتا ہے؟ اور اگر بالفرض تم بھی اسی معنی میں نبی ہو تو پھر شور کیوں مچا رکھا ہے؟ تم بھی فاروق اعظم کی طرح چپ رہو۔ اب بھی سمجھ نہ آئے تو یہ اگلی حدیث بھی اس کے ساتھ ہی پڑھو!

(۱۲) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ [ترمذی حدیث رقم:۳۶۸۶، مستدرك حاكم حديث رقم:۴۰۰۱]۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

نبوت کے اجراء کی ہر طرح اور نئے نئے الفاظ کے ساتھ نفی کرنے کے بعد اس مسئلہ کو سمجھانے کے لیے انتہا کرتے ہوئے اور آئندہ مدعیانِ نبوت کو لگام دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نبوت کے زعم میں مبتلا نہ ہو، اگر یہ منصب میرے بعد کسی کو نصیب ہونا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب تھے۔ واضح ہوگیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ محدث ہیں مگر نبی نہیں۔ محدث سے مراد نبی لینے کی قادیانی سازش بے نقاب ہوگئی۔

(۱۳) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوراً وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ [مسلم حديث رقم:۱۱۶۷، ترمذی حديث رقم:۱۵۵۳، ابن ماجة حديث رقم:۵۶۷]۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلام عطا ہوا ہے اور مجھے رُعب کے ذریعے مدد دی گئی ہے اور میرے لیے

غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ذریعے سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

(١٤) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدِی آخِرُ الْمَسَاجِدِ [مسلم حدیث رقم:٣٣٧٦]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

اگلی حدیث پڑھیے جس میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے۔

(١٥) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَمَسْجِدِی خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَآءِ [مجموع فی مصنفات ابی جعفر ابن البختری حدیث رقم :٢١٦، الترغیب والترهیب حدیث رقم:١١٧٥ وقَالَ الْبَانِیُّ فِیْ تَخْرِیْجِهٖ اِنَّهٗ حَسَنٌ، مجمع الزوائد حدیث رقم :٥٨٥٥، ورواه الدیلمی بغیر سند]۔ هٰذَا الْحَدِیْثُ یُفَسِّرُ حَدِیْثَ مُسْلِمٍ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں سے آخری ہے۔

(١٦) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَمَّا اَصَابَ آدَمُ الْخَطِیْئَةَ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ غَفَرْتَ لِیْ، فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ وَمَا مُحَمَّدٌ وَ مَنْ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ رَبِّ اِنَّکَ لَمَّا اَتْمَمْتَ خَلْقِی، رَفَعْتُ رَأْسِی اِلٰی عَرْشِکَ فَاِذَا عَلَیْهِ مَکْتُوبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ اَکْرَمُ خَلْقِکَ عَلَیْکَ اِذْ قَرَنْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اسْمِکَ، قَالَ نَعَمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَ هُوَ آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَلَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُکَ [مستدرک حاکم حدیث رقم :٤٢٨١، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم :٦٥٠٢، الوفا صفحہ٣٣، الشفاء ١/١٠٤، المعجم الصغیر للطبرانی ٨٢/٢]۔ صَحَّحَهُ الْخَفَاجِیُّ فِیْ نَسِیْمِ الرِّیَاضِ لَعَلَّهٗ نَظَرَ فِیْ تَلَقِّیْهِ بِالْقُبُوْلِ وَالْحَقُّ اَنَّهٗ ضَعِیْفٌ

ترجمہ: حضرت عمر ابن خطاب ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب آدم سے لغزش ہو گئی تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور عرض کیا اے میرے رب میں تجھے محمد کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ کیا محمد اور کون محمد؟ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی طرف اٹھایا: اس پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں سمجھ گیا کہ یہ تیرے نزدیک تیری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والا ہے اسی لیے تو نے اس کے نام کو اپنے نام کیساتھ جوڑا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں میں نے تجھے بخش دیا۔ وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷛ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ آدَمَ خَیَّرَ لِآدَمَ بَنِیْهِ، فَجَعَلَ یَرٰی فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلٰی بَعْضٍ، قَالَ: فَرَآنِیْ نُوْراً سَاطِعاً فِیْ اَسْفَلِهِمْ فَقَالَ یَا رَبِّ! مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُکَ اَحْمَدُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَهُوَ اَوَّلُ شَافِعٍ

[دلائل النبوة للبیهقی ۴۸۳/۵، الخصائص الکبری ۶۷/۱]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ فرمایا: جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو آدم کے سامنے انکی اولاد کے مراتب ظاہر فرمائے، تو وہ بعض کے بعض پر فضائل دیکھنے لگے، فرمایا: انہوں نے مجھے انکے نیچے چھائے ہوئے نور کی حالت میں دیکھا، تو عرض کیا اے میرے رب، یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے، یہی اول ہے یہی آخر ہے، یہی پہلا شفیع ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوماً کَالْمُوَدِّعِ، فَقَالَ: اَنَا مُحَمَّدٌ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ، قَالَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ، اُوْتِیْتُ فَوَاتِحَ الْکَلِمِ وَ خَوَاتِمَهُ وَ جَوَامِعَهُ، وَ عَلِمْتُ کَمْ خَزَنَةُ النَّارِ وَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، وَ تُجُوِّزَ بِیْ وَ عُوْفِیْتُ، وَ عُوْفِیَتْ اُمَّتِیْ فَاسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا مَا دُمْتُ فِیْکُمْ، فَاِذَا ذُهِبَ بِیْ فَعَلَیْکُمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ، اَحِلُّوْا حَلَالَهُ وَ حَرِّمُوْا حَرَامَهُ

(مسند احمد: حدیث نمبر ۲۲۱۴، ۲۲۱۵)۔ حسن

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم میں تشریف فرما ہوئے، جیسے آخری ملاقات ہو۔ اور فرمایا: میں محمد ہوں جو نبی امی ہے۔ تین بار یہی بات فرمائی

،اور میرے بعد کوئی نبی نہیں مجھے کلام کی ابتداء اور انتہا اور جامعیت دی گئی ہے، اور میں نے جان لیا کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کو اٹھانے والے کتنے ہیں اور مجھ سے درگزر کیا گیا اور عافیت دی گئی اور میری امت کو بھی عافیت دی گئی، غور سے سنو اور اطاعت کرو جب تک میں تم میں موجود ہوں، پھر جب مجھے دنیا سے لے جایا جائے تو اللہ کی کتاب کو لازم پکڑنا، اسکے حلال کردہ کو حلال سمجھنا اور حرام کردہ کو حرام سمجھنا۔

(۱۹) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : نَحْنُ الآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (بخاری حدیث نمبر ۲۳۸، ۸۷۶، ۸۹۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہم آخری لوگ آگے آگے ہوں گے۔

(۲۰) اِنَّ اللہَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَهُ الدَّجَّالَ، وَ اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ، وَهُوَ خَارِجٌ فِیْکُمْ لَا مَحَالَةَ (ابن ماجہ حدیث ۴۰۷۷، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۷۵۲۸)۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، دجال نے لامحالہ تم میں ظاہر ہونا ہے۔

(۲۱) عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ بِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَحْمَدُ وَ الْمُقَفِّی وَ الْحَاشِرُ (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۱)۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفی ہوں اور حاشر ہوں۔

یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے (مستدرک حاکم حدیث ۴۲۳۷)۔ یہی حدیث حضرت جبیر بن مطعم نے اپنے والد رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے اور اس میں اَلْخَاتِمُ وَالْعَاقِبُ کے اضافی الفاظ بھی موجود ہیں (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۲۳۸)۔

(۲۲) عَنْ قَتَادَہ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ: وَ اِذْ اَخَذْ نَامِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْکَ وَ مِنْ نُوحٍ یَقُوْلُ: بُدِیٔ بِیْ فِی الْخَیْرِ وَ

كُنْتُ آخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۸)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے: وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُوْحٍ تو فرماتے: اس آیت میں مجھ سے اچھائی کا آغاز کیا گیا، مگر میں بھیجے جانے میں ان سب سے آخری تھا۔

یہ الفاظ بھی ہیں کہ: كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيّٖنَ فِي الْخَلْقِ وَ آخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (ابن جریر حدیث نمبر ۲۱۶۰۹، بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۴، دیلمی ۴۸۵۰۱، ابو نعیم جلد ۱ صفحہ ۶، ابن عدی جلد ۳ صفحہ ۳۷۳، قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۶، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۵، ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۸)۔

(۲۳) عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَبُوْ بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنَّهُ لَيْسَ بِنَبِيٍّ (الکامل لابن عدی جلد ۶ صفحہ ۴۸۴)۔

ترجمہ: حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر تمام لوگوں سے افضل ہے مگر یہ نبی نہیں۔

اس حدیث پر غور کیجیے! ابو بکر صدیق اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ اگر مرزا قادیانی نبی ہوتا تو ابو بکر صدیق اس امت میں افضل ہرگز نہ ہوتے۔ پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ابو بکر افضل تو ہیں مگر نبی نہیں، یہ الفاظ ختم نبوت پر ایک انوکھی دلیل ہیں۔ جب ابو بکر صدیق افضل ہونے کے باوجود نبی نہیں بن سکے تو قیامت تک کسی بھی دوسرے شخص کو نبوت مل جانے کا کوئی امکان نہ رہا۔ مزید تائید دیکھیے! سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوفہ کے ۸۰ افراد نے روایت کیا ہے کہ:

(۲٤) اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ، وَبَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَالِثٌ، وَلَمْ يُسَمِّهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ [مسند احمد حديث رقم: ٨٣٦، ٨٣٧، ٨٣٨، ٨٣٩، ٨٤٠، ٨٧٤، ٨٨١، ٨٨٢، ٨٨٣، ٩١١، ٩٢٥، ٩٣٥، ٩٣٦، ٩٣٧، ١٠٣٤، ١٠٣٥، ١٠٣٦، ١٠٤٤، ١٠٥٥، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ابن ماجة حديث: ١٠٦، المصنف لابن ابى شيبة ٨/٥٧٤، المعجم الكبير للطبراني حديث رقم: ١٧٥، ١٧٦]۔ الحديث صحيح متواتر رواه ثمانون رجلا عن سيدنا علي رضي الله عنه ويويده حديث سيدنا محمد بن الحنفية في البخاري حديث رقم: ٣٦٧١۔

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ علی ؓ نے فرمایا: اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں، ابوبکر کے بعد عمر ہیں، اوران دونوں کے بعد ایک تیسرا ہے، مگر آپ نے اس کا نام نہیں لیا۔

(۲۵) عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ : كَانَ مُوسىٰ رَجُلاً جَعْداً آدَمَ طُوَالًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوئَةٍ ، وَ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا وَ قَدْ كَانَتْ عَلَيْهِ شَامَةُ النُّبُوَّةِ فِي يَدِهِ الْيُمْنٰى ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَإِنَّ شَامَةَ النُّبُوَّةِ كَانَتْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، وَ قَدْ سُئِلَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ : هٰذِهِ الشَّامَةُ الَّتِي بَيْنَ كَتِفَيَّ شَامَةُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ لِأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ لَا رَسُولَ (مستدرک حدیث:۴۱۵۷)۔

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام گھنگریالے بالوں والے گندمی رنگ والے بڑے قد والے تھے۔ جیسے وہ شنوءۃ قبیلے کے آدمیوں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جسکے دائیں ہاتھ میں نبوت کی مہر نہ ہو، سوائے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے، آپ ﷺ کی مہر نبوت کندھوں کے درمیان تھی، نبی کریم ﷺ سے اسکے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میرے کندھوں کے درمیان یہ مہر پہلے انبیاء والی مہر ہے، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کا انداز بیان بھی بالکل مختلف ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی مہر نبوت دائیں ہاتھ میں تھی، اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کی مہر نبوت کندھوں کے درمیان تھی۔ یہ تبدیلی اور اس تبدیلی کے ساتھ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ لَا رَسُولَ کا انسلاک مزید کسی نبوت کی اجازت نہیں دیتا۔

(۲٦) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ آدَمُ وَ آخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ (کتاب الاوائل للطبرانی:۱۳)۔ اسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے نبی آدم اور سب سے آخری نبی محمد ہیں۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دو انتہاؤں کا ذکر کیا ہے، یعنی آغاز اور اختتام۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں بالکل اسی طرح نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی نہیں۔ جس معنی میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی ہیں اسی معنی میں نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔

اول کی تعریف یہ ہے کہ: اَلْاَوَّلُ فَرْدٌ لَایَکُوْنُ غَیْرُہٗ مِنْ جِنْسِہٖ سَابِقاً عَلَیْہِ وَلَا مُقَارِناً لَہٗ یعنی اول وہ فرد ہوتا ہے جس کی جنس میں سے کوئی دوسرا اس سے پہلے نہ ہو، اور نہ ہی اس کے ساتھ جڑا ہوا ہو (تعریفات از میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۱)۔

جب اول کا معنی واضح ہو گیا تو آخر کو سمجھنا کیا مشکل رہ گیا؟ اب بھی اگر خدا کا خوف نہ آئے تو حدیث شریف پڑھیے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ یعنی اے اللہ! تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں (مسلم حدیث نمبر ۶۸۸۹)۔

یہ ہے معنی اول کا اور یہ ہے معنی آخر کا اور یہ ہے حق کی وضاحت اور مسلمانوں کی طرف سے فرض کی ادائیگی اور اب بھی جسے سمجھ نہ آئے تو وہ ہے مریض قلب اور تعصب سے عاری۔

(۲۷) عَنْ اَبِیْ قُتَیْلَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ خُطْبَۃِ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ : لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَکُمْ (المعجم الکبیر حدیث نمبر ۷۵۰۰، ۷۵۰۷)۔

ترجمہ: حضرت ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

یہ حدیث خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی گئی۔ گویا آپ ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کو آخری پیغام میں اور آخری خطاب میں وصیت کے طور پر بیان کرنا ضروری سمجھا۔ اگر مزید کسی نبی نے آنا ہوتا تو اسی موقع پر اسکی مفصل نشاندہی کر دینا ختم نبوت کے اعلان سے بھی زیادہ ضروری ہوتا۔

(۲۸) عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : کَانَ یَھُوْدِیٌّ قَدْ سَکَنَ مَکَّۃَ یَتَّجِرُبِھَا ، فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَجْلِسٍ مِّنْ قُرَیْشٍ : یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ ! ھَلْ وُلِدَ فِیْکُمُ اللَّیْلَۃَ مَوْلُوْدٌ ؟ فَقَالُوْا: وَ اللّٰہِ مَا نَعْلَمُہٗ ، قَالَ : اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَمَّا اِذَا اَخْطَاَکُمْ فَلَا بَاْسَ بِہٖ ، فَانْظُرُوْا ، وَ احْفَظُوْا مَا اَقُوْلُ لَکُمْ ! وُلِدَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ نَبِیُّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْاٰخِیْرَۃِ الحدیث بطولہ (مستدرک حدیث: ۴۲۲۹)۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک یہودی مکہ میں رہ کر تجارت کرتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی رات آئی تو اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا: اے

قریش! کیا آج رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔ اس نے کہا اللہ اکبر! چلو اگر آپ لوگ اس راز سے ہی بے خبر ہیں تو کوئی بات نہیں۔ غور سے سنو اور یاد رکھو جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس رات آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ (آگے حدیث طویل ہے)۔

(۲۹) عَنْ سَبْعَةِ رَهْطٍ شَهِدُوا بَدْراً وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ رَفَعُوا الْحَدِيْثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَنَّ اللّٰهَ يَدْعُو نُوحاً وَ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَوَّلَ النَّاسِ فَيَقُولُ : مَاذَا اَجَبْتُمْ نُوحاً؟ فَيَقُولُوْنَ مَا دَعَانَا وَ مَا بَلَّغَنَا وَ لَا نَصَحَنَا ، وَلَا اَمَرَنَا وَ لَا نَهَانَا ، فَيَقُولُ نُوحٌ : دَعَوْتُهُمْ يَا رَبِّ دُعَآءً فَاشِياً فِي الْاَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ اُمَّةً بَعْدَ اُمَّةٍ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ اَحْمَدَ (مستدرک حدیث: ۴۰۶۳)۔

سات بدری صحابہ روایت کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت نوح اوران کی قوم کو بلائے گا، یہی سب سے اول لوگ تھے۔ اللہ فرمائے گا: اے نوح کی قوم تم نے نوح کو کیا جواب دیا تھا؟ وہ کہیں گے انہوں نے ہمیں دعوت نہیں دی، تبلیغ نہیں کی، نصیحت نہیں کی، نیکی کا حکم نہیں دیا، برائی سے نہیں روکا۔ حضرت نوح عرض کریں گے اے میرے رب! میں نے انہیں واضح دعوت دی اولین میں بھی اور آخرین میں بھی، میری دعوت ایک امت کے بعد دوسری امت تک منتقل ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ خاتم النبیین احمد تک جا کر انتہا پذیر ہوئی۔

اس حدیث میں دعوت کے سلسلہ کا تمام امتوں میں سے چلتے چلتے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا ایک بھاری وجہ استدلال ہے۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہ ہوتا تو یہ سلسلہ ضرور آگے بڑھایا جاتا۔

(۳۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَيَقُوْلُ لَهُمْ عِيْسٰى اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ : يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ (بخاری حدیث: ۴۷۱۲، مسلم حدیث: ۴۸۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ شفاعت والی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کئی انبیاء علیہم السلام کے پاس سے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس

آئیں گے اور وہ فرمائیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ، لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔

اس حدیث میں طلب شفاعت کے لیے تمام اگلے انبیاء کے پاس سے ہونے کے بعد آخرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا مذکور ہے۔ اب اس سیاق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہنا اس کے مفہوم کو اچھی طرح متعین کر رہا ہے۔

ان تمام احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مثالیں دے دے کر اور الفاظ پھیر پھیر کر ختم نبوت کی وضاحت کی حد کر دی ہے۔ آپ ان احادیث کا دوبارہ مطالعہ کر لیجیے۔ آخر اس سے بڑھ کر کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا، جس سے منکرینِ ختم نبوت کی تشفی ہوتی؟ نبی کریم ﷺ نے کہیں فرمایا "پے در پے انبیاء کی بجائے اب خلفاء ہوں گے"۔ کہیں فرمایا: "انبیاء کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں" کہیں فرمایا" لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ " کہیں فرمایا "نبوت ختم ہوگئی"۔ کہیں فرمایا "میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں" کہیں فرمایا "میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جسکے بعد ایک نبی بھی نہ ہو" کہیں سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کے حوالے سے ماتحت اور ظلی و بروزی نبوت کی نفی کر دی۔ کہیں یہاں تک وضاحت کر دی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ہم نے سینکڑوں احادیث میں سے صرف انہی مذکورہ بالا احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ ایک ہی متن کو متعدد اسناد سے نقل نہیں کیا اور جن احادیث میں خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے ہم نے ان کی تعداد کثیر ہونے کے باوجود انہیں نقل نہیں کیا جب تک اس میں کوئی اضافی فائدہ نہیں دیکھا۔ اس لیے کہ اس کتاب میں ہمارا انداز سطحی اور مقالاتی انداز نہیں ہے جہاں حوالہ جات کی کثرت اور صفحات کی تعداد کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

ان احادیث میں لفظ "خاتم" کی ایسی زبردست وضاحت کر دی گئی ہے کہ ایک بد دماغ شخص کا دماغ بھی ٹھکانے پر آ جائے۔ اس سے پہلے آپ خاتم کی دو قرأتوں کی بحث بھی پڑھ چکے ہیں۔ علامہ ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَرُوِیَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْفَاظٌ تَقْتَضِیْ نَصًّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ایسے الفاظ روایت کیے گئے ہیں جو نص کے طور پر اس بات کا یقینی تقاضا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

کوئی نبی نہیں (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۱۴)۔

دنیا بھر کے مفسرین نے آیت ختم نبوت کے تحت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا ہے اور اس مسئلے پر پوری اُمت کا اجماع اور اتفاق چلا آ رہا ہے۔ ہمارے عقائد کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ ثَبَتَ اَنَّهٗ آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ یعنی ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۳۸)۔

جس قوم کے پاس ختم نبوت پر دلائل کا اس قدر ذخیرہ موجود ہو وہ یقیناً اس عقیدے کو اختیار کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور وہ اس موضوع پر اللہ کی بارگاہ میں سُرخرو ہے۔

حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و سنت سے کثیر تعداد میں دلائل نقل کرنے کے بعد ایک زبردست خلاصہ تحریر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں: قَدْ اَخْبَرَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ ، وَ رَسُوْلُهٗ فِی السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ: اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ لِیَعْلَمُوْا اَنَّ کُلَّ مَنِ ادَّعٰی هٰذَا الْمَقَامَ بَعْدَهٗ فَهُوَ کَذَّابٌ اَفَّاکٌ دَجَّالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَ لَوْ تَخَرَّقَ وَ شَعْبَذَ ، وَ اَتٰی بِاَنْوَاعِ السِّحْرِ وَالطَّلَاسِمِ وَالنَّیْرَجِیَّاتِ ، فَکُلُّهَا مُحَالٌ وَ ضَلَالٌ عِنْدَ اُوْلِی الْاَلْبَابِ ، کَمَا اَجْرَی اللّٰهُ ، عَلٰی یَدِ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیِّ بِالْیَمَنِ ، وَ مُسَیْلَمَةِ الْکَذَّابِ بِالْیَمَامَةِ ، مِنَ الْاَحْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَالْاَقْوَالِ الْبَارِدَةِ ، مَا عَلِمَ کُلُّ ذِیْ لُبٍّ وَ فَهْمٍ وَ حِجًی اَنَّهُمَا کَاذِبَانِ ضَالَّانِ ، لَعَنَهُمَا اللّٰهُ ، وَ کَذٰلِکَ کُلُّ مُدَّعٍ لِذٰلِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُخْتَمُوْا بِالْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعلان فرمایا، اور اسکے رسول ﷺ نے اپنی متواتر احادیث میں ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ دنیا جان لے کہ آپ ﷺ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے، بہتان تراش ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، گمراہ کن ہے، خواہ خوارق اور شعبدے دکھاتا رہے، اور مختلف قسم کے جادو، طلسم اور تماشے دکھاتا رہے، یہ سب کچھ اہل عقل کے نزدیک محال اور گمراہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یمن میں اسود عنسی کے ہاتھ پر اور یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ہاتھ پر فاسد احوال اور میٹھے اقوال جاری کردیے، اس سارے کچھ کے باوجود اہل علم وفہم اور سوجھ بوجھ والوں نے ان دونوں کو جھوٹا اور گمراہ سمجھا، اللہ کی ان دونوں پر لعنت ہو۔ بالکل اسی طرح قیامت کے دن تک جو شخص بھی

نبوت کا دعویٰ کرے گا اسکے بارے میں یہی حکم ہے، حتیٰ کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا سلسلہ دجال پر جا کر ختم ہوگا (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۷)۔

ختم نبوت کا اعلان کتبِ سابقہ میں

حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں گیا اور عیسائیوں کے ہر عبادت خانے میں پہنچا۔ میں نے قبطی اور رومی تمام اُسْقُف (بڑے پادریوں) سے پوچھا کہ محمد ﷺ کی کیا صفت آپ لوگوں کی کتابوں میں مرقوم ہے؟

میں نے قبطیوں میں سے ابو یحنس کے عبادت خانے (کنیسہ) کے اسقف کو دیکھا۔ یہ شخص اپنی پانچ وقت کی نماز نہایت محنت سے پڑھتا تھا اور لوگ اسکے پاس اپنے مریضوں کو دعا کیلئے کثرت سے لا رہے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا: اَخْبِرْنِیْ هَلْ بَقِیَ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ؟ مجھے بتاؤ کیا کوئی نبی آنا باقی رہ گیا ہے؟ اس نے کہا نَعَمْ هُوَ آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ اَحَدٌ الخ ہاں وہ آخری نبی ہے عیسیٰ بن مریم اور اسکے درمیان کوئی نبی نہیں ،ہمیں عیسیٰ نے اسکی اتباع کا حکم دیا ہے، وہ نبی امی عربی ہے اسکا نام احمد ہے (الوفا صفحہ ۴۵)۔

یہودی کہا کرتے تھے: یُبْعَثُ بِمَکَّةَ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ وَ لَمْ یَبْقَ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ غَیْرُهٗ یعنی وہ مکہ میں آئیگا، اسکا نام احمد ہوگا اور اسکے سواء کوئی نبی باقی نہیں بچا (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۵)۔

بنو قریظہ اور بنو نضیر کے احبار یوں کہا کرتے تھے: اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ مُهَاجَرُهٗ اِلٰی یَثْرِبَ یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اس کا نام احمد ہوگا اور اس کی ہجرت یثرب کو ہوگی (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۷)۔

نجومی یوں کہا کرتے تھے: هٰذَا نَجْمٌ قَدْ طَلَعَ بِمَوْلِدِ اَحْمَدَ وَهُوَ نَبِیٌّ آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ مُهَاجَرُهٗ اِلٰی یَثْرِبَ یعنی اس دفعہ فلاں ستارہ احمد کی جائے ولادت کے اوپر طلوع ہوا ہے، وہ نبی آخر الانبیاء ہے اور اس کی ہجرت یثرب کو ہوگی (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۸)۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بُصریٰ کے عبادت خانے میں گیا۔ وہاں کے راہب نے پوچھا آپ لوگوں میں کوئی شخص حرم کا رہنے والا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ اس نے کہا مکہ میں احمد آچکا ہے؟ میں نے کہا کون احمد؟ اس نے کہا عبد المطلب کا بیٹا۔ یہی

اس کا شہر ہے جہاں وہ ظاہر ہوگا۔ وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَآءِ وہ آخری نبی ہوگا حرم سے اٹھے گا اور نخلستان وحرہ کی طرف ہجرت کرے گا۔

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں واپس مکہ گیا تو میں نے لوگوں سے پوچھا کیا کوئی نیا واقعہ ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں محمد بن عبداللہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے اور ابوبکر اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ میں ابوبکر سے ملا، انہیں ساری بات بتائی اور ان سے پوچھا کیا تم ان کا ساتھ دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، تم بھی چلو اور ان کا ساتھ دو، وہ حق کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور راہب والی بات عرض کی (الوفا صفحہ ۵۶)۔

اس قسم کی احادیث کثرت سے موجود ہیں جو ابونعیم، حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابن سعد وغیرہ نے بھی بیان کی ہیں۔

ختم نبوت کا انکار شانِ رسالت کا بھی انکار ہے

آخری نبی ہونے میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مضمر ہے۔ مسلم شریف کی حدیث فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوراً وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ میں بھی اسی کی تصریح موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاقب اور حاشر ہونے میں بھی اسی کی وضاحت ہے۔ هٰذَا ابْنُکَ أَحْمَدُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ میں یہی راز پوشیدہ ہے۔ بُدِئَ بِيَ فِي الْخَيْرِ وَ كُنْتُ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ میں اسی کی جھلک ہے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہہ کر شفاعت کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی جائے گی۔ یہ تمام احادیث پہلے باحوالہ گزر چکی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ خَطَبَ الْأَنْبِيَآءَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَرْسَلَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَجَعَلَ أُمَّتِيْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ أُمَّتِيْ هُمُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَشَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَ وَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ وَرَفَعَ لِيْ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَخَاتِمًا ثُمَّ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِلْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِهٰذَا فَضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ

كَذَا فِي الشِّفَا[دلائل النبوة للبيهقي ۲/۳۹۷ الیٰ ٤٠١ ، الشفاء ١ / ١١٠،١٠٩]۔

ترجمہ: معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے جب تمام انبیاء علیہم السلام کو خطاب کیا تو فرمایا: سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر حق اور باطل میں تمیز کرنے والا قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے اور میری امت کو پہلا اور آخری بنایا ہے اور میرے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور مجھ پر سے میرا بوجھ اتار دیا ہے اور میرے لیے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے آغاز کرنیوالا اور اختتام کرنیوالا بنایا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء علیہم السلام کو فرمایا: انہی وجوہات کی بنا پر محمد تم پر فضیلت لے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اَلنَّاسُ عِبَادُ اللہِ فَاَوْلَاھُمْ اَنْ یَّکُوْنَ مُقَدَّماً اَقْرَبُھُمْ بِخِیَرَۃِ اللہِ لِرِسَالَتِہٖ وَ مُسْتَوْدِعُ اَمَانَتِہٖ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ خَیْرُ خَلْقِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ : مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یعنی لوگ اللہ کے بندے ہیں، ان میں سب سے آگے نکلنے کا حقدار وہ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت کے لیے اختیار کرنے میں سب سے زیادہ قرب عطا فرمایا ہو، اور اپنی امانت کا امین بنایا ہو، اور خاتم النبیین بنایا ہو، اور وہ رب العالمین کی تمام مخلوق میں سے افضل ہو، اور وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کتاب الام جلد۴ صفحہ ۱۷۰)۔

کسی بھی عظیم ہستی کی آمد کا اعلان سب سے پہلے کیا جاتا ہے لیکن اسے اسٹیج پر دعوت سب سے آخر میں دی جاتی ہے۔ اسی جہت سے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول بھی ہیں اور آخر بھی ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

ختم نبوت پر تمام صحابہ کا اجماع

سید المرسلین رؤف رحیم ﷺ کے وصال شریف کے فوراً بعد سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے خلافت سنبھالی تو مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ بن خویلد اسدی تینوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

آپ ﷺ نے ان سب کے خلاف فوجی کارروائی فرمائی۔ مسیلمہ اور اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا اور طلیحہ نے توبہ کر لی (البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۱۹)۔

ان معرکوں میں بے شمار صحابہ شہید ہوئے اور ان مدعیانِ نبوت کے خلاف اتنی بڑی کارروائی پر تمام صحابہ کا اجماع منعقد ہوا بلکہ سب نے زبان سے بڑھ کر تلوار کے ذریعے تائید فرمائی۔

صحابہ کرام کے بعد ہر دور میں پوری امت کا اجماع رہا

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں فرماتے ہیں: هٰذِهِ الْاَلْفَاظُ عِنْدَ جَمَاعَةِ عُلَمَآءِ الْاُمَّةِ خَلَفاً وَ سَلَفاً مُتَلَقَّاةٌ عَلَى الْعُمُوْمِ مُقْتَضِيَه نَصّاً اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ ﷺ یعنی آیت کے یہ الفاظ اگلے پچھلے تمام تر علماء کے نزدیک اور ہر دور کے علماء کے نزدیک اپنے مکمل عموم پر محمول ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیت آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر نص ہے (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۳)۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَخْبَرَ ﷺ اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَاَخْبَرَ عَنِ اللهِ تَعَالٰی اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّهٗ اُرْسِلَ كَافَّةً لِلنَّاسِ وَ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی حَمْلِ هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰی ظَاهِرِهٖ وَاَنَّ مَفْهُوْمَهُ الْمُرَادُ بِهٖ دُوْنَ تَاوِيْلٍ وَلَا تَخْصِيْصٍ وَلَا شَكَّ فِیْ كُفْرِ هٰؤُلَآءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعاً وَّ اِجْمَاعاً وَّ سَمْعاً

یعنی حضور کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر ہم تک پہنچائی ہے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کا مرادی مفہوم یہی ہے، اس میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں اور منکرین کے کفر میں قطعاً اور اجماعاً کوئی شک نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اِنَّ الْاُمَّةَ فَهِمَتْ بِالْاِجْمَاعِ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ وَ مِنْ قَرَائِنِ اَحْوَالِهٖ اَنَّهٗ فُهِمَ عَدَمُ نَبِیٍّ بَعْدَهٗ اَبَداً وَّ عَدَمُ رَسُوْلِ اللهِ اَبَداً وَّ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ تَاوِيْلٌ وَّلَا تَخْصِيْصٌ یعنی بے شک امت نے اجماعی طور پر ان الفاظ سے اور آپ ﷺ کے احوال کے قرائن سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ابد تک کوئی نبی نہیں اور ابد تک کوئی

رسول نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں ہے اور کوئی تخصیص نہیں ہے (الاقتصاد فی العقائد صفحہ ۱۲۵)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اِعْلَمْ اَنَّ الْاِجْمَاعَ قَدِ انْعَقَدَ عَلیٰ اَنَّهُ ﷺ خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ کَمَا اَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ یعنی جان لو کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ جس طرح خاتم النبیین ہیں اسی طرح خاتم المرسلین بھی ہیں (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: دَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا ﷺ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۴)۔

بائبل میں گواہی

زبور کے الفاظ یہ ہیں کہ: تیرا تخت ابد الآباد تک قائم رہے گا (زبور نغمہ نمبر ۴۴)۔

یہ نغمہ دراصل نبی کریم ﷺ کی طویل نعت ہے اور اس کا یہ جملہ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

ختم نبوت پر عقلی دلائل

۱۔ نبی کریم ﷺ سب سے افضل نبی ہیں اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ افضل نبی کو آخر میں ہی آنا چاہیے تھا۔ کسی جلسے کے لیے اشتہار چھاپا جائے تو سب سے بڑے عالم کا نام سب سے اوپر اور نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن جب خطابات کی باری آئے تو سب سے بڑے عالم کو سب سے آخر میں بلایا جاتا ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیّٖنَ فِی الْخَلْقِ وَ آخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ یعنی میں بنائے جانے کے لحاظ سے سب سے پہلا نبی ہوں اور بھیجے جانے میں سب سے آخر ہوں (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۸، جامع صغیر صفحہ ۴۰۰، کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۵)۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج جسمانی نصیب ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء کو معراج روحانی نصیب ہوئی تھی اور کسی نے اپنے رب کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اب جب کہ اللہ کریم جل شانہ کا مشاہدہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور اللہ کریم کے بارے میں اس سے بڑھ کر کسی نئی اطلاع کا امکان ہی باقی نہ رہا تو لامحالہ ختم نبوت کا اعلان کر دیا گیا۔

۳۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے آ جانے کے بعد اب کسی ایسی شخصیت کا آنا جس پر ایمان لانا کفر اور اسلام کا میعار ہو، آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے منافی ہے۔ ایسے نئے شخص کا آنا جسے کوئی شخص مان کر مومن رہے اور کوئی اس کا انکار کر کے کافر ہو جائے، اس امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ زحمت ہو گا اور حضور ﷺ کی رحمت کے ہوتے ہوئے اس امت کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر کے زحمت سے دو چار کرنے کے مترادف ہو گا۔

۴۔ معلمِ کائنات ﷺ کی تعلیمات اس قدر ہمہ پہلو اور ہمہ گیر ہیں کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی پہنچ سے باہر نہیں۔ وضو استنجا سے لیکر گھریلو، معاشرتی اور بین الاقوامی سطح تک تعلیمات موجود ہیں۔ ایسی وسیع تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آخر کیا ضرورت ہے؟

۵۔ امت کو اگر کوئی جدید مسئلہ درپیش ہو تو اسے قرآن و سنت کی روشنی میں حل کرنے کے لیے اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھلا ہے۔ اجتہاد قیاس و استنباط کا جاری و ساری ہونا ختمِ نبوت کا نہایت شفاف اور واضح ثبوت ہے۔

۶۔ آپ ﷺ مکہ جیسے مرکزی شہر میں تشریف لائے۔ مکہ کا لفظی معنی ہے مرکز۔ دنیا کا نقشہ دیکھ لیجیے۔ یہ شہر افریقہ، یورپ اور ایشیاء کی سرحد پر موجود ہے۔ اس کے دور مغرب میں امریکہ اور دور مشرق میں اسٹریلیا موجود ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ سُمِّیَتْ بِذَالِکَ لِاَنَّھَا فِیْ وَسْطِ الْاَرْضِ اس کا نام مکہ اس لیے ہے کہ یہ دنیا کے وسط میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کو دنیا کے وسط میں اس لیے مبعوث کیا گیا تا کہ آپ کی آواز دنیا کے چاروں طرف یکساں رفتار کے ساتھ پہنچ سکے اور دنیا کے کسی گوشے میں مزید کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہے۔

۷۔ آپ ﷺ کے تشریف لاتے ہی کاغذ ایجاد کر دیا گیا۔ پیغام رسانی کے لیے ڈاک سسٹم آپ کے بعد ہی شروع ہوا اور آج مواصلاتی نظام اس قدر آگے جا چکا ہے پوری دنیا ایک ہی گاؤں کی مانند بن کر رہ گئی ہے جسے گلوبل ویلج Global Village کا نام دیا جا رہا ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ ایک ہی گاؤں میں کتنے نبیوں کی ضرورت ہو سکتی ہے؟

۸۔ ختمِ نبوت پر قرآنی آیات، اس موضوع پر بے شمار احادیث، صحابہ اور پوری امت کا اجماع اور کثیر عقلی دلائل آپ نے پڑھے۔ جس قوم کے پاس ختمِ نبوت کے موضوع پر اس قدر دلائل موجود

ہوں، غور فرمایئے کیا وہ قوم ختمِ نبوت کا عقیدہ رکھنے میں حق بجانب نہیں؟

ختمِ نبوت کا ثبوت مرزا قادیانی کے اپنے بیانات سے

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، اَلا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰى نَبِيَّنَا ﷺ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اِسْتِثْنَاءٍ، وَ فَسَّرَهٗ نَبِيُّنَا فِيْ قَوْلِهٖ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ بِبَيَانٍ وَاضِحٍ لِّلطَّالِبِيْنَ؟ یعنی آیت خاتم النبیین کی روشنی میں تم نہیں جانتے کہ رب رحیم شان والے نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے لا نبی بعدی کے بیان سے اسکی تفسیر کردی ہے جو طالب علموں کے لیے واضح بیان ہے (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)۔

خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے: میں اپنے والد کے لیے خاتم الولد تھا، میرے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۳)۔

مرزا قادیانی اگر خاتم الولد بمعنی آخری بچہ ہیں تو پھر آیت خاتم النبیین میں بھی خاتم بمعنی آخری تسلیم کرنا پڑے گا اور یہاں خاتم بمعنی مہر اور خاتم بمعنی انگوٹھی اور خاتم بمعنی افضل کی ہیرا پھیریاں نہیں چل سکیں گی۔

ایک مقام پر لکھتا ہے کہ: میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آسمانی فیصلہ صفحہ ۳، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۱۳)۔

لیکن دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ: مجھے صاف طور پر محمد اور رسول کہہ کر پکارا گیا ہے (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۷)۔

مرزا کے یہ متضاد بیانات نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کے قابل ہے۔ یہ باتیں اس قدر پیچیدہ ہیں کہ مرزا کے ماننے والے خود بھی انہیں نہیں سمجھ سکے اور مرزا کی امت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک قادیانی گروپ جو اسے نبی مانتا ہے اور دوسرا لاہوری گروپ جو اسے نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مہدی اور مجدد مانتا ہے۔

قادیانی سوالوں کے جوابات

قادیانیوں کا پہلا سوال:۔ عربی زبان کے محاورہ کے مطابق خاتم النبیین کے معنی سب سے افضل اور بزرگ ترین نبی کے ہیں۔ جس کی کامل اتباع سے امت میں نبوت مل سکتی ہو۔ قرآن کی متعدد آیات اور احادیث یہی مفہوم بیان کرتی ہیں۔

جواب:۔ آپ کی اس بات میں کئی غلطیاں اور خرابیاں ہیں۔ آپ نے بڑے اعتماد کے ساتھ عربی زبان کے محاورے میں خاتم کا معنی افضل اور بزرگ ترین قرار دے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کی احادیث سے بھی منہ موڑا ہے۔ ہم سب باتوں کا باحوالہ جواب عرض کرتے ہیں:

عام لغت سے حوالہ جات

۱۔ صحاح العربیہ میں ہے کہ: خَتَمَ اللّٰہُ لَہٗ بِخَیْرٍ اللہ اس کا خاتمہ بالخیر کرے۔ وَخَتَمْتُ الْقُرْآنَ بَلَغْتُ آخِرَہٗ میں نے قرآن ختم کیا یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

۲۔ لسان العرب میں ہے کہ: خِتَامُ الْقَوْمِ وَخَاتَمُھُمْ وَخَاتِمُھُمْ آخِرُھُمْ یعنی قوم کے آخری فرد کو خاتم القوم کہتے ہیں۔

۳۔ القاموس المحیط میں ہے کہ: خَتَمَ الشَّیْئَ ،بَلَغَ آخِرَہٗ کسی چیز کو ختم کیا یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

۴۔ المنجد میں ہے کہ: اَخْتَمَ الْکِتَابَ کتاب کے خاتمہ پر پہنچنا۔

لغت کے ان تمام حوالہ جات میں کہیں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا گیا بلکہ آخری کیا گیا ہے۔

۵۔ دنیا میں قرآنی لغت کی سب سے اچھی کتاب مفردات راغب میں اس لفظ کا استعمال مختلف آیات میں دکھایا گیا ہے اور ہر جگہ سیاق وسباق کی روشنی میں اس کا الگ معنی بیان کیا گیا ہے، اور اصول بھی یہی ہے کہ کسی بھی لفظ کے معنی کے تعین میں اس لفظ کا آگا پیچھا ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ امام راغب علیہ الرحمۃ قرآن میں مختلف مقامات پر ختم کے مختلف معانی لکھتے ہیں اور آیت خاتم النبیین پر

پہنچے ہیں تو لکھا ہے کہ: خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ : لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ اَیْ تَمَّمَهَا بِمَجِيْئِهٖ یعنی خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنے آ جانے کے بعد اسے تمام کر دیا (مفردات راغب صفحہ ۱۴۲)۔ یہاں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں بلکہ آخری، ختم کرنے والا اور تمام کرنے والا ہے۔

تفاسیرِ قرآن سے حوالہ جات

۱۔ علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: اَیْ خَتَمَ النُّبُوَّةَ وَطَبَعَ عَلَيْهَا ، فَلَا تُفْتَحُ لِاَحَدٍ بَعْدَهٗ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی نبوت ختم کر دی اور اس پر ایسی مہر لگا دی کہ اب قیامت کے دن تک کسی کے لیے نہیں کھلے گی۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کا قول لکھتے ہیں: اَیْ آخِرُهُمْ یعنی خاتم سے مراد آخری ہے۔

آگے لکھتے ہیں کہ خاتم کا معنی ہے انبیاء کو ختم کرنے والا اور خاتَم کا معنی ہے آخِرُ النَّبِيِّيْنَ (تفسیر ابنِ جریر طبری جلد ۱۲ صفحہ ۲۰)۔

۲۔ معروف درسی کتاب جلالین جو عرصہ دراز سے مدارس میں پڑھائی جا رہی ہے، اس میں ہے کہ: خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ : فَلَا يَكُوْنُ لَهٗ اِبْنٌ رَجُلٌ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ نَبِيًّا وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ التَّاءِ كَآلَةِ الْخَتْمِ اَیْ بِهٖ خُتِمُوْا یعنی آپ خاتم النبیین ہیں لہٰذا آپ ﷺ کا کوئی بیٹا جوانی تک نہ پہنچا جو آپ ﷺ کے بعد نبی ہوتا۔ ایک قراءۃ تا کی زبر کے ساتھ بھی ہے جیسے ختم کا آلہ ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعے انبیاء ختم کیے گئے۔

اس کے فوراً بعد وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا کے تحت لکھتے ہیں کہ بِاَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَاِذَا نَزَلَ السَّيِّدُ عِيْسٰی يَحْكُمُ بِشَرِيْعَتِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے (جلالین صفحہ ۳۵۵)۔

۳۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ : وَذٰلِكَ لِاَنَّ النَّبِیَّ الَّذِیْ يَكُوْنُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ اِنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنَ النَّصِيْحَةِ وَالْبَيَانِ يَسْتَدْرِكُهٗ مَنْ يَّاْتِیْ بَعْدَهٗ ، وَاَمَّا مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ اَشْفَقَ عَلٰی اُمَّتِهٖ وَاَهْدٰی لَهُمْ وَاَجْدٰی ، اِذْ هُوَ كَوَالِدٍ لِوَلَدِهِ الَّذِیْ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهٗ مِنْ اَحَدٍ یعنی نبی کریم ﷺ خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ جس نبی کے بعد کسی

دوسرے نبی نے آنا ہوا گر وہ نصیحت اور بیان میں سے کوئی چیز ترک کر جائے تو بعد میں آنے والا اس کمی کو پورا کر دیتا ہے، لیکن جس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر سب سے زیادہ شفیق اور ان کے لیے سب سے بڑا ہادی ہوگا، وہ ان کے لیے اس باپ کی طرح ہے جو اپنی اولاد کا اکیلا ذمہ دار ہو (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱)۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ علماء نے ختم نبوت کا عقیدہ واضح کرنے میں کیا کمی چھوڑی ہے؟

۴۔ بیضاوی میں ہے کہ: خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَآخِرُهُمُ الَّذِيْ خَتَمَهُمْ اَوْ خُتِمُوْا بِهٖ وَلَا يَقْدَحُ فِيْهِ نُزُوْلُ عِيْسٰى بَعْدَهٗ لِاَنَّهٗ اِذَا نَزَلَ كَانَ عَلٰى دِيْنِهٖ مَعَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَنَّهٗ آخِرُ مَنْ نُبِّئَ یعنی خاتم النبیین کا معنی ہے آخری نبی، جس نے انہیں ختم کیا یا اسکے ذریعے سے نبی ختم کیے گئے۔ یہ بات نزولِ عیسیٰ کے خلاف نہیں، اسلیے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کے دین پر ہوں گے، نیز ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)۔

۵۔ البحر المحیط میں ہے کہ: خَتَمَهُمْ اَيْ جَآءَ آخِرَهُمْ یعنی نبیوں کو ختم کیا کا معنی ہے ان کے آخر میں آئے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

آگے لکھتے ہیں: رُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْفَاظٌ تَقْتَضِيْ نَصًّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يُتَنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَلَا يَرُدُّ نُزُوْلُ عِيْسٰى آخِرَ الزَّمَانِ لِاَنَّهٗ مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ وَ يَنْزِلُ عَامِلًا عَلٰى شَرِيْعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی آپ ﷺ سے ایسے شفاف الفاظ مروی ہیں جو نص کے طور پر تقاضا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا۔ یہ بات آخری زمانے میں نزولِ عیسیٰ کے خلاف نہیں اس لیے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنا دیے گئے تھے اور جب نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدی پر عمل کریں گے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

۶۔ خازن میں ہے: خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النُّبُوَّةَ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدَهٗ اَيْ وَلَا مَعَهٗ اِنَّ عِيْسٰى مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ یعنی خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کر دیا ہے لہٰذا آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں اور نہ ہی آپ کے ساتھ کوئی نبی تھا اور عیسیٰ

علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

اس کے حاشیہ پر تفسیر مدارک موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ بِمَعْنَى الطَّابِعِ اَیْ آخِرُهُمْ يَعْنِي لَا يُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهُ وَ عِيْسٰى مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهُ یعنی خاتم کا معنی طابع یعنی آخری ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (مدارک علی ہامش خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

۷۔ روح المعانی میں ہے کہ: كَوْنُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ الْكِتَابُ وَ صَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَ اَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ فَيُكَفَّرُ مُدَّعِي خِلَافَهُ وَ يُقْتَلُ اِنْ اَصَرَّ یعنی آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ان چیزوں میں سے ہے جسکے بارے میں کتاب نے بول کر بتایا ہے اور سنت نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے، لہٰذا اسکے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر بعض نہ آئے تو اسے قتل کیا جائے گا (روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۳)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: وَ الْخَاتَمُ اِسْمُ آلَةٍ لِمَا يُخْتَمُ بِهِ كَالطَّابِعِ لِمَا يُطْبَعُ بِهِ فَمَعْنٰى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ الَّذِيْ خُتِمَ النَّبِيُّوْنَ بِهِ وَ مَآلُهُ آخِرُ النَّبِيِّينَ یعنی خاتم اسم آلہ ہے جس سے ختم کیا جائے، جیسے طابع ہوتا ہے جس سے طبع کیا جائے، لہٰذا خاتم النبیین وہ ہوا جسکے ذریعے سے نبیوں کو ختم کیا گیا اور اس سے مراد آخر النبیین ہے (روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۳)۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِكَوْنِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ اِنْقِطَاعُ وَصْفِ النُّبُوَّةِ فِيْ اَحَدٍ مِنَ الثَّقَلَيْنِ بَعْدَ تَحَلِّيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ هٰذَا النَّشْاَةِ یعنی آپ علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس دنیا میں جلوہ افروز ہو جانے کے بعد ثقلین میں سے کسی ایک کا بھی وصفِ نبوت سے متصف ہونا منقطع ہو چکا ہے (روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۳)۔

مفسرین کی عبارات کو بار بار پڑھیے، ہر ایک کا انداز جداگانہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا۔ نیز خاتم کا معنی صاف لفظوں میں آخری لکھا اور فرمایا کہ قیامت تک اس مہر کو توڑا نہیں جا سکتا۔ نیز نزولِ مسیح کو ختم نبوت کے منافی سمجھنے والوں کا منہ بند کر دیا، نیز خاتم کا معنی آخری لکھا، نیز امام رازی علیہ الرحمہ نے عقلی طور پر بھی خاتم بمعنی آخری ثابت کر دیا

اور بعد میں کسی نے نبی کو ماننا باپ بدلنے کے مترادف قرار دیا۔

عربی زبان کا قاعدہ

عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ خاتم کی اضافت جب جماعت کی طرف ہو تو اس سے مراد ہمیشہ آخری چیز ہوتی ہے۔ النبیین چونکہ جماعت ہے لہٰذا خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہوں گے۔

مرزا قادیانی کا اعتراف

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: میرے بعد میرے والدین کے گھر کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۷۹)۔

مرزا قادیانی نے خاتم الاولاد کا معنیٰ آخری بچہ لکھ کر ایسا واضح اعتراف کیا ہے کہ قادیانی قیامت تک اس عذاب سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ،اَلا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِیْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰی نَبِیَّنَا ﷺ خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ بِغَیْرِ اِسْتِثْنَاءٍ ، وَ فَسَّرَہٗ نَبِیُّنَا فِیْ قَوْلِہٖ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ بِبَیَانٍ وَاضِحٍ لِلطَّالِبِیْنَ ؟ یعنی آیت خاتم النبیین کی روشنی میں تم نہیں جانتے کہ رب رحیم شان والے نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے لا نبی بعدی کے بیان سے اسکی تفسیر کر دی ہے جو طالب علموں کے لیے واضح بیان ہے (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)۔

نیز فرمائیے آپ نے نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث نقل کرنے سے کیوں گریز کیا؟ اور صرف لغت کا سہارا کیوں لیا؟ جن احادیث سے آپ نے آنکھیں چرائی ہیں ان میں سے اکثر احادیث ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور اسی پر امت کا اجماع ہے اور یہی اسلام کے بنیادی ماخذ ہیں جو قادیانیت کو ٹھکرا رہے ہیں اور خاتم کا معنیٰ آخری بتا رہے ہیں۔

قادیانیوں کا دوسرا سوال: اگر خاتم النبیین میں الف لام استغراقی ہو تو اس استغراق میں خود نبی کریم ﷺ بھی شامل ہوں گے۔ اس طرح آپ ﷺ کا خود اپنے لیے خاتم ہونا بھی لازم آئے گا جو آپکی اپنی نبوت کی نفی کر دے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ الف لام استغراقی نہیں بلکہ عہد خارجی کے لیے ہے۔

جواب: اس استغراق میں سے آپ ﷺ کا استثناء عقلی ہے۔ اگر بالفرض خاتم بمعنی افضل ہو تو پھر بھی تمہارا یہی اعتراض اس پر بھی قائم رہے گا کہ آپ اپنے آپ سے افضل ہوں۔ اس کی بے شمار مزید مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً سید المرسلین کی اضافت پر تمہارا یہی فضول سوال وارد ہو گا، اول الانبیآء آدم پر بھی سوال اٹھے گا، خیر الخلائق بعد الانبیاء کے بارے یہی نالائق سوال اٹھاؤ گے!

ثانیاً اگر الف لام استغراقی نہ مانا جائے تو پہلے تین انبیاء علیہم السلام کے بعد ہر نبی کا خاتم النبیین ہونا لازم آئے گا اور یہ خاتمیت اضافی ہوگی یعنی کچھ نبیوں کا خاتم۔

ثالثاً خاتم النبیین میں الف لام کا عہد خارجی کے لیے ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ عہدی خارجی ہو تو یا تو ان انبیاء کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہوں گے جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے مثلاً حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام، یا یہ خاتمیت ان انبیاء کی بہ نسبت ہوگی جن کا ذکر وصفِ قبلیت کے ساتھ ہوا ہے مثلاً مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا (الزخرف: ۴۵)، یا یہ خاتمیت ان انبیا میں سے کسی خاص جماعت کے لحاظ سے ہوگی جیسے عاد اور ثمود کی طرف بھیجے جانے والے انبیاء کی مخصوص جماعت کا ذکر اس آیت میں ہے: صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ، إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ (فصلت: ۱۳،۱۴)۔ یا وہ گروہِ انبیاء مراد ہوگا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے جن کا ذکر اس آیت میں ہے (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ (البقرۃ: ۸۷)، یا بنی اسرائیل کے خاص انبیاء مراد ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ (المائدہ: ۳۲)، یا اصحاب القریہ کے انبیا مراد ہوں گے جیسے اس آیت میں ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ (یسین: ۱۳)۔

اب بتایئے الف لام عہدی خارجی کا تعلق کون سے گروہِ انبیا سے جوڑیں گے، کس دلیل سے جوڑیں گے اور باقی سارے امکانات کو چھوڑ کر ان میں سے کسی ایک امکان کو ترجیح کس بنا پر دیں گے اور قرآن کا مفہوم متعین کیسے ہوگا؟

روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہاں الف لام عہدی خارجی کا ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہاں صرف ''ال'' استغراقی ہی ممکن ہے اور اس جگہ وہی استغراق مراد ہے جیسے ان آیات میں ہے

وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (البقرہ:۱۳۶)،
وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ (البقرہ:۱۷۷)،
كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ (البقرہ:۲۸۵)۔

رابعاً اگر یہ الف لام استغراقی نہیں تو پھر بتاؤ صاحب کتاب نبی کیوں نہیں آسکتا؟

قادیانیوں کا تیسرا سوال: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو خاتم المحدثین کہا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ آخری محدث نہیں ہیں بلکہ اس کا مطلب افضل محدث ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین کو سمجھیں۔

جواب: آپ نے غلط کہا، خاتم المحدثین کا معنی سب سے افضل محدث نہیں ہے اور نہ ہی شاہ عبدالعزیز صاحب تمام سابقہ محدثین سے افضل ہیں۔ بلکہ بعد والے اگلوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح خاتم المحدثین کا معنی محدثین کی مہر بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ شاہ صاحب کی مہر سے دوسرے محدثین خصوصاً سابقہ محدثین ہرگز تیار نہیں ہوئے۔

ثانیاً یہ تو محض ایک لوگوں کا دیا ہوا لقب ہے جسے لوگوں نے اپنے محدود علم اور حسن ظن کی بناء پر انہیں اپنے زمانے کے محدثین کے اعتبار سے دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقت پر مبنی ہوتا ہے، اس کا علم محدود بھی نہیں ہے اور اس کے کلام کو انسانی محاوروں پر قیاس کرنا تحریف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کی تصریح موجود ہے مگر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں کوئی نہیں کہتا خَاتَمُ الْمُحَدِّثِيْنِ لَا مُحَدِّثَ بَعْدَهُ۔

اگر خاتم النبیین کا معنی افضل نبی ہوتا تو جن علماء کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں ان کے نزدیک وہی خاتم النبیین بھی ہوتے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت متفق علیہ ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خاتمیت کا کوئی قول نہیں ملتا، معنی اس کا کچھ بھی ہو۔ بلکہ جن لوگوں کے نزدیک سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بمعنٰی افضلیت کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ماننا پڑے گا، جبکہ افضلیت ابراہیم علیہ السلام کا قول اگرچہ غلط ہے مگر اس کے قائل کو کافر کسی نے نہیں کہا۔

اگر بالفرض خاتم النبیین سے مراد آخری نبی نہیں ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

صاحب کتاب نبی کی آمد کی نفی کس دلیل سے کرو گے؟ صرف مرزا قادیانی ہی کیوں؟ ہزاروں انبیاء اوروہ بھی صاحب کتاب انبیاء کیوں نہیں؟

قادیانیوں کا چوتھا سوال: ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

جن پر انعام ہوا وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح (النساء:۶۹)۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم لوگ صالحین کی راہ پر چل کر صالح بن سکتے ہیں، شہداء کی راہ پر چل کر شہید بن سکتے ہیں۔ صدیقین کی راہ پر چل کر صدیق بن سکتے ہیں تو پھر نبیوں کی راہ پر چل کر نبی کیوں نہیں بن سکتے؟

جواب: ہم نے آپ کے سامنے حدیثوں کے صاف الفاظ بیان کیے ہیں کہ حضور کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ کیا یہ الفاظ غلط ہیں؟ پھر یہ بھی بتائیں کہ کیا کسی آیت میں یا کسی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں ہیں۔ یا آپ ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے؟

صاف الفاظ کا جواب صاف الفاظ سے دیجیے۔ ہیرا پھیری سے نہیں۔ اب ایک طرف صاف الفاظ ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ دوسری طرف آپ دو مختلف آیتوں کو جوڑ کر "چونکہ چنانچہ" کے ذریعے ایک نتیجہ پیدا کر رہے ہوں تو بتایئے ترجیح کون سی بات کو دی جائے؟

ثانیاً بتایئے! کیا کسی آیت یا حدیث میں ہے کہ آئندہ کوئی صالح نہیں ہوگا یا آئندہ کوئی شہید نہیں ہوگا یا آئندہ کوئی صدیق نہیں ہوگا؟

ثالثاً آیت میں اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ کے الفاظ ہیں۔ آیت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی سنگت اور رفاقت کی بات ہو رہی ہے۔ اب ان کا مرتبہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک الگ بحث ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے (توبہ:۴۰)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ تم قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی (بخاری:۶۱۵۳، مسلم:۶۷۱۵)۔ اسی آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں: وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا یعنی یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔ یہ الفاظ معیت کے الفاظ سے بھی زیادہ واضح ہیں اور ہیرا پھیری نہیں چلنے دیتے۔

رابعاً ہم آپ کو قرآن میں دکھا دیتے ہیں کہ صدیقین، شہداء اور صالحین کا مرتبہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور نبوت کا مرتبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی وہ لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسکے رسولوں پر، وہی لوگ اپنے اللہ کے ہاں صدیق اور شہید ہیں (سورۃ حدید: ۱۹)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ہم انہیں صالحین میں داخل کریں گے (سورۃ عنکبوت: ۹)۔

ان دونوں آیتوں کو دوبارہ غور سے پڑھ لیں، ان میں صاف تصریح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق، شہید اور صالح بنا جا سکتا ہے، لیکن مقام نبوت کے حصول کے بارے میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں بلکہ اس کا حصول آیت خاتم النبیین اور لا نبی بعدی جیسی احادیث کی روشنی میں ناممکن ہے۔

خامساً اگر اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے نبوت مل سکتی تو خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان ضرور نبوت حاصل کر چکے ہوتے جن کو اسی اتباع واطاعت کی وجہ سے اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ جو نہ صرف اللہ اور اسکے رسول کے مطیع تھے بلکہ پوری امت کے مطاع ٹھہرے۔ اگر قادیانی کہیں کہ نبوت اللہ کے فضل سے ملتی ہے اور اللہ کے فضل کا فیصلہ کسی صحابی کی نبوت کے حق میں نہیں تھا تو ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ نے ہمارے منہ کی بات کہہ دی، اب مان لو کہ نبوت اطاعت سے بھی نہیں ملتی اور اسکے حصول کے لیے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ آیت پڑھنا بالکل بے جا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

سادساً اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت ثوبان ؓ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر صبر نہیں ہوتا تھا، ایک دن وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، رنگ بدلا ہوا تھا اور چہرے پر غم کے آثار تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا مَا غَيَّرَ لَوْنَكَ تیرا رنگ کس چیز نے بدلا ہے؟ عرض کیا مجھے کوئی مرض یا درد نہیں ہے، سوائے اسکے کہ جب میں آپ کا دیدار نہیں کرتا تو شدید بے چینی اور بے قراری لاحق

ہو جاتی ہے، پھر مجھے آخرت یاد آتی ہے تو ڈرنے لگتا ہوں کہ وہاں آپ کو نہ دیکھ سکا تو کیا بنے گا؟ اس لیے کہ آپ انبیاء کے بلند مرتبے پر ہوں گے۔ اور میں اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو آپ سے نیچے والی منزل میں ہوں گا، اور جنت میں داخل ہی نہ ہو سکا تو ابد تک آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن جریر حدیث: ۱۴۸۷، اسباب النزول للواحدی صفحہ ۱۵۸، تفسیر بغوی صفحہ ۵۵۹)۔ اس سے ملتی جلتی حدیث المصنف جلد ۷ صفحہ ۴۴۰ پر بھی موجود ہے۔

سابعاً اگر بفرض محال اس آیت سے نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہو تو پھر صرف ظلی اور بروزی نبوت ہی کیوں؟ مستقل اور صاحب کتاب نبی کا آنا بھی ثابت ہو جائے گا جو کہ خود قادیانی دعوے کے خلاف ہے۔

قادیانیوں کا پانچواں سوال:۔ بعض لوگ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا قرآن کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ زوجہ رسول ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر ہرگز یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جواب:۔ تھوڑی سی حاضر دماغی کے ساتھ قادیانیوں کا سوال دوبارہ پڑھیے، آپ کو ہنسی آ جائے گی۔ سوال میں نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا گیا ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگلے جملے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ یعنی لا نبی بعدہ مت کہو۔

قادیانی حضرات بتائیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہو۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول آپ نقل کر رہے ہیں کہ لا نبی بعدی مت کہو۔ یہ تضاد آپ نے کیوں کھڑا کیا؟

ثانیاً آپ نے کہا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا معنی قرآن کے خلاف مت کرو۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کہا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سرے سے ہی مت کہو۔ بتایئے ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

ثالثاً کتابوں میں اس قول کی توجیہ موجود ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (تکملہ مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲)۔ آپ

اس بات کو کیوں ہضم کر گئے۔

رابعاً آپ نے اس سوالنامے میں ملا محمد طاہر گجراتی کی کتاب مجمع البحار کا حوالہ خود بھی دیا ہے۔ مجمع البحار کے اسی صفحے پر لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیشِ نظر فرمائی ہے، آپ نے ساری بات کیوں نہ لکھی اور دیانت داری سے کام کیوں نہ لیا؟

خامساً آپ کو حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مفہوم قرآن کے خلاف نظر آنے لگا مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول حضور کریم ﷺ کی احادیث کے خلاف کیوں نظر نہ آیا۔

سادساً قادیانیوں کے اس سوال کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیشِ نظر کہی گئی ہے اور اگلے علماء خود ان باتوں کی وضاحت کر چکے ہیں۔

سابعاً قادیانیوں نے خود درِ منثور کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحے پر اسی عبارت کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کی طرف سے یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ فَاِنَّا کُنَّا نُحَدِّثُ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ خَارِجٌ فَاِنْ ھُوَ خَرَجَ فَقَدْ کَانَ قَبْلَہٗ وَ بَعْدَہٗ یعنی ہم لوگ حدیثیں بیان کرتے تھے کہ عیسی علیہ السلام آنے والے ہیں، اگر وہ آ گئے تو وہ حضور ﷺ سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے (درِ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)۔

ثامناً درِ منثور کی یہ عبارت جسے آپ نے چھپایا تھا، بتا رہی ہے کہ یہ قول نزولِ مسیح کے پیشِ نظر فرمایا گیا ہے۔ نیز قادیانیوں کے لیے ایک مصیبت مزید کھڑی ہو گئی کہ اس میں جس عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے مانا گیا ہے اسی کو بعد میں بھی مانا گیا ہے، جس سے مرزا صاحب کی نبوت کی نفی ہو گئی۔

تاسعاً خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَا یَبْقٰی بَعْدِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ شَیْءٌ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ الحدیث یعنی میرے بعد نبوت میں سے کچھ نہیں بچا سوائے سچے خوابوں کے (مسندِ احمد جلد ۶ صفحہ ۱۴۶)۔

عاشراً آخر میں قادیانی مذہب کے پیشوا محمد علی لاہوری کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ قادیانیوں کے اس فرقے کا بانی ہے جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مجدد تسلیم کرتا ہے۔ لاہوری صاحب لکھتے ہیں: ایک قول حضرت عائشہ صدیقہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں

قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (بیان القران جلد۳ صفحہ ۱۵۱۶)۔ آگے محمد علی صاحب لمبی بحث کرتے ہیں اوراس قول کی سخت تردید کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے سوال میں ایک جملہ یہ ہے کہ: ''بعض لوگ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا قرآن کریم کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں''۔ قادیانیوں کی ہیرا پھیری صاف نظر آ رہی ہے کہ حضور کریم ﷺ کی امت کے سو فیصد لوگوں کو بعض لوگ کہہ دیا ہے۔ ہر مفسر اور ہر محدث نے اس حدیث کا وہی معنی بیان کیا ہے جو قادیانیوں کو قرآن کے خلاف نظر آ رہا ہے۔ دراصل وہ قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قادیانیوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ ہم کئی کتابوں کے حوالہ سے پوری امت کا اجماع نقل کر چکے ہیں۔

قادیانیوں کا چھٹا سوال: حدیث میں ہے کہ: لَوْ عَاشَ اِبْرَاھِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (ابن ماجہ: ۱۵۱۱)۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اجراء ثابت ہوا۔

جواب: یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے یہ اسی طرح ہے جیسے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا (ترمذی: ۳۶۸۶)۔

یہی وضاحت چند سطریں اوپر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے۔

ثانیاً جو حدیث آپ نے پیش کی ہے اس سے فوراً پہلے والی حدیث اس طرح ہے: حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ: لَوْ قُضِیَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیٌّ لَعَاشَ اِبْنُہٗ وَ لٰکِنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ یعنی اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اللہ کو منظور ہوتا تو آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم ضرور زندہ رہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں (ابن ماجہ: ۱۵۱۰) اب بتائیے! آپ نے حدیث نمبر ۱۵۱۰ کیوں چھوڑ دی اور صرف ۱۵۱۱ کیوں پکڑ لی؟

ثالثاً یہی حدیث بخاری شریف میں بھی موجود ہے: مَاتَ صَغِیْرًا لَوْ قُضِیَ اَنْ یَّکُوْنَ

بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ اِبْنُهٗ ، وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ یعنی وہ بچپن میں فوت ہو گئے، اگر اللہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی منظور ہوتا تو آپ کے بیٹے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری:۶۱۹۴)۔

رابعاً سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ: وَ لَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا وَ لٰكِنْ لَمْ يَكُنْ لِيَبْقٰى ، لِاَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے لیکن وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے اس لیے کہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں (الاستیعاب صفحہ۷۰)۔

خامساً صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اس وضاحت کو قرآن کے الفاظ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کے ساتھ رکھ کر سمجھیں۔ اولاد امجاد میں سے صرف رجال کی نفی؟ قرآن کیا بتانا چاہتا ہے؟ اور پھر اسی سے متصل وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؟ اولادِ نرینہ کا ختم نبوت سے کیا تعلق؟

اگلے زمانوں میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ نبی کی اولاد میں نبوت جاری ہوئی۔ معروف حدیث ہے اَلْكَرِيْمُ بْنُ الْكَرِيْمُ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ، يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (بخاری:۳۳۸۲)۔

قرآن نے اولادِ نرینہ کی نفی ختم نبوت کے حوالے سے کر دی ہے۔ اب اس حدیث کو سمجھنا کیا مشکل رہ گیا؟ اس حدیث میں بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بالغ ہو کر نبی بن جانے کو ختم نبوت کے منافی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ تصریح فرماتے ہیں کہ: لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ وَ صَارَ نَبِيًّا لَزِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَبِيُّنَا خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی اگر حضرت سیدنا ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کے ہو کر نبی بن جاتے تو لازم ہوتا کہ ہمارے نبی خاتم النبیین نہ رہیں (الموضوعات الکبیر صفحہ۹۹)۔

واضح ہو گیا کہ جس طرح لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ ختم نبوت کی دلیل ہے بالکل اسی طرح لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے اور ہماری دلیل کو قادیانی اپنی دلیل بنائے پھرتے ہیں۔

سادساً سیدنا انس بن مالک ؓ کے الفاظ نَبِیُّکُمْ آخِرُ الْاَنْبِیَآءِ کے الفاظ قابل غور ہیں۔ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْم میں ایک مفروضہ بیان ہوا ہے مگر اس کی وضاحت میں حضرت انس ؓ کی طرف سے آخر الانبیاء کی تصریح موجود ہے، یہ کوئی مفروضہ نہیں۔ خاتم کا معنی بیان کرتے وقت قادیانیوں نے جتنی چکر بازیاں کی ہیں صحابی نے آخر کا لفظ بول کر سب کچھ دھو کر رکھ دیا۔ تصریحات اور قطعیات کے مقابلے پر شبہات اور ظنیات کا سہارا لینا عیسائیوں کی بھی پرانی عادت ہے بلکہ ہر باطل طبقے کا یہی طرزِ استدلال ہوا کرتا ہے۔

سابعاً یہ ساری بحث اس صورت میں ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے، لیکن اس حدیث کے بارے میں علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور سراسر باطل ہے۔ امام المحدثین، والصوفیاء الملہمین حضرت امام نووی قدس سرہ فرماتے ہیں: وَاَمَّا مَا رُوِیَ عَنْ بَعْضِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ: لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا، فَبَاطِلٌ وَجَسَارَةٌ عَلَی الْکَلَامِ فِی الْمُغَیَّبَاتِ، وَمُجَازَفَةٌ، وَهُجُوْمٌ عَلیٰ عَظِیْمٍ مِنَ الزَّلَّاتِ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ یعنی وہ جو کسی متقدم سے روایت کیا گیا ہے کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا، تو یہ باطل ہے اور غیبی امور کے معاملے میں جسارت ہے، اور بغیر سوچے سمجھے ایک بے تکی بات ہے، اور ایک نہایت بلند درجہ کی پھسلن ہے (تہذیب الاسماء واللغات جلد ۱ صفحہ ۱۴۰)۔

امام نووی کے ان الفاظ پر غور کیجیے، کس قدر جاندار الفاظ کے ساتھ اور مکمل اعتماد کے ساتھ اس حدیث کے ثبوت کا انکار فرما رہے ہیں۔ یہی الفاظ کئی دوسرے محدثین نے بھی نقل کر کے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

قادیانیوں کا ساتواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَا بَنِی آدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ الآیۃ اے بنی آدم جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے رسول آئیں (الاعراف: ۳۵)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک نسل آدم باقی ہے سلسلہ انبیاء جاری رہے گا۔

جواب: اس طرح تو صاحبِ کتاب انبیاء کا سلسلہ بھی ماننا پڑے گا جو آپ کے اپنے موقف کے ہی خلاف ہے۔ اس آیت میں رسل کا لفظ ہے جو اسی بات کی تائید کرے گا اور دوسری جگہ فَاِمَّا

یَـاْتِیَنَّکُمْ مِنِّی ھُدًی (البقرۃ:۳۸) میں ھُدًی کالفظ نئی کتاب کی طرف واضح اشارہ کررہا ہے۔اب آپ خود بھی اسی آیت میں پھنس گئے۔

ثانیاً صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ آپ نے یہ آیت سیاق وسباق سے کاٹ کر بیان کی ہے۔ یہ سورۃ اعراف کی آیت ہے جس کے شروع میں ہی سیدنا آدم علیہ السلام کا قصہ موجود ہے۔دیکھوسورۃ اعراف آیت نمبر ۱۱ سے لے کر ۲۵ تک یہی قصہ موجود ہے اوراس سے فوراً بعد والی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا: یَا بَنِی آدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ ۔پھر چلتے چلتے آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا: یَا بَنِی آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ۔پھر چلتے چلتے آیت نمبر ۳۵ میں فرمایا: یَا بَنِی آدَمَ إِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ ۔یہ ہے وہ آیت جسے آپ نے سابقہ پوری صورتِ حال سے نکال کر غلط مفہوم پہنا دیا۔صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ یہ خطاب سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانۂ نزول کے اعتبار سے ہے جنکے بعد اس دنیا میں بے شمار رسولوں نے آنا تھا اور کتابوں نے اترنا تھا۔اور قادیانیوں نے قرآنی مضمون کی طوالت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

ثالثاً اسکی وضاحت تفسیر ابن جریر طبری کی اس روایت میں بھی موجود ہے۔امام طبری علیہ الرحمہ اپنی مکمل سند کیساتھ ابوسیار سلمی کا قول نقل کرتے ہیں کہ: إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ آدَمَ وَ ذُرِّیَّتَهٗ فِی کَفِّهٖ فَقَالَ: یَا بَنِی آدَمَ إِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِنْکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم اور انکی اولاد کو اپنے دستِ قدرت پر رکھ کر یہ خطاب فرمایا تھا (ابن جریر جلد ۵ جزءدوم صفحہ ۱۹۵، حدیث نمبر: ۱۱۳۱۲)۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے بعد جدید سے جدید ہدایت کا سلسلہ جاری رہا إِمَّا یَـاْتِیَنَّکُمْ مِنِّی ھُدًی (البقرۃ:۳۸)۔اور وقتاً فوقتاً رسول علیہم السلام بھی تشریف لاتے رہے إِمَّا یَـاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ (سورۃ اعراف:۳۵)۔بالآخر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اور قرآنِ مجید کا نزول ہوا اور آیت خاتم النبیین (احزاب:۴۰) کے ذریعے سلسلۂ انبیاء کے ختم ہونے کا اعلان کردیا گیا، بات ختم۔

رابعاً ہم آپ کو نہایت سنجیدگی سے قرآن پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں، دیکھیے! قرآن شریف میں کسی بھی جگہ یَا اَیُّھَا النَّاس یا پھر کسی بھی جگہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کے خطاب

کے بعد انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا ذکر نہیں ملے گا۔ صرف یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ کے بعد یہ الفاظ موجود ہیں، جس سے دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ یہ خطاب محبوب کریم ﷺ کے زمانے یا اسکے بعد کے زمانے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ابتدائے آدمیت کے اعتبار سے وارد ہوا ہے۔

قادیانیوں کا آٹھواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ یعنی اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسولوں کو اور انسانوں میں سے (الحج: ۷۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک انسانوں میں سے رسول بھیجتا رہے گا۔

جواب: قادیانیوں نے پھر اپنے لیے مصیبت بنالی۔ اس لیے کہ ان کے اس استدلال سے صاحب کتاب رسولوں کا بھی قیامت تک آتے رہنا ثابت ہو جائے گا اور ختم نبوت کے خلاف جو پھاٹک کھلے گا اس میں سے صرف مرزا قادیانی ہی نہیں گزر پائیں گے بلکہ ان گنت صاحب کتاب انبیاء کا سلسلہ بھی نہیں رک سکے گا۔

ثانیاً آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ: ولید بن مغیرہ منافق نے کہا تھا: ءَاُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا (ص: ۸) یعنی ہم اتنے سارے لوگوں میں سے اسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہی قرآن کیوں اترا ہے؟ کفار کا خیال یہ بھی تھا کہ کوئی بشر رسول نہیں ہو سکتا۔ اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول فرشتے بھی ہو سکتے ہیں اور انسان بھی۔ اور رسولوں کو چننا تم لوگوں کا کام نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے ہیں۔ آیت کے اگلے الفاظ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ میں اسی طرف اشارہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (انعام: ۱۲۴)۔ تفصیل کے لیے دیکھو (ابن جریر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۰، قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۹۰، بغوی جلد ۳ صفحہ ۲۳۳، البحر المحیط جلد ۶ صفحہ ۴۷۴، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۵ وغیرہ)۔ واضح ہو گیا کہ اس آیت کا تعلق نبوت کے انتخاب سے ہے نہ کہ اجراء سے۔

ثالثاً بالفرض اس آیت میں سلسلہ انبیاء کا ذکر ہو بھی تو آیت ختم نبوت کے ذریعے اس سلسلے کا اختتام ثابت ہو جانے کے بعد اس سے استدلال باطل ٹھہرا۔

قادیانیوں کا نواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (آل

عمران:۸۱)۔یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا۔ یہ وعدہ مرزا قادیانی کے بارے میں تھا۔اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ وعدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تھا تو ہم دوسری آیت دکھاتے ہیں جس میں تصریح موجود ہے کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی وعدہ لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا (احزاب:۷)۔یہ وعدہ مرزا قادیانی کے لیے لیا گیا تھا اور یہ وعدہ دینے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔

جواب: قرآن وسنت اور مفسرین ومحدثین کے اقوال میں کہیں یہ تصریح نہیں ملتی کہ یہ وعدہ مرزا قادیانی سے متعلق تھا۔ ثانیاً ابو جہل، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ اگر یہی بات کرتے یا پھر آج کوئی بھی سر پھرا شخص اٹھ کر یہ کہہ دے کہ یہ وعدہ میرے متعلق تھا، تو بتاؤ آپ اسے کیا جواب دو گے؟ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

ثالثاً ہم بتاتے ہیں کہ یہ وعدہ کس چیز سے متعلق تھا۔ اسی آیت سے اگلے الفاظ پڑھیے جنہیں آپ ہڑپ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَن صِدْقِهِمْ (احزاب: ۸)۔ہم نے یہ وعدہ اس لیے لیا تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کے بارے میں پوچھے۔

ابھی بھی کوئی چکر چلانے کا شوق سوار ہو تو نہایت بنیادی تفسیر ابن جریر سے وضاحت لیجیے! فرماتے ہیں: اَخَذْنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَنْبِيَاءِ مِيثَاقَهُمْ كَيْمَا اَسْاَلَ الْمُرْسَلِيْنَ عَمَّا اَجَابَتْهُمْ بِهِ اُمَمُهُمْ ، وَمَا فَعَلَ قَوْمُهُمْ فِيْمَا بَلَّغُوْهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ مِنَ الرِّسَالَةِ یعنی ہم نے ان تمام انبیاء سے وعدہ لیا تاکہ ہم رسولوں سے پوچھیں کہ انکی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا اور انکی قوم نے کیا ردِعمل کیا انکے رب کی طرف سے تبلیغ کے معاملے میں (ابن جریر طبری جلد ۱۱ جزء ۲ صفحہ ۱۳۵)۔ یہی بات تمام مفسرین نے مختلف الفاظ میں لکھی ہے مثلاً بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۴، قرطبی ۱۴/۱۱۶، بیضاوی ۲/۲۴۰، تفسیر کبیر ۹/۱۵۹، ابن کثیر ۳/۶۳۶ وغیرہ۔

رابعاً اس آیت نمبر ۷ کے بارے میں تمام مفسرین یہی لکھ رہے ہیں کہ: اَنْ يُّصَدِّقَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا یعنی تمام انبیاء سے وعدہ لیا گیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے (ابن جریر

جلد ۱۱ جزء دوم صفحہ ۱۳۴، بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۴)۔

قرطبی کے الفاظ بڑے شفاف اور زبردست ہیں۔ فرماتے ہیں: اَیِ اَخَذَ عَلَیْھِمْ اَنْ یُعْلِنُوا اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، وَ یُعْلِنَ مُحَمَّدٌ اَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ یعنی اللہ نے تمام نبیوں سے وعدہ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کریں اور ﷺ اس بات کا اعلان کریں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۶)۔ اس عبارت کو بار بار پڑھیے امام قرطبی نے منکرین کو رگڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ ہماری دلیل کو منکرین نے اپنی دلیل بنا رکھا ہے۔

خاصا خود محبوب کریم ﷺ سے اس اخذِ میثاق سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَ آخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ (ابن جریر حدیث ۲۱۶۰۹، بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۴، دیلمی ۴۸۵۰۱، ابو نعیم جلد ۱ صفحہ ۶، ابن عدی جلد ۳ صفحہ ۳۷۳، قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۶، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۵، ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۸)۔ یہ ہے آیت میں نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے رکھنے کا سبب۔ واضح ہو گیا کہ قادیانی لوگ اپنے مرزا کی صداقت کی قسم پہلے ہی اٹھائے بیٹھے ہیں اور بعد میں قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآن کو اپنے مخالف دیکھ کر خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ خبط کی انتہا یہ ہے کہ ختم نبوت کی دلیل کو اجرائے نبوت پر دلیل بنا لیتے ہیں۔

قادیانیوں کا دسواں سوال: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں، کیا تم میں عقل نہیں (یونس:۱۶)۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اعلان نبوت سے پہلے اتنا عرصہ لوگوں میں ٹھہرے رہے، تم ان کا اس وقت کا کوئی عیب بیان کرو۔ اعلان نبوت کے بعد وہ کس طرح یکا یک برے آدمی بن گئے؟

جواب: آپ نے آیت کا دوسرا ٹکڑا پڑھا ہے، پہلا حصہ نہیں پڑھا، مکمل آیت پڑھو اور غور سے سمجھو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰکُمْ بِہٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:۱۶) یعنی فرما دو اگر اللہ چاہتا تو میں قرآن کو تمہارے سامنے تلاوت نہ کرتا اور اللہ تمہیں اس کا علم نہ دیتا، تو میں نزول قرآن سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں۔

مکمل آیت پڑھنے سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے کا ذکر ہے اور اُمی ہونے یعنی کسی انسان کا شاگرد نہ ہونے کے باوجود اس قدر فصیح وبلیغ کلام پیش کرنے کو آپ کی نبوت کی دلیل بنایا گیا ہے۔

بات بڑی آسانی سے طے ہوگئی کہ چونکہ نبی کریم ﷺ نے کسی انسان سے نہیں پڑھا لہٰذا یہ آیت آپ ﷺ کے حق میں فٹ بیٹھتی ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے انسان سے پڑھا ہے بلکہ بہت سے اساتذہ سے پڑھا ہے لہٰذا یہ آیت قادیانی کے حق میں فٹ نہیں بیٹھتی۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا.......... بعد اسکے جب میں سترہ اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا.......... بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں (کتاب البریہ ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)۔

مرزا قادیانی کے متعدد اساتذہ کا ذکر آپ ان کی اپنی زبانی پڑھ چکے ہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اساتذہ کو اپنا نوکر بھی سمجھتا تھا۔ مرزا اس مقدس ہستی کے منصب پر فائز ہونا چاہتا ہے جس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے: اَلرَّحْمٰنُ ، عَلَّمَ الْقُرْآنَ (الرحمٰن: ۲،۱) اور فرماتا ہے: عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی (النجم: ۵) اور فرماتا ہے: وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (النساء: ۱۱۳) اور فرماتا ہے: سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی (الاعلیٰ: ۶)۔

لہٰذا جب ہم قادیانیوں کے اس قسم کے لایعنی سوالات کا جواب دینا پڑتا ہے تو وقت کے ضیاع کا احساس شدت سے دامن گیر ہوتا ہے مگر کیا کیجیے کہ عوام کے ایمان کو بچانے کی کوشش کرنا ہماری مجبوری ہے۔

مرزا قادیانی دوسرے مقام پر لکھتا ہے: میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے ان کا

مقولہ تھا کہ وباء کا علاج فقط تولا اور تبرّی ہے۔ پہلے ائمہ اہل بیت کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہ کرام کو گالیاں دیتے رہنا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)۔

سرِ راہ ایک لطیفہ بھی پڑھ لیجیے! مرزا قادیانی لکھتا ہے: میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴)۔

اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ مرزا کا یہ بیان حلفی ہے، اور مرزا خود لکھتا ہے: وَالْقَسَمُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْخَبَرَ مَحْمُولٌ عَلَى الظَّاهِرِ لَا تَاوِيْلَ فِيْهِ وَلَا اِسْتِثْنَاءَ یعنی قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس میں کوئی تاویل اور استثناء نہیں (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۹۲)۔

نیز آیت فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ میں قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب کا ہمارے امی نبی ﷺ کی زبان پر جاری ہونا مذکور ہے اور فصاحت و بلاغت سیکھنے کے لیے ضروری نہیں کہ تورات، زبور اور قرآن کسی استاد سے پڑھے جائیں بلکہ صرف، نحو اور بلاغت وغیرہ سے ہی فصاحت پیدا ہوتی ہے۔ مرزا نے اگر بالفرض قرآن و حدیث کسی سے نہیں پڑھے تو کیا ہوا؟ اس کا صرف، نحو اور فارسی اساتذہ سے پڑھنا اور پھر اعجاز المسیح لکھ کر فصاحت کا چیلنج دینا اس کی صراحتاً تکذیب کر رہا ہے۔

ثانیاً ہم اس مسئلے کو مفسرین کی زبانی بھی واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ جھوٹے کو اس کے انجام تک پہنچا کر چھوڑیں۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَالَعَ كِتَابًا وَلَا تَلَمَّذَ لِاُسْتَاذٍ وَلَا تَعَلَّمَ مِنْ اَحَدٍ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا تھا، کسی استاد کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی اور کسی ایک انسان سے بھی علم حاصل نہیں کیا تھا (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)۔

علامہ ابو حیان اندلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: رَجُلٌ اُمِّيٌّ لَمْ يَتَعَلَّمْ وَلَمْ يَسْتَمِعْ وَلَمْ يُشَاهِدِ الْعُلَمَاءَ سَاعَةً مِنْ عُمْرِهٖ یعنی امی ہستی۔ جنہوں نے کسی سے نہیں پڑھا اور کسی سے نہیں سنا اور اپنی عمر میں ایک لمحہ بھی علماء کی محفل میں نہیں گزارا (البحر المحیط جلد ۵ صفحہ ۱۷۷)۔

اس کے برعکس مرزا قادیانی سے یہ ساری شاگردیاں اور صحبتیں ثابت ہیں۔ اگر کسی قادیانی میں معمولی سی بھی انصاف کی رمق ہے تو ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ ایمان افروز بیانات پڑھ کر ضرور لرز جائے گا اور قادیانیت سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔

ثالثاً حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ شریف میں ایک عمر گزارنا کس انداز سے تھا اور اس کے برعکس مرزا قادیانی کا عمر گزارنا کس انداز سے ہے۔ فرق ملاحظہ کیجیے!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ کے لوگ صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی بھی معروف تھی اور آپ کا کردار بھی ہر کسی کے لیے سراپا اعتماد تھا۔ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ: وَ قَدْ بَلَغَ بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً تَطَّلِعُوْنَ عَلٰی اَحْوَالِهٖ وَ لَا یَخْفٰی عَلَیْکُمْ شَیْءٌ مِنْ اَسْرَارِهٖ یعنی میرا نبی تمہارے درمیان چالیس سال کی عمر تک پہنچا ہے، تم اس کے احوال پر مطلع ہو اور اس کا کوئی راز تم پر مخفی نہیں (البحر المحیط جلد ۵ صفحہ ۱۷۷)۔ کَانُوا عَالِمِیْنَ بِاَحْوَالِهٖ یعنی وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے آگاہ تھے (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)۔

اب دوسری طرف مرزا قادیانی کا حال اس کی اپنی زبانی ملاحظہ کریں لکھتا ہے:

اس بات کو عرصہ قریباً بیس برس کا گزر چکا ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا، یہ الہام ہوا: اَنْتَ وَجِیْهٌ فِیْ حَضْرَتِیْ اَخْتَرْتُکَ لِنَفْسِیْ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ یعنی تو میری نگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لیے چنا، تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت آ گیا ہے کہ تو پہچانا جائے اور لوگوں میں عزت کے ساتھ مشہور کیا جائے (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۴)۔

مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا عبارت کو غور سے دوبارہ پڑھیے۔ ایک ایک جملے پر توجہ دیجیے! مرزا قادیانی کو دعوائے نبوت کے زمانے اور مذکورہ بالا الہام ہو جانے تک کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس الہام کے بعد ان کے پہچانے جانے اور مشہور ہونے کا وقت آیا۔ ایسے شخص کا اپنے حق میں فَقَدْ

لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً پڑھنا پاگل پن ہے کہ نہیں؟ مرزا کے اس الہام میں پائے جانے والے کفریات ایک علیحدہ بحث ہے۔

رابعاً محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے اپنی سابقہ عمر اور سیرت و کردار کو اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یکا یک کفار کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیتی ہوئی عمر اور معروف کردار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کر کے کفار کو حیران کر دیا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص یہی دلیل اپنے حق میں پیش کرتا ہے تو اس کی یہ حرکت لامحالہ منصوبہ بندی اور سرقہ یعنی چوری کہلائے گی۔

خامساً مرزا قادیانی خود اعتراف کرتے ہیں کہ دعوائے نبوت سے پہلے انگریز کے ملازم رہے، ان کا وقت بے ہودگی میں گزرا اور ان کا باپ ان سے ناراض رہا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقتِ عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۲)۔

قادیانی کی اس تحریر پر غور کیجیے۔ یقیناً جناب نے ابھی بچ بچا کر ہی لکھا ہوگا۔ جب اعتراف اس حد تک جا پہنچا ہے کہ انگریز کی نوکری، بے ہودہ کاموں میں بہت سے وقت کا ضائع ہونا اور والد صاحب کی اکثر ناراضگی مان لی گئی تو حقیقت حال اس سے کتنی آگے ہوگی؟ اور اب ایسے شخص کا مدعی نبوت ہونا کس قدر ظلم ہے اور پھر قَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً سے اس کا اپنی نبوت پر استدلال کس قدر ستم بالائے ستم اور مضحکہ خیز ہے؟

سادساً اگر اس آیت سے مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال درست ہے تو پھر وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ (یٰس: ۶۹) سے استدلال کرتے ہوئے ہم بھی مرزا قادیانی کو انکی شاعری کی وجہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہیں۔ اگر شاعری کرنا نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق نہیں تو

پھر مرزا قادیانی کے اپنے اصول کے مطابق مرزا کی شاعری اسے جھوٹا ثابت کر رہی ہے۔ یاد رکھو! نبی ہمیشہ خوبصورت ہوتا ہے جبکہ مرزا اس نعمت سے عاری ہے، نبی شاعر نہیں ہوتا جبکہ مرزا شاعر ہے، نبی کا کوئی استاد نہیں ہوتا جبکہ مرزا کے کئی استاد ہیں، نبی متضاد نہیں بولتا جبکہ مرزا کی تضاد بیانیاں کثیر التعداد ہیں، نبی فحش گو نہیں ہوتا جب کہ مرزا کی کتابیں گالیوں سے لبریز ہیں۔

قادیانیوں کا گیارھواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ. لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ یعنی اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ دیتے (الحاقہ: ۴۴ تا ۴۶)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹے نبی کی رگ گردن کاٹ دی جاتی ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کی رگ گردن نہیں کاٹی گئی لہٰذا ان کا سچا نبی ہونا ثابت ہوا۔

جواب: اس آیت میں یہ قاعدہ مذکور نہیں جسے آپ نے کھینچ نکالا ہے۔ اس آیت کو دوبارہ غور سے پڑھیں، فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہمارا یہ محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی جھوٹی بات گھڑ کے ہماری طرف منسوب کرے تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ دیں۔

گویا اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی بات ہو رہی ہے۔ پھر آپ ﷺ کے دعوائے نبوت کی صداقت یا عدم صداقت کی بات بھی نہیں ہو رہی ہے بلکہ سچی نبوت کا اعلان کر چکنے کے بعد نزول قرآن کے دوران اپنی طرف سے کوئی آیت گھڑ کر قرآن میں داخل کرنے کی بات ہو رہی ہے۔

اب بھی یقین نہ آئے تو اس سے فوراً پہلے والی آیت پڑھ لیں: تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الحاقہ: ۴۳)۔ یعنی یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اب نہ صرف تسلی ہو گئی بلکہ قادیانیوں کی خیانت اور قرآن میں قطع و برید بھی ثابت ہو گئی۔

ثانیاً قادیانی سوال میں اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین کا ہے۔ اپنے پیشوا کے اس ترجمے کو دوبارہ دیکھو! لکھتا ہے: ''اگر یہ شخص'' مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر لکھتا ہے: ''ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا'' مراد اپنی طرف سے

کوئی ایک آیت گھڑنا ہے نہ کہ اعلانِ نبوت۔

ثالثاً اگر جھوٹا اعلانِ نبوت کرنے والے کی رگِ گردن کٹنا ضروری ہوتا تو آج تک کے تمام مدعیان کاذبہ کی رگِ گردن کٹ چکی ہوتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب سے لے کر بہاء اللہ ایرانی تک کسی کی رگِ گردن نہیں کٹی۔ اور اگر آپ رگِ گردن کٹنے سے قتل ہونا مراد لیں تو ہم عرض کریں گے کہ بہاء اللہ قتل بھی نہیں ہوا بلکہ طبعی موت مرا اور اسکی امت کہلانے والے اب بھی دنیا میں بلکہ پاکستان میں بھی موجود ہیں۔ انہیں بہائی فرقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ ان سب مدعیانِ نبوت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ۲۳ سال کی مہلت نہیں ملی۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ بہاء اللہ دعوائے نبوت کے بعد تیس سال زندہ رہا۔

بہاء اللہ نے ۱۸۶۳ء میں نبوت کا اعلان کیا اور ۱۸۹۲ء میں بخار کے نتیجے میں طبعی موت کا شکار ہوا (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۳۶، صفحہ ۵۸)۔ یہ پورے تیس سال بنتے ہیں۔

دوسری طرف خود مرزا قادیانی کا حال بھی دیکھنا ہوگا۔ ۲۳ سال کی مہلت اسے خود نہیں ملی۔ مرزا نے ۱۸۹۱ء میں پہلا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں ہیضے کے نتیجے میں چل بسا۔ یہ کل سترہ اٹھارہ سال بنتے ہیں۔ جبکہ اسکے نبوت کے دعویٰ کے بارے میں بھی اسکی امت میں اختلاف ہے۔ لاہوری فرقہ نبی نہیں مانتا بلکہ محض مجدد مانتا ہے اور قادیانی گروپ مرزا کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ یہ اختلاف مرزا کے اپنے متضاد بیانات کی وجہ سے کھڑا ہوا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آسمانی فیصلے صفحہ ۳، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۱۳)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۶)۔

مرزا قادیانی نے یہ رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" ۵ نومبر ۱۹۰۱ء میں لکھا اس رسالہ کے آخر میں یہی تاریخ چھپی ہوئی موجود ہے۔ تصریح دستیاب ہوگئی کہ ۱۹۰۱ء تک ابھی مرزا کے نبوت کا

دعویدار ہونے اور نہ ہونے کے جھگڑے چل رہے تھے کہ جلد ہی ۱۹۰۸ء کا سال جان لیوا ثابت ہوا اور مرزا کی رگِ گردن کٹ گئی۔

قادیانیوں کا بارہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ ، الى قوله تعالىٰ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (جمعہ: ۳،۲)۔اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر ہے اولاً فِي الْأُمِّيِّينَ اور ثانیاً وَآخَرِينَ مِنْهُمْ اور یہی دوسری بعثت مرزا صاحب کی صورت میں ہوئی۔

جواب: اس آیت کا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کا دائرہ قیامت تک وسیع ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات بھی اس دور سے لے کر قیامت تک کو محیط ہیں۔

معروف درسی کتاب بیضاوی میں یہی تفسیر ملاحظہ کریں جو امام بیضاوی علیہ الرحمہ نے چند لفظوں میں بتادی ہے۔ لکھتے ہیں:

(وَآخَرِينَ مِنْهُمْ) عَطْفٌ عَلَى الْأُمِّيِّينَ ، أَوِ الْمَنْصُوبِ فِي يُعَلِّمُهُمْ وَهُمُ الَّذِينَ جَاءُوا بَعْدَ الصَّحَابَةِ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُ وَتَعْلِيمَهُ يَعُمُّ الْجَمِيعَ یعنی آخرین کا عطف امیین پر ہے اس لیے مجرور ہے، یا پھر يُعَلِّمُهُمْ میں هُمْ کی ضمیر پر اس کا عطف ہے اور اس صورت میں یہ منصوب ہے۔ آخرین میں مراد وہ امت ہے جو صحابہ کے بعد قیامت تک ہو گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا دائرہ بھی سب تک وسیع ہے اور تعلیم کا دائرہ بھی سب تک وسیع ہے (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)۔

آیت کے الفاظ اور اسکی اس تفسیر کو بار بار سمجھ لیں اور اسکے بعد مرزا قادیانی کے مذکورہ استدلال کو سمجھیں، انشاءاللہ آپ کو ہنسی آجائے گی کہ شیطان نے کس طرح قرآن میں بگاڑ پیدا کرنے کیلئے مرزا قادیانی کو رکیک حملے سکھائے۔ إِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَاءِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ۔

آیت کے اسی مفہوم کو مختلف مفسرین نے نہایت خوبصورت انداز میں پیش فرمایا ہے مثلاً علامہ ابوحیان اندلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَسْنَدَ تَعْلِيمَ الْآخَرِينَ إِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَجَازاً لِمَا تَنَاسَقَ التَّعْلِيمُ إِلَىٰ آخِرِ الزَّمَانِ وَتَلَا بَعْضُهُمْ بَعْضاً یعنی بعد والوں کی تعلیم کو بھی

آپ ﷺ کی طرف مجازاً منسوب کیا اس لیے کہ اسی تعلیم کا آخری زمانے تک تسلسل رہے گا اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے جائیں گے (البحر المحیط جلد ۸ صفحہ ۲۷۰)۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَیْ یُعَلِّمُھُمْ ، وَ یُعَلِّمُ الْآخَرِیْنَ مِنْھُمْ ، اَیْ مِنَ الْاُمِّیِّیْنَ ، وَجَعَلَھُمْ مِنْھُمْ لِاَنَّھُمْ اِذَا اَسْلَمُوْا صَارُوْا مِنْھُمْ یعنی انہیں تعلیم دیتا ہے اور ان میں سے آخرین کو بھی تعلیم دیتا ہے۔ بعد والوں کو امیوں میں اسلیے قرار دیا ہے کہ جب بعد والے مسلمان ہو جائیں گے تو انہی میں شمار ہوں گے (تفسیر کبیر ۱۰/۵۳۹)۔

تقریباً یہی بات بغوی جلد ۴ صفحہ ۳۸۷ پر بھی ہے۔ امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:
لِاَنَّ التَّعْلِیْمَ اِذَا تَنَاسَقَ اِلٰی آخِرِ الزَّمَانِ کَانَ کُلُّہٗ مُسْنَداً اِلٰی اَوَّلِہٖ یعنی اس لیے کہ جب آپ کی تعلیم کا تسلسل آخری زمانے تک جاری رہا تو سب کی نسبت ابتداء کی طرف ہو گئی (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۸۲)۔

امام آلوسی علیہ الرحمہ کے ایمان افروز الفاظ سنیے!
اِشَارَۃٌ اِلٰی عَدَمِ اِنْقِطَاعِ فَیْضِہٖ ﷺ عَنْ اُمَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ قَدْ قَالُوْا بِعَدَمِ اِنْقِطَاعِ فَیْضِ الْوَلِیِّ اَیْضاً بَعْدَ اِنْتِقَالِہٖ مِنْ دَارِ الْکَثَافَۃِ وَ الْفَنَاءِ اِلٰی دَارِ التَّجَرُّدِ وَ الْبَقَاءِ یعنی اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا فیض قیامت تک اس امت سے منقطع نہیں ہوگا اور علماء نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ولی بھی جب دار الفناء سے دار البقاء کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس کا فیض بھی منقطع نہیں ہوتا (روح المعانی جلد ۱۴ صفحہ ۳۰۴)۔

ثانیاً یہی وہ ایمان افروز آیت ہے جس نے منکرین حدیث کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور اس آیت سے حدیث کی حجیت اور ضرورت قیامت تک کے لیے جاری وساری ثابت ہے اور بلا شبہ منکرین حدیث اور نیچری لوگ اسی راستے سے ہوتے ہوئے قادیانیت تک پہنچتے ہیں۔ یعنی پہلا قدم وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے ثابت ہونے والی حجیت حدیث کا انکار اور دوسرا قدم آخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے مراد نئی بعثت ونئی رسالت۔

رابعاً آخرین کا دور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے اور اگر آخرین کے لیے نئی بعثت مانی جائے تو ہر دور کے آخرین کے لیے قیامت تک بار بار بعثت ماننا پڑے گی اور

قادیانی اس تسلسل سے جان نہیں چھڑا سکیں گے۔ آخر کس اصول سے صرف تیرہ سو سال بعد مرزا قادیانی کی صورت میں اس بعثت کو تسلیم کیا جائے اور باقی صدیوں اور نسلوں کو کیسے محروم رکھا جائے؟

خامسا بعد والی بعثت سے پہلی بعثت کا نسخ لازم آئے گا۔ اسلیے کہ تعلیمات کی موجودگی میں نئی بعثت کی ضرورت نہیں اور اگر نئی بعثت ضروری ہے تو پھر سابقہ تعلیمات کا کیا بنا؟ یہیں سے لا جواب ہو کر قادیانیوں کا لاہوری گروپ مرزا قادیانی کو محض مجدد ماننے لگا۔

سادسا حدیث مرفوع میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ: فِيكُمْ كِتَابُ اللهِ يَتَعَلَّمُهُ الْأَسْوَدُ وَالْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ یعنی تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جسے کالے، گورے اور سفید سب پڑھیں گے (مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۹۳۱)۔ قادیانی اصول کے مطابق لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کالے کی طرف دوسری مرتبہ گورے کی طرف تیسری مرتبہ سفید کی طرف مبعوث ہوں۔ ایک حدیث میں اس طرح بھی ہے: بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ یعنی میں سرخ اور سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۰)۔

سابعاً آیت میں بار بار بعثت کا ذکر نہیں بلکہ مبعوث ہونے والے محبوب کا تعلق مختلف زمانے کے لوگوں کے ساتھ رسول کا ہے، یوں کہو کہ تعدد نفسِ فعل میں نہیں بلکہ اسکے محل اور متعلق میں ہے۔

ثامناً یہ آیت: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اعراف:۱۵۸) کی طرح ہے اور اسی کا عکس حدیث شریف أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مسلم:۱۱۶۷) میں ہے۔ قادیانی قاعدے کے مطابق ہر ہر انسان کی طرف اور ہر ہر نوع مخلوق کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جدا ماننا پڑے گی۔ حالانکہ اس قسم کی آیات اور احادیث ختم نبوت کی دلیل ہیں اور قادیانی لوگ ہماری دلیل کو اپنی دلیل بنا رہے ہیں۔

تاسعاً اگر بفرض محال مرزا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہو تو پھر لازم آئے گا کہ مرزا صاحب شریعت ہو، رحمۃ العالمین ہو اور خاتم النبیین ہو، چلیے اور کچھ نہیں تو مرزا کم از کم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حافظِ قرآن ہی ہوتا۔ اور واضح رہے کہ مرزا قادیانی حافظِ قرآن نہیں تھا۔ اور اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ مرزا نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ بھی کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ! ایں چہ بوالعجبی است

عاشرا حدیث شریف میں ہے کہ: عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ كُنَّا جُلُوساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَأَلَ ثَلَاثاً ، وَ فِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ ، وَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ ، ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ [مسلم حدیث رقم:٦٤٩٨، بخاری حدیث رقم:٤٨٩٧، ترمذی حدیث رقم:٣٩٣٣]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی" بعد میں آنے والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے"۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہ فرمائی حتیٰ کہ میں نے تین بار سوال دوہرایا۔ ہم میں سلمان فارسی بھی تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک سلمان پر رکھا۔ فرمایا: اگر ایمان ثریا پر بھی موجود ہوگا تو ان فارسیوں میں سے ایک شخص وہاں بھی پہنچ جائے گا۔

اس حدیث میں آخَرِينَ مِنْهُمْ سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد والے تمام لوگ ہیں وَ هُمْ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کرنے سے مراد اعاجم کی جنس ہے اس لیے کہ آخرین کا لفظ عرب کے امیوں کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے (کذافی المرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۴) اور حدیث میں کوئی نیا مبعوث نہیں بتایا جا رہا بلکہ مبعوث الیہم بتائے جا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ کے الفاظ ہیں جب کہ بخاری حدیث نمبر ۴۸۹۸، مسلم حدیث نمبر ۶۴۹۸ میں صرف رجال کی تصریح موجود ہے اور ابو نعیم کی حدیث میں یہ زیادت بھی ہے کہ: يَتَّبِعُونَ سُنَّتِيْ وَ يُكْثِرُونَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ اور ابو نعیم کی دوسری حدیث میں بِرِقَّةِ قُلُوبِهِمْ کے الفاظ زائد ہیں (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۷۵۵)۔

دوسری حدیث میں ہے کہ: عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَأَيْتُ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ كَأَنِّي أَنْزِعُ أَرْضًا وَرَدَتْ عَلَيَّ غَنَمٌ سُودٌ وَغَنَمٌ عُفْرٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِيهِمَا ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَنَزَعَ فَاسْتَحَالَتْ

غَرْبًا فَمَلَأَ الْحَوْضَ وَأَرْوَى الْوَارِدَةَ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا أَحْسَنَ نَزْعًا مِنْ عُمَرَ فَأَوَّلْتُ أَنَّ السُّودَ الْعَرَبُ وَأَنَّ الْعُفْرَ الْعَجَمُ یعنی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں خواب میں دیکھا کہ میں کنویں میں سے پانی نکال رہا ہوں اور اس پانی پر کالی اور خاکی رنگ کی بکریاں آ گئیں، میرے بعد ابو بکر آئے اور ایک دو ڈول نکالے اور اس کے پانی نکالنے میں ضعف تھا اللہ اس کی مغفرت کرے، پھر عمر آئے اور اس قدر زور سے پانی نکالا کہ حوض کو بھر ڈالا اور آنے والی بکریوں کو سیراب کر دیا، میں نے کسی سردار کو اس قدر اچھے طریقے سے پانی نکالتے نہیں دیکھا، میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ کالی بکریوں سے مراد عربی ہیں اور خاکی رنگ کی بکریوں سے مراد عجمی لوگ ہیں (مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۸۶۳، ابو یعلیٰ: ۹۰۵)۔

اور یہ حدیث بنیادی طور پر بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے (بخاری حدیث: ۳۶۳۳، مسلم حدیث: ۶۱۹۷)۔ اور اس حدیث میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا عرب اور عجم کی ساری امت کو سیراب کرنا مذکور ہے مگر کیا مجال کہ انہوں نے خود کو حضور کی بعثت ثانیہ قرار دیا ہو۔ یا کسی نے عجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ لی ہو!

تیسری حدیث میں ہے کہ: إِنَّ مِنْ أَصْلَابِ أَصْلَابِ أَصْلَابِ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِي رِجَالًا وَ نِسَاءً مِنْ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ قَرَءَ وَ آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ یعنی میرے صحابہ کی اولادوں کی اولادوں کی اولادوں میں سے مرد اور عورتیں ایسے ہوں گے جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَ آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (ابن ابی حاتم/ اخرجہ الطبرانی کما فی مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۹، ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۷۹)۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ: عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ، وَ إِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ، فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا [ترمذی حدیث رقم: ۲۶۵۰، ابن ماجة حدیث رقم: ۲۴۹]۔ اَلْحَدِيثُ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک

لوگ تمہارے تابع ہوں گے۔ لوگ تمہارے پاس زمین کے کونے کونے سے دین کی فقہ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اچھی تربیت دینا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اللہ کریم کے ارشاد: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً (الفرقان :۷۴) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: اَئِمَّةً نَقْتَدِی بِمَن قَبْلَنَا وَيَقْتَدِی بِنَا مَنْ بَعْدَنَا [بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ]۔

ترجمہ: ہم ان کی پیروی کرتے ہیں جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور ہمارے بعد آنے والوں نے ہماری پیروی کرنی ہے۔

بتائیے! آخرین سے مراد کون ہوئے؟ ہم قرآن کی تفسیر صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں نہ سیکھیں؟ اور اس قدر صریح اور شفاف توضیحات سامنے آ جانے کے بعد کیوں نہ مرزا قادیانی کو مسیلمہ کذاب کی بعثت ثانیہ تسلیم کریں؟

قادیانیوں کا تیرہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهٖ أَحَدًا، إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اللہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا سوائے رسول کے جس پر راضی ہو (جن: ۲۶، ۲۷)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول کے سواء کسی کو غیب نہیں بتاتا۔ چونکہ مرزا صاحب نے غیب کی پیش گوئیاں کی ہیں جو سچ ثابت ہوئیں لہٰذا ان کی بھی نبوت ثابت ہوئی۔

جواب: پیش گوئیوں کا سلسلہ دنیا بھر کے غیر مسلم ہندو، عیسائی، مجوسی، یہودی، سکھ سب کے ہاں جاری وساری ہے۔ آئے دن اخبارات میں خبریں آ رہی ہیں کہ پاکستان میں یہ ہونے والا ہے اور امریکہ میں وہ ہونے والا ہے، زلزلہ آ رہا ہے اور طوفان آ رہا ہے اور ان لوگوں کی متعدد تک بندیاں صحیح بھی نکلتی ہیں۔ بے شمار نجومی، جفری اور بنگالی بابے بہت کچھ بتا دیتے ہیں۔ شریعت کو سمجھنے والوں کے لیے یہ بات سمجھنا بالکل مشکل نہیں کہ ختم نبوت کے اعلان کے بعد کسی کی صحیح پیش گوئی کو اس کی نبوت کی دلیل نہیں سمجھنا چاہیے۔

ثانیاً اگر یہ معیار درست ہے تو پھر مستقل اور صاحب کتاب نبوت کا اجراء بھی ثابت ہو

جائے گا۔

ثالثاً اب ہم مرزا کی پیش گوئیوں کی بھی تفتیش کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی واضح اور شفاف پیش گوئی کرنے کی بجائے ایک مبہم اور بند قسم کی پیش گوئی کر دیتا تھا اور بعد میں اسکے خلاف واقع ہو جانے کے بعد اپنے الفاظ میں تاویلیں شروع کر دیتا تھا۔ مثلاً آتھم عیسائی کے خلاف اس نے پوری کتاب لکھی ''انجام آتھم'' اور کہا کہ آتھم اتنے عرصے کے اندر اندر مر جائے گا۔ لیکن ہوا اس طرح کہ آتھم کو کچھ بھی نہ ہوا۔ مرزا نے تاویل کر کے یوں جان چھڑائی کہ: میں نے کہا تھا اگر آتھم نے توبہ نہ کی تو مر جائے گا۔ لیکن آتھم نے دل ہی دل میں توبہ کر لی ہے اسلیے نہیں مرا (انجام آتھم صفحہ ۱۳)۔

اس کے علاوہ مرزا کی کئی پیش گوئیاں ایسی ہیں جو بالکل ہی جھوٹی نکلیں۔ مثلاً مرزا نے کہا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا۔ مرزا نے لاکھ جتن کیے مگر محمدی بیگم رحمۃ اللہ علیہا نے انہیں دھتکار دیا۔ اور مرزا جی اس بارے بھی تاویلیں کرتے کرتے چل بسے۔

مرزا نے ثناء اللہ امرتسری کی موت کے لیے مدت مقرر کر دی۔ مگر مرزا خود ان سے پہلے مر گیا۔ کسی نے مرزا کی تاریخ موت خوب نکالی ہے:

یوں کہا کرتا تھا مر جائیں گے اور
اور تو زندہ رہے خود مر گیا

اس کے بیماروں کا ہوگا کیا علاج
کالرا سے خود مسیحا مر گیا

(۱۳۲۶ھ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے کرنا اور سورج کو واپس لانا جیسے معجزات ثابت ہیں۔ مگر اس کے مقابلے پر مرزا کے مضحکہ خیز دعاوی آپ اس کتاب کے چوتھے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

رابعاً ایک پیش گوئی ایسی بھی ہے جو مرزا کے خلاف حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی: حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جواب سلام سے مشرف ہونا یہ نعمت

قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی (سیف چشتیائی صفحہ ۱۰۸)۔

یہ پیش گوئی ۱۹۰۱ء میں کی گئی تھی اور مرزا قادیانی کی موت ۱۹۰۸ء میں واقع ہوئی۔ سات آٹھ سال کی مہلت کے باوجود اس پیش گوئی کو جھوٹا ثابت نہ کر سکا۔ جبکہ پیر صاحب نبی ہونے کے نہیں بلکہ نبی کا فقیر ہونے کے دعویدار تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا۔

قادیانیوں کا چودھواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ جَاءَ کُمْ یُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِی شَکٍّ مِمَّا جَاءَ کُمْ بِهٖ حَتّٰی اِذَا هَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (غافر:۳۴)۔

ترجمہ: اور یقیناً تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف نشانیاں لے کر آیا، وہ جو کچھ لے کر آیا تم اس میں شک ہی کرتے رہے حتیٰ کہ جب اس کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اب اس کے بعد اللہ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے زمانے کے نبی کو آخری نبی مانتے رہے ہیں۔ مسلمان بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔

جواب: اس آیت کا تعلق سیدنا یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت سے ہے نہ کہ ہر زمانے سے۔ کم از کم آیت تو غور سے پڑھ لیں!

ثانیاً ان لوگوں کا لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا کہنا محض اپنے جذبات کی بناء پر تھا اور دلیل کے بغیر تھا۔ جب کہ ہمارے پاس ختم نبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں۔ دیکھو امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اِنَّمَا حَکَمُوْا بِهٰذَا الْحُکْمِ عَلٰی سَبِیْلِ التَّشَهِّیْ وَ التَّمَنِّیْ مِنْ غَیْرِ حُجَّةٍ وَّلَا بُرْهَانٍ یعنی ان لوگوں کا یہ فیصلہ دینا محض نفسانی خواہش کی بناء پر تھا اور ان کے پاس کوئی حجت اور برہان نہیں تھی (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۵۱۳)۔

ثالثاً آیت میں لفظ رسول موجود ہے۔ تمہارا اپنا عقیدہ بھی یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی صاحب کتاب نبی نہیں آ سکتا۔ جو الزام آپ لوگوں نے ہم پر دیا ہے وہی الزام تم پر بھی آتا ہے۔

قادیانیوں کا پندرہواں سوال: نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فناء فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت کی چادر ہے۔ میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا ہے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳،۴، مصنفہ مرزا قادیانی)۔

جواب: تعجب ہے کہ مرزا قادیانی صدیقی کھڑکی سے گزر کر نبی بن رہا ہے جب کہ خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی نہ بن سکے۔ معمولی سی سوچ اور انصاف رکھنے والے کے لیے اس ساری رام کہانی کا اتنا سا جواب ہی کافی ہے۔

ثانیاً کیا پوری امت میں مرزا کے علاوہ کوئی صدیق اور کوئی فنافی الرسول نہیں گزرا؟ یہ سلسلہ تصدیق وفنا تو قیامت تک جاری وساری ہے اور بلاشبہ ہر دور میں ان گنت صدیقین اور ان گنت فنافی الرسول ہوئے ہیں اور بعض کو ایسی فنائیت بھی حاصل ہوئی ہے کہ ان کا سایہ بھی گم ہو گیا۔ پھر ان سب کے حق میں ظلی نبوت ثابت ہونے میں کونسا امر مانع ہے؟ قادیانیوں پر لازم ہے کہ مرزا کی واقعی نامعقول باتوں کو نامعقول تسلیم کریں۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ذکر کیا ہے کہ: ایک صحابی نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انکی زیارت کے لیے بے تاب ہوں۔ ام المومنین کے پاس ایک آئینہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ مبارک دیکھ کر کنگھی وغیرہ فرماتے تھے۔ انہوں نے وہ آئینہ اس صحابی کے سامنے رکھ دیا۔ صحابی نے دیکھا کہ آئینے میں انکی اپنی صورت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک نظر آرہی ہے (بہجۃ النفوس شرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۹، روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۰)۔

اس کامل فنائیت کے باوجود کیا مجال کہ صحابی نے کسی قسم کے دعویٰ یا لاف زنی کا ارتکاب کیا ہو: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل: ۸۸)۔

ثالثاً مرزا نے اس فنائیت کے علاوہ مسیحیت کا دعویٰ بھی دائر کر رکھا ہے اور انکا مسیحیت کا دعویٰ بھی مسیحی صفات اور کمالات کی بناء پر ہے۔ لہٰذا پہلے یہ فیصلہ کر لیجیے کہ مرزا قادیانی فنافی الرسول

ہے یا فنافی المسیح ؟ اور کیا واقعی مرزا قادیانی فنائیت کے بعد کمالات محمدیہ اور کمالات مسیحیہ پر مکمل طور پر فائز ہو چکے تھے یا نہیں؟ اور کیا وہ واقعی چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا سکتے تھے؟ اور واقعی مردوں کو زندہ کر سکتے تھے؟ اور کیا اس بارے میں انکی عذر خواہی اور تاویلات قابل قبول ہیں یا نہیں۔

رابعاً یہیں تک بس نہیں ابھی تو مرزا قادیانی مہدویت کے بھی مدعی ہیں جب کہ احادیث میں مسیح اور مہدی کے درمیان واضح ترین امتیازات اور علیحدہ علیحدہ علامات مذکور ہیں۔ آخر آپ کون کون سے پھڈے سے جان چھڑائیں گے؟

خامساً مرزا فنافی الرسول ہونے کے حوالے سے نبوت کا مدعی ہے جب کہ دوسری طرف مہدویت کے حوالے سے اس کا نبی نہ ہونا لازم آتا ہے۔ گویا مرزا بیک وقت بزعم خود نبی ہے بھی اور نہیں بھی۔ اس معمے کا کیا حل؟

سادساً اس سوال میں مرزا کے یہ الفاظ قابل غور ہیں "یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا ہے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا"

ذہین حضرات خدارا توجہ فرمائیں! اس جملے میں مرزا نے خاتم النبیین کا کونسا مفہوم تسلیم کیا ہے؟ بلاشبہ خاتم بمعنی آخری مان گئے ہیں۔ اگر یہی بات تھی تو پھر خاتم بمعنی آخری کے خلاف دلائل کے جھوٹے انبار لگانے کی کیا ضرورت تھی؟

خاتم بمعنی افضل ثابت کرنے کے چکر میں کیوں پڑے رہے؟ اور اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ پر زور لگانے کی کیا ضرورت تھے؟ اور اَللّٰہُ یَصْطَفِی پر محنت کرنے کی کیا مجبوری تھی؟ اور جن سوالات کے جوابات ہم نے دیے ہیں ان پر ہمارا وقت ضائع کیوں کیا؟ سچ ہے کہ جھوٹا شخص اپنے ہی بیانات میں کسی نہ کسی طرح الجھ کر رہ جاتا ہے۔

سابعاً فنافی الرسول ہونے سے باقاعدہ رسالت کا حصول لازم آئے تو پھر فنافی اللہ ہونے سے الوہیت کا حصول لازم آنا چاہیے۔ یہ بھی واضح رہے کہ کسی وقتی کیفیت میں مبتلا اور مغلوب الحال ہونے کی وجہ سے کسی کے منہ سے انا الحق کا صادر ہونا تو واقع ہوا ہے لیکن رسالت کا دعویٰ کرنے کی جرأت کسی مجذوب نے بھی نہیں کی۔ "با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار" کے معروف جملے میں اسی ادب کی طرف اشارہ ہے۔

چلنا مرزا قادیانی لکھتا ہے: صدہا ایسے لوگ گزرے ہیں جن میں حقیقت محمد یہ متحقق تھی اور عنداللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۴۶)۔

سوال یہ ہے کہ پھر ان صدہا لوگوں نے مرزا کی طرح نبوت کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟ مرزا کا دعوائے نبوت بوجہ فنائیت خالص کفر ہے، جب کہ اس کے علاوہ بھی دعوائے نبوت کے متعدد وجوہ مرزا سے صراحتاً ثابت ہیں جو سب کے سب کفر ہیں۔

قادیانیوں کا سولہواں سوال:۔ حضرت ابن قتیبہ اور ملا محمد طاہر گجراتی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے منافی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کہ ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)۔

جواب:۔ یہ عبارت نقل کرنے میں آپ نے بددیانتی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ ملا طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے:

عِیْسیٰ اِنَّہٗ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَ یُکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَزِیْدُ فِی الْحَلَالِ اَیْ یَزِیْدُ فِی حَلَالِ نَفْسِہٖ بِاَنْ یَّتَزَوَّجَ وَ یُوْلَدَ لَہٗ وَ کَانَ لَمْ یَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِہٖ اِلَی السَّمَاءِ فَزَادَ بَعْدَ الْھُبُوْطِ فِی الْحَلَالِ فَحِیْنَئِذٍ یُؤْمِنُ کُلُّ اَحَدٍ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ لِلْیَقِیْنِ بِاَنَّہٗ بَشَرٌ، وَ عَنْ عَائِشَۃَ قُوْلُوْا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَ ھٰذَا نَاظِرًا اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اپنے ذاتی حلال یعنی نکاح میں اضافہ کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی جب کہ آپ نے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے شادی نہیں کی تھی اور نیچے اترنے کے بعد اس حلال چیز کا اضافہ کریں گے، اب تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی بشریت کا یقین کریں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم الانبیاء کہو اور لانبی بعدہ نہ کہو، یہ بات ام المومنین نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲ تکملہ)۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ ساری صورت حال کیا تھی اور آپ نے اسے کیا بنا ڈالا؟ آپ نے نزول مسیح والی بات کو کیوں چھپایا؟ نیز عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانے سے پہلے نکاح نہ کرنا اور بعد میں آ کر نکاح کرنا مرزا قادیانی کی مسیحیت کو باطل ثابت کر رہا ہے، آپ نے اس

بات کو کیوں چھپایا؟ بَیِّنُوا وَ تُوْجَرُوا

قادیانیوں کا سترھواں سوال:۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ: خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ ﷺ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو (الموضاعات الکبیر صفحہ ۱۰۰)۔

جواب:۔ یہاں بھی آپ نے اپنی روایتی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ موضوعات کبیر میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر یہ بات لکھی گئی ہے۔ آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے فوراً پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: کَعِیْسیٰ وَالْخِضَرِ وَاِلْیَاسَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَلَایُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالیٰ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ خود لکھتے ہیں کہ دَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۴)۔

اس عبارت پر غور کیجیے۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مطلق نبوت کا دعویٰ کرنے کی بات کر رہے ہیں اور اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور اس کے کفر ہونے پر اجماع نقل کر رہے ہیں اور نبوت کی کوئی قسمیں بیان نہیں کر رہے جن میں سے کسی کا دعویٰ جائز اور کسی کا ناجائز ہو۔

ثانیاً حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث منزلت کی شرح میں لکھتے ہیں: لَا یَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ لِاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ السَّابِقِیْنَ ، وَ فِیْهِ اِیْمَاءٌ اِلیٰ اَنَّهٗ لَوْ کَانَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ لَکَانَ عَلِیًّا ، وَهُوَ لَا یُنَافِیْ مَا وَرَدَ فِیْ حَقِّ عُمَرَ صَرِیْحًا لِاَنَّ الْحُکْمَ فَرْضِیٌّ وَ تَقْدِیْرِیٌّ فَکَاَنَّهٗ قَالَ : لَوْ تُصُوِّرَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ جَمَاعَةٌ مِنْ اَصْحَابِیْ اَنْبِیَاءَ وَ لٰکِنْ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ، وَ هٰذَا مَعْنیٰ قَوْلِهٖ ﷺ : لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا یعنی آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا حدوث نہیں ہوسکتا، اسلیے کہ آپ سابقہ انبیاء کے خاتم ہیں، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت علی ہوتے، یہ بات حضرت عمر کے حق میں وارد ہونے والی تصریح کے خلاف نہیں، اس لیے کہ یہ حکم فرضی اور تقدیری ہے، گویا آپ فرمارہے ہیں کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی متصور ہوتا تو میرے صحابہ کی ایک جماعت نبی ہوتی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں،

یہی معنی ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کا: اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۱)۔

سچ سچ بتاؤ! ملا علی قاری نے تمہاری تحریف کے پرخچے اڑا دیے کہ نہیں؟ بلکہ حضرت فاروق اعظم والی حدیث کی بھی وضاحت فرما دی اور لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ کو بھی واضح کر دیا۔ مزید سنیے، لکھتے ہیں: لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَیْ یُنَبَّاُ فَلَا یَرُدُّ عِیْسٰی لِاَنَّهٗ نُبِّیَ قَبْلَهٗ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو رد نہیں کرتی اس لیے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے ہیں (شرح شفاء جلد ۲ صفحہ ۵۰۸)۔

قادیانیوں کا اٹھارہواں سوال:۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ: معنی قولہ ﷺ: اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَ لَا نَبِیَّ، اَیْ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ یعنی قول رسول کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی، سے مراد یہ ہے کہ اب ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو۔ بلکہ جب بھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا (فتوحات مکیہ باب: ۷۳)۔

جواب:۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی اس عبارت سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں جنہیں آپ چھپا گئے: فَاِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّمَا هِیَ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُهَا یعنی جو نبوت رسول اللہ کے تشریف لانے سے منقطع ہو گئی ہے وہ تشریعی نبوت ہے نہ کہ نبوت کا مقام و مرتبہ (فتوحات مکیہ باب: ۷۳ جلد ۳ صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی: ۲۰۱۰)۔

واضح ہو گیا کہ شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نبی بننے کی بات نہیں کر رہے بلکہ نبوت کے درجات، کمالات اور صلاحیت کی بات کر رہے ہیں۔ خصوصاً نبوت تشریع کے مقابلے پر نبوت کے مقام کا لفظ لانا تشریع کے مفہوم کو بخوبی واضح کر رہا ہے۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے اگلے الفاظ یہ تھے جنہیں آپ نے ہضم کر لیا ہے: فَهٰذَا هُوَ الَّذِیْ اِنْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهٗ لَا مَقَامُ النُّبُوَّةِ یعنی یہ ہے وہ نبوت جو منقطع ہو گئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا، نہ کہ نبوت کا مقام (فتوحات مکیہ باب ۷۳)۔

مزید اگلے الفاظ یہ تھے جنہیں آپ کھا پی گئے: فَإِنَّهُ لَا خِلَافَ أَنَّ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ وَ رَسُولٌ وَ إِنَّهُ لَا خِلَافَ أَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول ہیں اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے (فتوحات مکیہ باب:۷۳)۔

فرمایئے! آپ نے مکمل عبارت نقل کیوں نہیں کی؟ اس لیے کہ نزول مسیح علیہ السلام کی بات نقل کرنے سے مرزا صاحب کا بستر گول ہو رہا تھا۔

اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں: وَ كَذٰلِكَ كَانَ هَارُونُ ، فَسَدَدْنَا بَابَ إِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ عَلَىٰ هٰذَا الْمَقَامِ مَعَ تَحَقُّقِهِ لِئَلَّا يَتَخَيَّلَ مُتَخَيِّلٌ أَنَّ الْمُطْلِقَ لِهٰذَا اللَّفْظِ يُرِيدُ نُبُوَّةَ التَّشْرِيعِ فَيَغْلَطُ یعنی یہی معاملہ حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی ہے۔ بس ہم نے مرتبے کے تحقق کے باوجود اس مقام پر نبوت کے لفظ کو استعمال کرنے کا دروازہ بند کر دیا ہے، تا کہ خیال کرنے والا اس لفظ کو استعمال ہوتا ہوا دیکھ کر تشریعی نبوت نہ سمجھ بیٹھے اور غلطی نہ کھائے (فتوحات مکیہ جلد۳ صفحہ۲۹۲)۔

بتایئے آپ نے شیخ اکبر کی یہ عبارات کیوں چھپائیں؟ اور کیا شیخ اکبر علیہ الرحمت نے ان عبارات میں قادیانی مذہب کی دھجیاں بکھیر دی ہیں کہ نہیں؟ آپ نے لفظِ تشریع کی ایسی صاف وضاحت کر دی ہے کہ تمام صوفیاء کی اس قسم کی عبارات کو بے غبار کر کے دکھا دیا ہے۔ پھر فَسَدَدْنَا بَابَ إِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ میں بھی قادیانیوں کے اندرونی مرض کا صحیح صحیح تریاق موجود ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز ہی کی زبانی یہ مسئلہ ایک نئی جہت سے سمجھیے! فَلَيْسَ بَيْنَ النُّبُوَّةِ الَّتِي هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيعِ وَ الصِّدِّيقِيَّةِ مَقَامٌ وَلَا مَنْزِلَةٌ ، فَمَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ الصِّدِّيقِينَ وَقَعَ فِي النُّبُوَّةِ الرِّسَالِيَّةِ ، وَ مَنِ ادَّعٰى نُبُوَّةَ التَّشْرِيعِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَدْ كَذَّبَ بَلْ كَذَّبَ وَ كَفَرَ بِمَا جَآءَ بِهِ الصَّادِقُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم یعنی تشریعی نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی مقام اور منزل نہیں ہے۔ جس نے صدیقوں کی گردن پھلانگی وہ نبوت رسالیہ میں جا گرا، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا، بلکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو جھٹلایا اور اس کا کفر کیا (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۲)۔

اس عبارت پر غور کرو! تشریعی نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں۔ اگر تشریعی نبوت سے مراد صاحب کتاب نبوت ہوتی تو اس نبوت اور صدیقیت کے درمیان بے کتاب نبوت کا درجہ ضرور موجود ہوتا۔ شیخ اکبر نے واضح فرمادیا کہ تشریعی نبوت سے مراد شرعی معنی میں نبوت ہے۔ جس میں نئی شریعت لانا یا پرانی شریعت پر ہونا دونوں شامل ہیں۔ ثانیاً صدیقین کی گردن پھلانگتے ہی نبوت رسالیہ میں جا پہنچنا بھی یہی بتا رہا ہے کہ تشریعی نبوت سے مراد وہی نبوت ہے جو صدیقین کے مرتبے سے فوراً اوپر ہوتی ہے اور وہ نبوت مراد نہیں جو بقول مرزا صدیقی کھڑکی سے ملتی ہو ورنہ خود صدیق اکبر اس کے ضرور حقدار ہوتے اور مرتبہ صدیقین اس نبوت سے نیچے نہ ہوتا۔ ثالثاً یہاں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے تشریعی نبوت کو نبوت رسالیہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے بات مزید واضح ہوگئی کہ تشریعی نبوت سے صوفیاء کی مراد باقاعدہ نبوت کی ذمہ داریوں والی نبوت ہے نہ کہ نبوت کی اہلیت۔

قادیانیوں کا انیسواں سوال:۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی۔ محض تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے قول مبارک لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ لَا رَسُوْلَ سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔

جواب:۔ یہ وہی حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی عبارت ہے جسے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس کا جواب تو ہو چکا مگر یہاں پھر آپ نے جو ڈنڈی ماری ہے اس کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ جس کتاب الیواقیت والجواہر کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کی عبارت سے پہلے کیا تھا اور بعد میں کیا تھا۔ ہم سب کچھ نقل کرتے ہیں پھر آپ اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑے ہو کر اس کا جواب دینا کہ آپ نے یہ خیانت کیوں فرمائی؟

آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے یہ تھا: ھٰذَا بَابٌ اُغْلِقَ بَعْدَ مَوْتِ

مُحَمَّدٍ ﷺ فَلَا يُفْتَحُ لِاَحَدٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلٰكِنْ بَقِيَ لِلْاَوْلِيَاءِ وَحْيُ الْاِلْهَامِ الَّذِیْ لَا تَشْرِيْعَ فِيْهِ الخ یعنی وحی کا دروازہ ہے جو محمد ﷺ کی وفات کے بعد بند ہو چکا ہے اور قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا، لیکن اولیاء کے لیے الہام کا سلسلہ باقی ہے جس میں تشریع نہیں ہوتی۔ اگر جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا سلسلہ باقی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ نہ کرتے بلکہ جبریل کی لائی ہوئی وحی کے ذریعے فیصلہ کرتے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷)۔

یہ فرمارہے ہیں کہ اب وحی نبوت کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند ہے جب کہ آپ کے مرزا صاحب پانچ جلدوں میں اپنی وحی کی کتاب براہین احمدیہ اٹھائے پھرتے ہیں۔ امام شعرانی فرمارہے ہیں کہ وحی نہیں بلکہ الہام جاری رہیں گے۔ بتائیے وحی کی نفی اور الہام کا اثبات کیا بتارہا ہے؟ امام شعرانی فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں کو الہام ہوگا وہ اولیاء ہوں گے۔ بتائیے امام شعرانی نے انہیں نبی کیوں نہیں کہا؟ امام شعرانی فرمارہے ہیں کہ ان اولیاء کے الہام میں تشریع نہیں ہوتی۔ بتائیے تشریع کا معنی کیا ہوا؟ آپ نے تشریعی نبی سے صاحب کتاب ہونے کا جو فراڈ چلا رکھا ہے وہ کھلا گیا کہ نہیں؟ تشریع سے مراد نبوت والی وحی ثابت ہوگئی کہ نہیں خواہ اس کا تعلق نئی شریعت سے ہو یا اسی شریعت کی وضاحت ہو؟

یہ تھی امام شعرانی کی عبارت سے پہلے کی صورت حال۔ اب دیکھئے کہ اس کے بعد انہوں نے کیا لکھا تھا جسے آپ نے ہڑپ کرلیا۔ فرماتے ہیں:

هُوَ مِثْلُ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ الخ یعنی نبوت اور رسالت منقطع ہونے والی حدیث اسی طرح ہے جیسے یہ حدیث ہے کہ: جب کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اب قیصر و کسریٰ تو روم اور فارس کے بادشاہ ہوا کرتے تھے، لیکن ان ملکوں میں بادشاہی پھر بھی قائم رہی لیکن قیصر و کسریٰ کا نام استعمال ہونا بند ہوگیا اور ان بادشاہوں کو کوئی دوسرا نام دے دیا گیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب، یعنی نبی کا نام ہم سے ہٹا دیا گیا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ہمیں باطنی طور پر

اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ ایسے مقام کے لوگوں کو انبیاء کی بجائے اولیاء کا نام دیا گیا ہے۔ حُجِرَ عَلَیْنَا اِسْمُ النَّبِیِّ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا بِمَعَانِیْ کَلَامِہٖ وَ کَلَامِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یُسَمّٰی صَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَاءِ: اَلْاَوْلِیَاءَ الخ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷)۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے ساتھ اگر حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ پر نظر رکھیں تو بات بالکل شفاف اور واضح ہے، اور قادیانیوں نے دو نمبری کی انتہا کر دی ہے۔

اس سے بھی آگے پڑھیے۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ اسی سے آگے ایک سوال اٹھا کر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

سوال:۔ مَا الْحُکْمُ فِیْ تَشْرِیْعِ الْمُجْتَھِدِیْنَ ؟ یعنی اجتہاد کرنے والے علماء کی تشریع کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اِنَّ الْمُجْتَھِدِیْنَ مَنْ لَمْ یُشَرِّعُوْا شَیْئاً مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ وَ اِنَّمَا شَرَّعُوْا مَا اقْتَضَاہُ نَظْرُھُمْ فِی الْاَحْکَامِ فَقَطْ الخ یعنی مجتہدین نے اپنے پاس سے کسی چیز کو شریعت میں داخل نہیں کیا بلکہ وہ تو صرف ان کا اجتہاد ہے جو قرآن وسنت کے احکام کی روشنی میں ہے (حاصل الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ کے سوال جواب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ خصوصاً قادیانی عوام سے درخواست ہے کہ اس پر اچھی طرح غور کریں۔ آپ کے پیشوا جو فراڈ آپ کو لگا رہے ہیں آپ خود اسے سمجھ جائیں گے۔ اس عبارت میں مجتہدین کے اجتہاد کو بھی تشریع کہا گیا ہے۔ جس سے صاف واضح ہو گیا کہ تشریع سے مراد قرآن کے مقابلے پر نئی کتاب نہیں ہوتی بلکہ تشریع سے مراد شریعت کی وضاحت کرنا ہوتی ہے اور یہ وضاحت وحی اور نبوت کے ذریعے کرنا بند ہے اور اجتہاد و الہام کے ذریعے کرنا جاری ہے۔ قادیانی جہاں کہیں بھی تشریع کا لفظ دیکھتے ہیں تو واویلا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی عبارت سے علماء کی مراد یہی مراد ہوتی ہے۔

ہمارے اس پیراگراف نے قادیانیت کے اس فریب کو دفن کر کے رکھ دیا ہے اور صوفیاء کی بات صوفیاء ہی کی زبان سے واضح کر دی گئی ہے۔ آپ نے علماء کی جتنی بھی عبارتیں پیش کی ہیں

ان میں آپ نے اسی لفظ سے دھوکا دیا ہے اور اس ایک لفظ کی وضاحت آ جانے کے بعد اصولی طور پر آپ کی تمام عبارات کی تردید ہوگئی ہے۔

قادیانیوں کا بیسواں سوال: ۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول لا نبی بعدی سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جو نبوت اور رسالت ختم ہوگئی ہے وہ حضور ﷺ کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۹)۔

جواب: ۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں نئی شریعت والی نبوت کا لفظ موجود نہیں ہے اور آپ نے حوالہ نقل کرنے میں بددیانتی سے کام لیا ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت اس طرح ہے: فَعَلِمْنَا بِقَولِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُولَ اَنَّ النُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ وَ الرِّسَالَةَ ، اِنَّمَا يُرِيْدُ بِهَا التَّشْرِيْعَ ، فَلَمَّا كَانَتِ النُّبُوَّةُ اَشْرَفَ مَرْتَبَةٍ وَ اَكْمَلَهَا ، يَنْتَهِيْ اِلَيْهَا مَنِ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى مِنْ عِبَادِهٖ، عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِيْعَ فِي النُّبُوَّةِ اَمْرٌ عَارِضٌ بِكَوْنِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْنَا حَكَماً مِنْ غَيْرِ تَشْرِيْعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ وَ خَفِيَتْ مَرْتَبَةُ النُّبُوَّةِ فِي الْحَقِّ بِانْقِطَاعِ بِالتَّشْرِيْعِ یعنی ہم نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ سے جان لیا کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے۔ اس سے مراد تشریع ہے۔ جبکہ نبوت تشریع کا اشرف واکمل مرتبہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہی اس تک پہنچتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریع کے بغیر ہم میں نازل ہو کر فیصلے کرنے سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ نبوت میں تشریع کا ہونا ایک معروضی امر ہے، حالانکہ وہ بلاشبہ نبی ہیں، اور تشریع کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے انکا مرتبہ نبوت حق میں پوشیدہ ہو گیا (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۹)۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کو بار بار پڑھیے۔ فرما رہے ہیں کہ: اِنَّمَا يُرِيْدُ بِهَا التَّشْرِيْعَ یعنی نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے سے مراد تشریعی حیثیت کا انقطاع ہے۔ آگے دیکھیے ! اِنَّ التَّشْرِيْعَ فِي النُّبُوَّةِ اَمْرٌ عَارِضٌ یعنی لوگوں کے ساتھ نبوت والا تعلق رکھنا (تشریع) ایک عارضی امر ہے جب کہ تعلق مع اللہ کے لحاظ سے نبوت موجود ہوتی ہے۔ اسی بات کو واضح کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں: وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ وَ خَفِيَتْ مَرْتَبَةُ النُّبُوَّةِ فِي الْحَقِّ

بِانْقِطَاعِ بِالتَّشْرِیْعِ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں مگر تشریع کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ان کا مرتبہ نبوت اللہ کی بارگاہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ یہاں حضرت شاہ صاحب نے انتہائی وضاحت کر دی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت ہی صرف عند اللہ قائم ہو گی اور تعلق مع الخلق کے لحاظ سے پوشیدہ ہو جائے گی، صاحب کتاب ہونا بھی اور بے کتاب ہونا بھی۔

انتباہ: ایک فن کی اصطلاح کو دوسرے فن میں فٹ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً منطق کی جنس اور نوع ،اصول کی جنس اور نوع کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ بعض صوفیاء کی اصطلاح میں غیر تشریعی نبوت سے مراد کمالات نبوت ہوتی ہے جسے ولایت بھی کہا جاتا ہے، ان ولیوں کو وہ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاء کی قید کے ساتھ لکھتے ہیں، مگر ان کے لیے مطلق نبی یا رسول کا لفظ بولنا کفر سمجھتے ہیں اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صاحبِ کتاب اور بے کتاب نبی کا آنا ختم نبوت کے پیش نظر ممنوع سمجھتے ہیں حتی کہ سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا نزول ہی ممتنع مانتے ہیں۔

قادیانیوں کو مرزا نے دھوکا یہاں دیا ہے کہ بِالتَّشْرِیْعِ سے مراد صاحب شریعت نبی لی ہے حالانکہ یہاں لوگوں کے ساتھ نبی جیسا تعلق رکھنا اور شرعی معنی میں نبی ہونا مراد ہے۔اس امر کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے اور واقعی لوگوں کے ساتھ ان کا تعلق نبی والا نہیں ہو گا جب کہ وہ عند اللہ نبی ہوں گے۔

ہم آپ کو مزید یقین دلانے کے لیے قطبِ عالم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک مکاشفہ سناتے ہیں، لکھتے ہیں:

ایں فقیر در جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرد بوجہے از کلام روحانی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہ می فرمایند در فرقہِ شیعہ الخ یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روحانی طور پر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیعہ فرقے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جو محبت اہل بیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیضان جاری فرمایا کہ: ان لوگوں کا مذہب باطل ہے، اور ان کے مذہب کا

بطلان امام کی تعریف پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے گھڑ رکھی ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق امام کے معنی پر غور کیا تو مجھ پر واضح ہوا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے، امام کی اطاعت فرض ہوتی ہے، وحی باطنی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کا القاء ہوتا ہے اور اس القاء کو شیعہ خطاء سے پاک اور قطعی سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ امام کو اللہ تعالیٰ خود مقرر کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے احکام پہنچائے، اور در حقیقت یہی وہ صفات ہیں جو نبی کے لیے ہوتی ہیں اور یہی نبوت کی تعریف ہے کہ بَعَثَهُ اللّٰهُ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ یعنی نبی وہ ہے جسے اللہ نے احکام پہنچانے کے لیے مقرر کیا ہو، وہی اللہ کی طرف سے مقرر ہونا اور اطاعت کا فرض ہونا نبی کے لیے بھی ہوتا ہے، تو واضح ہو گیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے ہی قائل نہیں ہیں اور اماموں رضی اللہ عنہم کے لیے اندرونی طور پر نبوت ثابت کرتے ہیں اگرچہ نبوت کا استعمال نہیں کرتے، کیا اس عقیدے سے بدتر بھی کوئی عقیدہ ہو سکتا ہے؟ وَ هَلْ عَقِيْدَةٌ اَقْبَحُ مِنْ ذٰلِكَ (الانتباہ فی سلاسل الاولیاء صفحہ ۹،۸)۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی مذہب کو سولی پر چڑھا دیا ہے، بخدا اگر معمولی خوف خدا بھی ہوگا تو ایسی زبردست وضاحت کے بعد کوئی قادیانی حضرت شاہ صاحب کی عبارت سے اپنے حق میں استدلال نہیں کر سکے گا۔

قادیانیوں کا اکیسواں سوال:۔ حضرت حافظ برخوردار صاحب لکھتے ہیں کہ: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے، ہاں اللہ جسے چاہے انبیاء، اولیاء میں سے (حاشیہ نبراس از برخوردار صفحہ ۴۴۵)۔

جواب:۔ حافظ برخوردار صاحب کی عبارت کا جس طرح آپ نے ترجمہ کیا ہے اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نئی شریعت والا نبی بھی آ سکتا ہے۔ تشریع کی نفی کے بعد "ہاں مگر اللہ جسے چاہے" کا یہی مطلب بنے گا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی؟

ثانیاً عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ شرعی معنی میں نبی نہیں آ سکتا اور یہ استثنیٰ منقطع ہے۔

ثالثاً آپ نے اس عبارت کا ترجمہ کرنے میں بددیانتی بھی کی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے: وَالْمَعْنٰى: لَا نَبِيَّ بِنُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدِيْ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَنْبِيَاءِ الْاَوْلِيَاءِ اِنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَهٗ يُخْبِرُهُمْ فِيْ سَرَائِرِهِمْ بِمَعَانِيْ كَلَامِهٖ ...... وَ قَدْ كَانَ الشَّيْخُ

عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيُّ ، يَقُوْلُ أُوتِيَ الْأَنْبِيَاءُ اِسْمَ النُّبُوَّةِ وَ أُوتِيْنَا اللَّقَبَ أَيْ حُجِرَ عَلَيْنَا اِسْمُ النَّبِيِّ مَعَ أَنَّ الْحَقَّ يُخْبِرُنَا فِي سَرَائِرِنَا بِمَعَانِي كَلَامِهٖ وَ كَلَامِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُسَمَّىٰ صَاحِبُ هٰذَا الْمَقَامِ مِنْ أَنْبِيَاءِ الْأَوْلِيَاءِ.

ترجمہ: لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ سے مراد آپ کے بعد تشریع کا نہ ہونا ہے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے أَنْبِيَاءِ الْأَوْلِيَاءِ میں سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ انہیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی بتاتا ہے...... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے تھے کہ نبیوں کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب یعنی ہم سے نبی کا نام ہٹا لیا گیا ہے، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی اور اپنے ﷺ کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ اس مقام والے کا نام ولایت کا نبی ہے (حاشیہ برخوردار صفحہ ۴۴۵)۔

قادیانی غور کریں، الفاظ تھے: مِنْ أَنْبِيَاءِ الْأَوْلِيَاءِ آپ نے اسے قرار دیا ہے مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ۔ بتایئے آپ نے انبیاء پر ال کیوں لگایا؟ اور انبیاء کو اولیاء کی طرف مضاف کیا گیا تھا مگر آپ نے ان کے درمیان عطف کیوں بنایا؟

انبیاء الاولیاء سے مراد ہے وہ اولیاء جو روحانی طور پر کمالات نبوت کو پہنچ جائیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ ہی شہید مگر قیامت کے دن نبی اور شہید بھی ان کا مرتبہ دیکھ کر رشک کریں گے اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا الشُّهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانَتِهِمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (ابوداؤد حدیث: ۳۵۲۷)۔ بتایئے آپ نے یہ بددیانتی کیوں کی؟

رابعاً اس سے آگے اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ حُجِرَ عَلَيْنَا اِسْمُ النَّبِيِّ یعنی ہمارے لیے نبی کا لفظ نہیں بولا جاسکتا۔ اب بتایئے! وَيُسَمّٰى صَاحِبُ هٰذَا الْمَقَامِ مِنْ أَنْبِيَاءِ الْأَوْلِيَاءِ کو سمجھنا کیا مشکل رہ گیا؟

بتایئے آپ نے یہ اگلی عبارت نقل کیوں نہ کی اور حق کو واضح کیوں نہ ہونے دیا؟ کیا حُجِرَ عَلَيْنَا اِسْمُ النَّبِيِّ کے الفاظ نبوت کے اجراء کی نفی نہیں کر رہے؟ یہ بھی بتانا پڑے گا کہ کیا آپ حضور غوث اعظم کو نبی مانتے ہیں؟ اور کیا حضور غوث اعظم نے خود اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے؟

قادیانی مذہب پر اہم سوال: ہم نے علماء وصوفیاء علیہم الرحمۃ کی عبارات کا صحیح مفہوم واضح کر

دیا ہے۔اب ہمارا سوال یہ ہے کہ ان عبارات کو جو مفہوم آپ لوگوں نے پہنایا تھا اس کی روشنی میں یہی صوفیاء اور اولیاء خود نبی ثابت ہو رہے ہیں بتایئے! ان سب نے اعلانِ نبوت کیوں نہ کیا؟ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوحىٰ إِلَيْهِ یعنی جس نے قرآن کی تلاوت کی بے شک اس نے نبوت کو اپنے سینے میں سمو لیا ،فرق یہ ہے کہ اس پر وحی نازل نہیں ہوتی (مستدرک حاکم حدیث:۲۰۶۶)۔

یہ حدیث صوفیاء کی مذکورہ بالا تمام عبارات کو واضح کر رہی ہے۔اس کا مطلب صرف یہ ہی ہے کہ قرآن پڑھنا، یا حفظ کرنا نبوت کے کمالات میں سے ہے نہ یہ کہ ہر قاری نبی بن جاتا ہو، ورنہ قرآن تو ہر مسلمان پڑھتا ہے، تو پھر ہر مسلمان کا نبی بن جانا لازم آئیگا۔جو شخص اتنی سی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتا بلاشبہ وہ کند ذہنی اور بد بختی دونوں کا مرکب ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس صفحہ ہستی پر کوئی آیت یا حدیث یا کسی عالم کا قول ہی پیش کر دیں جنہوں نے فرمایا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نبوت کا اعلان کریں گے۔ہم عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ وہی اسرائیلی عیسیٰ ہوں گے لہٰذا سب کو معلوم ہوگا کہ ان کی سابقہ نبوت بھی مسلم ہے اور نزول کے بعد ان کا تشریعی نہ ہونا بھی مسلم ہے۔لہٰذا نہ انہیں اعلانِ نبوت کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی کسی کو ان کی جانچ پڑتال کی ضرورت پیش آئے گی۔جبکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا اعلان بھی کیا اور لوگوں میں سے بعض نے اقرار اور اکثریت نے انکار بھی کیا۔ بحث مناظرے، فسادات اور مقدمہ بازی بھی ہوئی۔اس سارے پھڈے کا ثبوت کیا ہے اس کی اجازت کہاں ہے اور امت نے اس سے کیا کھویا اور کیا پایا؟

قادیانیوں کا بائیسواں سوال:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو اگر نبی کی حیثیت سے آئیں گے تو ان کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے اور اگر نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے تو ان کی نبوت کا زوال لازم آئے گا۔

جواب:۔ ہر نبی کی نبوت کے دو پہلو ہیں۔ایک تعلق مع اللہ کے اعتبار سے اور دوسرا تعلق مع الخلق کے اعتبار سے۔جب کسی بھی نبی کو نبوت مل جائے تو تعلق مع اللہ کے اعتبار سے اس کی نبوت پر کبھی زوال نہیں آسکتا اور عند اللہ نبی ہی رہتا ہے۔لیکن تعلق مع الناس اور توجہ الی الخلق کے اعتبار سے ہر نبی کی

نبوت اپنے بعد والے نبی کے ظہور تک محدود ہوتی ہے اور اس میں احکام کے لحاظ سے اور ذمہ داری سنبھالنے کے لحاظ سے تغیر وتبدل ہوسکتا ہے۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آج بھی زندہ ہیں اور اپنی اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ (ابو یعلی حدیث: ۳۴۲۵)۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور اس واقعہ کو کسی نے بھی ختم نبوت کے خلاف قرار نہیں دیا۔

تمام مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے منافی نہیں اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ: اَلْمُرَادُ مِنْهُ اَنَّهٗ آخِرُ مَنْ نُبِّیَ یعنی ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے (تفسیر بیضاوی جلد۲ صفحہ ۲۴۷)۔

مدارک میں ہے کہ: لَا یُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَ عِیْسٰی مِمَّنْ نُبِّیَ قَبْلَهٗ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا اور عیسیٰ آپ سے پہلے مبعوث ہوئے (مدارک جلد۳ صفحہ ۵۰۳)۔

مظہری میں ہے کہ: لَا یُنَافِیْهِ حَیَاتُ النَّبِیِّ السَّابِقِ یعنی کسی سابق نبی کا زندہ ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں (مظہری جلد۲ صفحہ ۳۵۱)۔

خازن میں ہے کہ: اِنَّ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِمَّنْ نُبِّیَ قَبْلَهٗ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے مبعوث ہو چکے (خازن جلد۳ صفحہ ۵۰۳)۔

ہاں البتہ جس طرح مرزا قادیانی کی ایک نئی شخصیت نے کھڑے ہو کر نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کر دیا ہے، یہ ضرور ختم نبوت کے تمام اعلانات کے منافی ہے۔ اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی کے طور پر جسم سمیت واپس آنے کا ختم نبوت کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ اس امت میں ایک نہایت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ خود مرزا قادیانی بھی اگرچہ ختم نبوت میں ہیرا پھیریاں کرتا ہے مگر قرآن شریف میں لفظ خاتم

النبیین کی موجودگی سے اسے بھی انکار نہیں اور اس کا مطلق انکار اس کے نزدیک بھی کفر ہے۔

دوسری طرف حیات مسیح اور نزولِ مسیح کے متعلق خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ یہ کوئی اسلام کا بنیادی اور اہم مسئلہ نہیں ہے۔ مرزا کی اصل عبارات ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزء یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشین گوئی ہے۔ جس کا حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشین گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۱)۔

(۲)۔ کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اسکے کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وہی ہے۔ سو سمجھنا چاہیے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی دور کرنے کے واسطے ہے اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور الگ جماعت بنائی جاتی اور ایک بڑا شور بپا کیا جاتا۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اور اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی زمانے میں اس کا ازالہ کر دیتا (احمدی اور غیر احمد میں فرق صفحہ ۲)۔

(۳)۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی وفات وحیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے (ملفوظات احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ قدیم صفحہ ۷۲)۔

معلوم ہو گیا کہ قادیانیوں نے نزولِ مسیح کے غیر ضروری مسئلہ کے ذریعے، ختم نبوت کے ضروری مسئلہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

مرزا نے یہاں تک لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔ بلکہ مرزا قادیانی یہاں تک لکھتا ہے کہ دجال بھی تیس ہوں گے اور جب تیس دجال کا آنا ضروری ہے تو بحکم لِکُلِّ دَجَّالٍ عِیْسیٰ

تیس مسیح بھی آنے چاہییں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۹۷)۔

اس سے آگے مرزا قادیانی نے ایک ایسی بات لکھی ہے جو قادیانیت کے لیے سخت مہلک اور تباہ کن ہے۔ لکھتا ہے: پس اس بیان کی رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں (زالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۹۷)۔

مزید لکھتا ہے: ممکن ہے کوئی مثیلِ مسیح ایسا بھی ہو جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس دفن ہو کیونکہ اس حدیث کی رو سے کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ہے مثیلوں کی کمی نہیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۳۵۲)۔

مرزا کی اس عبارت سے بات واضح ہوگئی کہ مرزا خود کو وہ مسیح تسلیم نہیں کرتا جس کا وعدہ اور علامات احادیث میں موجود ہیں اور یہ تیس دجال، تیس مسیح اور دس ہزار مسیح کے الفاظ کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور سمجھدار قادیانیوں پر لازم ہے کہ اس طویل سلسلۂ مسیحاں سے جان چھڑالیں جسکی مرزا کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے انتہا درجہ تک وضاحت کردی ہے، لکھتا ہے: اگر اس امت میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں صرف اجتہادی خطا ہے (حقیقۃ الوحی کا حاشیہ، روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۳۲)۔

اس قدر وضاحتوں کے بعد حیات ونزول مسیح کے مسئلہ کو چھیڑنے کے لیے قادیانیوں کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔ قادیانیوں پر لازم ہے کہ قادیانیت کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں اس لیے کہ اگر بفرض محال ہم غلطی پر بھی ہوں تو بقول مرزا قادیانی یہ محض ہماری اجتہادی غلطی ہوگی جس پر ایک اجر ضرور ملتا ہے اور عذاب ہرگز نہیں ملتا۔ لیکن اگر مرزا قادیانی اور ان کے ساتھ غلطی پر ہوئے تو انکی یہ غلطی اجتہادی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی غلطی ہوگی جسے کفر اور ارتداد کہا جاتا ہے اور فی الحقیقت ہے بھی ایسا ہی۔ اب بتایئے آپ کے لیے احتیاط کونسے آپشن میں ہے؟

دوسرا باب:

حیاتِ مسیح علیہ السلام

حیاتِ مسیح علیہ السلام

حیاتِ مسیح پر قرآنی آیات

(۱)۔ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یَا عِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا (آلِ عمران: ۵۵)۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام پر اتنا احسان جتلائے گا کہ: اِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَآئِیلَ عَنْکَ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا (المائدہ: ۱۱۰)۔

اس کی تفسیر میں تقریباً تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ: حِیْنَ هَمُّوا قَتْلَهٗ یعنی جب یہودیوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے: قَصَدَ الْیَهُوْدُ قَتْلَهٗ فَخَلَّصَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُمْ حَیْثُ رَفَعَهٗ اِلَی السَّمَاءِ یعنی یہودیوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا کر خلاصی عطا فرمائی (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۶۰)۔

(۳)۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی یہودیوں نے اسے قتل نہیں کیا اور صلیب پر نہیں چڑھایا بلکہ کوئی شخص ان کے لیے تشبیہ دے دیا گیا (النساء: ۱۵۷)۔

اس آیت میں قتل اور صلیب کے درمیان عطف ہے جو بنیادی اور اصولی طور پر مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ گویا قتل ہونا الگ چیز ہے اور صلیب پر چڑھنا الگ چیز ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: یہودیوں نے انہیں قتل بھی نہیں کیا اور قتل تو کیا صلیب پر چڑھا بھی نہیں سکے۔

ان الفاظ سے عیسائیوں اور قادیانیوں دونوں کے عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے جو ان کے صلیب پر چڑھنے کے قائل ہیں۔ ثانیاً جب عیسائی اور قادیانی عقیدے کی نفی ہوگئی تو لامحالہ اس کے بعد رفع الی السمآء کا اسلامی عقیدہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔

ثانیاً یہیں تک بس نہیں بلکہ اس سے اگلے الفاظ ہیں وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی ان کے لیے کوئی تشبیہ دے دیا گیا۔ شُبِّهَ مجہول کا صیغہ ہے، اس کا ترجمہ ہے "کوئی تشبیہ دیا گیا"

یہ لفظ قادیانیوں کے لیے مصیبت ہے۔ آثار میں صاف مذکور ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ

نے مسیح علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا اور یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کر پھانسی چڑھا دیا۔ ہر مفسر نے یہی لکھا ہے مثلاً بغوی میں ہے: وَ ذٰلِکَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَلْقٰی شِبْہَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَی الَّذِیْ دَلَّ الْیَھُوْدَ عَلَیْہِ وَ قِیْلَ الخ (بغوی جلد ۱ صفحہ ۶۱۸)۔ امام رازی لکھتے ہیں: فَاَلْقَی اللّٰہُ شِبْہَ عِیْسٰی عَلَیْہِ وَ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ الخ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۶۲)۔

البتہ تشبیہ کون سے شخص کو دی گئی تھی؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، قرآن بھی اس کی تصریح نہیں فرماتا، اور اس چیز کا نفس عقیدہ سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالٰی نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کے چشمے پر نہا کر گھر سے نکلے۔ آپکے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ باہر بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری جگہ قتل کیا جائے اور درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ اس پر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور خود کو اس کام کیلیے پیش کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہی وہ شخص ہے۔ اسکے فوراً بعد اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس حواری کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ اس معاملے میں عیسائیوں کے تین فرقے بن گئے۔ ایک فرقے نے کہا کہ اللہ عزوجل نے جتنا عرصہ چاہا ہم میں رہا، پھر آسمان پر چڑھ گیا، اس فرقے کا نام یعقوبی فرقہ ہے۔ دوسرے فرقے نے کہا اللہ کا بیٹا ہم میں رہا جتنا عرصہ اللہ نے چاہا اور پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا، یہ نسطوری فرقہ ہے۔ ایک فرقے نے کہا اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہم میں رہا جب تک اللہ نے چاہا، پھر اسے اللہ نے اٹھا لیا، یہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔ دونوں گمراہ فرقے صحیح العقیدہ فرقے پر زیادتیاں کرتے رہے اور اسے قتل کرتے رہے، اہلِ حق مغلوب رہے حتیٰ کہ اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ یعنی ایک گروہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کفر کیا اور دوسرا گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایمان لایا فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی

عَدُوِّهِمْ یعنی محمد ﷺ کے ظاہر ہونے کے ذریعے اہل حق کے دین کی کفار کے دین کے خلاف مدد کی فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۳۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۶ صفحہ ۴۸۹، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۸۹۷، ابن جریر جلد ۴ جزء ۶ صفحہ ۱۸، ۱۹) ۔ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے۔

(۴)۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ان آیتوں سے ثابت ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النسآء: ۱۵۷۔۱۵۹)۔

ترجمہ:۔اسے یہودیوں نے یقیناً قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔تمام اہلِ کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت میں رَفَعَ کا لفظ قتل کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور ان دونوں لفظوں کے درمیان بَل موجود ہے۔یہ بَلْ ابطالیہ اضرابیہ کہلاتا ہے اور اس کے ماقبل و مابعد میں تضاد اور مکمل تنافی کا پایا جانا ضروری ہے۔جیسے اس آیت میں ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ، یا اس آیت میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔

مفہوم یہ ہے کہ قتل نہ ہوا "بلکہ" اس کا رفع ہوا۔اللہ کی راہ میں قتل ہونا بذاتِ خود درجات کی بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔اگر رفع سے مراد رفع درجات لی جائے تو معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید نہ ہوا بلکہ اس کے درجات بلند ہوئے۔حالانکہ شہید ہونا اور درجات کا بلند ہونا ایک ہی چیز ہے۔پھر شہادت کی نفی اور درجات کا اثبات کیا معنی رکھتا ہے؟

یہی وہ سیاق کلام ہے جو قادیانیوں کو ہلنے نہیں دیتا۔اسی کے سامنے قادیانیوں کا حدیث مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ پڑھ کر رفع کے معنی میں گڑبڑ کرنا بے فائدہ ہو جاتا ہے۔اسلیے کہ ان حدیثوں میں بل اضرابیہ ابطالیہ موجود نہیں اور رفع کا لفظ قتل کے مقابلے پر نہیں آیا۔سیاق وسباق اور قرائن قطعیہ کو فراموش کرتے ہوئے قرآن کا مفہوم متعین کرنا خالص یہودیت ہے۔تواضع والی حدیث میں رفع کا لفظ تواضع کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور اپنا مفہوم خود متعین کر رہا ہے۔تواضع

عاجزی کرنے اور گرنے کو کہتے ہیں تو اسکے مقابلے پر رفع عزت و آبرو کو کہا جائے گا۔

مرزا قادیانی نے ایک مکمل کتاب "مسیح ہندوستان میں" اس موضوع پر لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہِ صلیب کے بعد یہود کے ہاتھوں سے بچ کر ہندوستان آگئے اور تقریباً ۹۰ سال یہاں گزارنے کے بعد وفات پائی۔

مگر اس آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رفع (اسے اٹھالیا) کا ماضی صاف بتا رہا ہے کہ رفع کا تحقق عین اسی وقت ہو رہا تھا جب ابھی قتل کی سازش یا کوشش کی جا رہی تھی۔ رفع کی ماضویت قتل کی بہ نسبت ہے۔ قرآن کہے "قتل نہیں بلکہ رفع ہوا"۔ اور مرزا قادیانی کہیں کہ اس قتل اور رفع میں ۹۰ سال کا فاصلہ ہے تو یہ تمام قادیانیوں کے لیے ٹھہر جانے اور اٹک جانے کا مقام ہے۔ تدبر، انصاف اور دیانت شرط ہے۔

ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ قرآن ہمیشہ یہود و نصاریٰ کے غلط دعووں کی تردید اور صحیح دعووں کی تائید کرتا ہے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے تین دعوے تھے۔

(ا)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے" جبکہ قرآن نے کہا مَاقَتَلُوْهُ اسے قتل نہ کیا گیا۔

(ب)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیے گئے"۔ جبکہ قرآن نے کہا مَاصَلَبُوْهُ وہ صلیب نہ دیا گیا۔

(ج)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے"۔ مگر یہاں قرآن نے کہا رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

اب فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب کے دعووں کی نفی تو دوٹوک الفاظ میں کر دی۔ لیکن ان کے آسمان پر جانے کے عقیدے کی نفی بالکل اسی انداز سے دوٹوک الفاظ میں کیوں نہ کی؟ بلکہ اُلٹا اپنی طرف اٹھا لینے کا اعلان فرما کر عیسائیوں کے عقیدہ کی تائید کر دی۔ اگر آپ اسے تائید نہیں مانتے تو کم از کم اتنا تو ضرور مانیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صریح گنجائش عیسائیوں کے عقیدہ کے صحیح ہونے کی چھوڑ دی۔ یہ حسن تردید کے سراسر منافی ہے۔ ایسی اَشد ضرورت کے وقت بھی آسمانی رفع کی دوٹوک نفی نہ کرنا بلکہ اپنی طرف اُٹھا لینے کا اعلان کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کی کھلی دلیل ہے۔

(۵)۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا یعنی تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے، اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا (النساء:۱۵۹)۔

اس آیت کی تفسیر میں بخاری مسلم سمیت بے شمار کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا، فیصلے کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کردے گا۔ جنگ بند کردے گا اور مال کو بہادے گا حتیٰ کہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (بخاری حدیث: ۳۴۴۸، مسلم حدیث: ۳۸۹)۔

یہاں ایک قاعدہ بیان کردینا مناسب ہے۔ مضارع پر جب لام تاکید موجود ہو اور آخر میں نون تاکید بھی موجود ہو تو ہمیشہ مستقبل کا معنی دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں اہل کتاب کی موت مراد نہیں ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت مراد ہے جو مستقبل کے کسی دور میں جا کر واقع ہوگی۔ اسی کی تائید مذکورہ بالا حدیث بھی کررہی ہے۔

موتہ کی ضمیر اگر بالفرض اہل کتاب کی طرف بھی جاتی ہو تو لَيُؤْمِنَنَّ کا استقبال بہر حال اس کے آئندہ زمانے میں جا کر واقع ہونے پر دلالت کررہا ہے اور اس صورت میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا آئندہ زمانے میں اہل کتاب کے سامنے آنا ثابت ہورہا ہے۔ لیکن بخاری اور مسلم کی مذکورہ بالا متواتر حدیث کے سامنے اس مفروضے کی کوئی وقعت نہیں۔

مرزا قادیانی اس حدیث کے تواتر اور اسکی قطعی دلالت سے گھبرا کر لکھتا ہے: فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں (الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)۔ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی۔ عیسائیوں کے اقوال سن کر جو ارد گرد رہتے تھے، کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۷)۔

مرزا کا یہ بیان صاف بتا رہا ہے کہ اس حدیث سے جان چھڑانا ممکن نہیں لہذا مرزا نے حدیث کے روایت کرنے والے صحابی کو ہی تنقید کا نشانہ بنا ڈالا۔

(۶)۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا یعنی (اے عیسیٰ یاد کرو میرا وہ احسان) جب تم لوگوں سے پنگھوڑے میں بات کرتے تھے اور بڑھاپے میں بھی بات کرتے تھے (المائدہ:۱۱۰)۔

اس آیت میں بڑھاپے میں بات کرنے کی توفیق کا احسان جتلایا گیا ہے۔ بڑھاپے میں ہر کوئی بات کرسکتا ہے، پھر حضرت عیسیٰ پر یہ خصوصی احسان کیسا؟ یہ احسان اسی صورت میں جتلایا جارہا ہے کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد وہی زمینی اور علاقائی گفتگو فرمائیں گے جو انکی مادری زبان میں نہیں ہوگی۔ حضرت علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اَخْبَرَ اَنَّهٗ يَنْزِلُ عِنْدَ قَتْلِهِ الدَّجَّالَ كَهْلًا یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ دجال کو قتل کرنے کے وقت بڑھاپے کی عمر میں نازل ہوں گے (البحر المحیط ۲/۳۸/۷)۔وَبِهٖ اُسْتُدِلَّ عَلٰى اَنَّهٗ سَيَنْزِلُ فَاِنَّهٗ رُفِعَ قَبْلَ اَنْ يَّكْتَهِلَ (بیضاوی ۱/۲۸۸)۔يُفِيْدُ نزوله قبل الساعة (جلالین صفحہ ۱۱۰)۔

(۷)۔ اللہ کریم جل شانہٗ کا ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے (الزخرف:۶۱)۔اس آیت کی ایک قرأت عَلَمٌ (ع اور ل کے زبر کے ساتھ) بھی ہے اور یہ قرأت حضرت ابنِ عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (بغوی جلد۴ صفحہ ۱۴۳)۔جس سے اس آیت کا مفہوم نکھر کر سامنے آگیا ہے۔

حدیث شریف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت میں قیامت کی نشانی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کی قیامت سے پہلے تشریف آوری ہے هُوَ خُرُوْجُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مسند احمد حدیث:۲۹۲۳)۔

حیاتِ مسیح پر متواتر احادیث

(۱) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا ، فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْحَرْبَ

وَيُفِيْضَ الْمَالَ حَتّٰى لَايَقْبَلَهُ اَحَدٌ ، حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّالَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا [بخاری حدیث رقم:۳٤٤٨ ، مسلم حدیث رقم:۳۸۹ ، ترمذی حدیث رقم:۲۲۳۳]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا، فیصلے کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کر دے گا۔ جنگ بند کر دے گا اور مال کو بہا دے گا حتیٰ کہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ کوئی ایسا اہل کتاب نہیں جو اس پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہ لے آئے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

یہ حدیث صحیح بھی ہے اور متواتر بھی ہے اور اس کے تواتر کا اعتراف مرزا قادیانی کو بھی ہے۔ ملاحظہ کریں مرزا قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۴۰۰۔

مرزا قادیانی یہ بھی لکھتا ہے کہ: جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا، لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۳)۔

(۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷛ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ يَعْنِيْ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ اِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَاَنَّ رَاْسَهٗ يَقْطُرُ وَاِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ وَيُهْلِكُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ، ثُمَّ يُتَوَفّٰى فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ [ابو داؤد حدیث رقم:۴۳۲۴] ، وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ هُوَ مَرْبُوْعُ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ حِيْنَ رَاٰهُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ [مسلم حدیث:۴۱۹]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میرے اور اسکے درمیان یعنی حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اس نے نازل ہونا ہے۔ جب تم اسے دیکھو تو اسے پہچان لو۔ سرخی اور سفیدی سے ملا جلا آدمی ہے۔ وہ ہلکے پیلے رنگ کے کپڑوں میں ہوگا۔ ایسے لگے گا کہ اس کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہیں خواہ اس تک رطوبت نہ پہنچی ہو۔ وہ لوگوں سے اسلام کی خاطر جنگ لڑے گا۔ پس صلیب کو کاٹ دے گا اور خنزیر کو قتل کردے گا اور جزیہ ختم کردے گا اور اسکے زمانے میں اللہ اسلام کے سواء تمام ملتوں کو ہلاک کردے گا۔ مسیح، دجال کو قتل کردے گا۔ وہ زمین میں چالیس سال گزارے گا۔ پھر اسے موت دی جائے گی اور مسلمان اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ ان کی رنگت سرخی اور سفیدی کے درمیان ملی جلی تھی جب آپ ﷺ نے انہیں معراج کی رات دیکھا تھا۔

(۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَعِندَ ذٰلِکَ یَنْزِلُ اَخِی ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ [کنز العمال ۲۶۸/۷ ، مجمع الزوائد ۳۴۹/۷ حدیث رقم:۱۲۵۴۳]۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے وقت میں میرا بھائی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔

(۴) وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْیَهُوْدِ اَنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ ابْنُ جَرِیْرٍ [ابن حریر ۳۵۵/۳ حدیث رقم: ۵۶۲۰ ، در منثور ۲۶/۲ ، ابن کثیر ۵۰۵/۱]۔ صحیح ، و ما ارسله الحسن فهو عن سیدنا علی ﷺ و کان یکتم اسمه من حجاج

ترجمہ: حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: بے شک عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ قیامت کے دن سے پہلے پہلے تمہارے پاس واپس آنیوالے ہیں۔

(۵) وَعَنْ رَبِیْعٍ ﷺ قَالَ اِنَّ النَّصَارٰی اَتَوا النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ رَبَّنَا حَیٌّ لَایَمُوْتُ وَاَنَّ عِیْسٰی یَاْتِی عَلَیْهِ الْفَنَآءُ [ابن حریر ۲۰۱/۳ حدیث رقم:۵۱۳۷]۔

ترجمہ: حضرت ربیع ﷺ فرماتے ہیں کہ عیسائی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے مرے گا نہیں اور عیسیٰ پر فنا آئے گی۔

(۶) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ وَ قَالَ ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ فَاَمَّکُمْ اَیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّةِ نَبِیِّکُمْ رَوَاہُ مُسْلِم [مسلم حدیث رقم: ۳۹۳،۳۹۲ ، شرح السنة حدیث رقم: ۴۲۷۷]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہاری راہنمائی تمہاری شریعت کے مطابق کرے گا۔ ابن ابی ذئب نے فرمایا کہ وہ تمہاری راہنمائی اللہ کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت سے کرے گا۔

(۷) وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُهُمْ تَعَالِ صَلِّ لَنَا ، فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَکْرِمَةَ اللّٰہِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ رَوَاہُ مُسْلِم [مسلم حدیث رقم: ۳۹۵]۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ میری اُمت کا ایک گروہ حق کیلئے غالب ہو کر قیامت تک لڑتا ہی رہے گا۔ فرمایا پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ انکا امیر کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں۔ تم میں سے بعض بعضوں پر امیر ہیں اللہ کی طرف سے اس اُمت کو اعزاز ہے۔

(۸) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ [مسلم حدیث رقم: ۳۹۲ ، بخاری حدیث رقم: ۳۴۴۹]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری شان اس وقت کیا ہو گی جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

(۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ رَوَاہُ الْبَیْهَقِی فِی کِتَابِ الْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ وَقَالَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِی الصَّحِیْحِ عَنْ یَحْیَی بْنِ بُکَیْرٍ ، وَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ یُوْنُسَ ، وَ اِنَّمَا اَرَادَ نُزُوْلَهُ مِنَ السَّمَآءِ بَعْدَ الرَّفْعِ اِلَیْهِ [کتاب الاسماء والصفات للبیهقی ۲/۱۶۶]۔ اَلْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

(۱۰) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا رَوَاهُ مُسْلِم [مسلم حديث رقم: ٣٠٣٠]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷜ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ابن مریم روحا کے راستے پر ضرور بہ ضرور حج یا عمرہ کے لیے یا دونوں کے لیے آتے ہوئے کلمہ توحید بلند کریں گے۔

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَهْبِطَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا وَاِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَو بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَاَرُدَّنَّ عَلَيْهِ ، يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَيْ بَنِي اَخِي اِنْ رَاَيْتُمُوْهُ فَقُوْلُوْا اَبُوْهُرَيْرَةَ يُقْرِءُكَ السَّلَام رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ [مستدرك حاكم حديث رقم: ٤٢١٤]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم ضرور بہ ضرور اتریں گے۔ حاکم، عادل، امام اور منصف بن کر اور حج یا عمرہ کے لیے یا دونوں کی نیت کر کے راستہ چلیں گے اور میری قبر پر ضرور آئیں گے حتی کہ مجھے سلام کہیں گے اور میں ضرور بہ ضرور انہیں جواب دوں گا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی کے بیٹو! اگر تم انہیں دیکھو تو کہنا ابو ہریرہ آپ کو سلام کہتا ہے۔

(۱۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَاَرْبَعِيْنَ سَنَةً ، ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِيْ ، فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِي فِي الْوَفَا [الوفا ٨١٤/٢]۔ لَمْ يُعْرَفْ سَنَدُهٗ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف نازل ہوگا۔ پھر نکاح کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال زندہ رہے گا۔ پھر فوت ہوگا اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کیا جائے گا اور میں اور عیسیٰ بن مریم ایک

ہی مقبرے میں ابوبکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ ﷺ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ، وَعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ، قَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ رَوَاهُ التِّرْمَذِي [ترمذی حدیث رقم:۳٦۱۷]۔ وَقَالَ التِّرْمَذِيُّ حسنٌ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی صفت تورات میں لکھی ہوئی ہے اور یہ کہ عیسیٰ بن مریم ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابو مودود کہتے ہیں کہ روضہ انور میں ایک قبر کی جگہ ابھی باقی ہے۔

دجال کے بارے میں احادیث

چونکہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے دجال کا سامنا کرنا ہے اور اسے قتل کرنا ہے، لہذا دجال کے بارے میں احادیث اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اسے قتل کرنا ہم صریحاً احادیث میں دکھاتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ دجال کا حلیہ کیا ہے اور دجال سے مراد کون ہے۔

(۱۴) عَنْ عِمرَانِ بنِ حُصَينٍ ﷺ قَالَ سَمِعتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِم [مسلم حدیث رقم:۷۳۹۵]۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت آدم کے پیدا ہونے سے لیکر قیامت قائم ہونے تک دجال سے سخت کوئی معاملہ نہیں۔

(۱۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى، كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ رَوَاهُ مُسْلِم وَالْبُخَارِي [مسلم حدیث رقم: ۷۳٦۱، بخاری حدیث رقم: ۳٤۳۹]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور بے شک مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے۔ جیسے اس کی آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہے۔

(۱٦) وَعَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ، اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر رَوَاهُ مُسْلِم

وَالْبُخَارِی [مسلم حدیث رقم:۷۳۶۳، بخاری حدیث رقم:۷۱۳۱، ترمذی حدیث رقم:۲۲٤٥، ابو داؤد حدیث رقم:٤٣١٦]۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا نبی نہیں جس نے اپنی اُمت کو کانے کذّاب سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار وہ کانا ہوگا اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔

(۱۷) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِیثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَاحَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاَنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِی یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ، وَاِنِّی اُنْذِرُكُمْ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ [مسلم حدیث رقم:۷۳۷۲، بخاری حدیث رقم:۳۳۳۸، ابن ماجة حدیث رقم:٤٠٧١]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں بات بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی اُمت کو نہیں بتائی۔ بے شک وہ کانا ہے اور اپنے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی چیزیں لے کر آئے گا۔ جسے وہ جنت کہے گا وہ جہنم ہوگی۔ میں تمہیں ڈراتا ہوں جیسے حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا۔

(۱۸) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِیْنَةُ، حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ، ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهٗ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ یَهْلِكُ [مسلم حدیث:۳۳۵۱، ترمذی حدیث:۲۲٤۳]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: مسیح دجال مشرق سے آئے گا، اس کی منزل مدینہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اُحد کے پیچھے پڑاؤ ڈالے گا۔ پھر فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں وہ ہلاک ہوگا۔

(۱۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رَاَیْتُنِی اللَّیْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَیْتُ رَجُلًا آدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ، لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِیَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلٰی عَوَاتِقِ رَجُلَیْنِ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ، فَسَئَلْتُ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ، قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا

بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى ، كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ ، فَسَئَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَمُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُ [موطا مالك كتاب صفة النبی ﷺ باب ما جاء فی صفة عیسی ابن مریم علیه السلام والدجال حدیث ۲: ، مسلم حدیث :۴۲۵ ، بخاری حدیث رقم:۵۹۰۲]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں کعبے کے پاس گندمی رنگ کے ایک خوبصورت آدمی کو دیکھا جتنے گندمی رنگ کا کوئی خوبصورت ترین آدمی تم نے دیکھا ہو۔ اس کے گیسو کندھوں تک تھے۔ اتنے خوبصورت جتنے خوبصورت بال تم نے دیکھے ہوں گے۔ ان میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لے کر کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہنے لگے یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ فرمایا پھر میں نے گھنگریالے بالوں والے ایک دائیں آنکھ سے کانے آدمی کو دیکھا جس کی آنکھ گویا پھولا ہوا انگور تھی۔ میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سے وہ ابنِ قطن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ کہنے لگے یہ مسیح دجال ہے۔

(۳۰) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُنَادِي الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكُنْتُ فِي صَفِّ النِّسَآءِ ، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ ، جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ، قَالَ اِنِّي وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَآءَ وَاَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ، حَدَّثَنِي اَنَّهٗ رَكِبَ فِي سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَاَرْفَؤُوا اِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِي اَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ اَهْلَبُ كَثِيْرُ الشَّعَرِ لَا

يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوا وَيْلَكِ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوْا اِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فِى الدَّيْرِ فَاِنَّهٗ اِلَى خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا، حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَاِذَا فِيْهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ مَا رَاَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا، وَاَشَدُّهٗ وِثَاقًا، مَجْمُوْعَةً يَدَاهُ اِلَى عُنُقِهٖ، مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ اِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ قُلْنَا وَيْلَكَ! مَا اَنْتَ؟ قَالَ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِىْ فَاَخْبِرُوْنِىْ مَا اَنْتُمْ؟ قَالُوا نَحْنُ اُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا سَفِيْنَةً بَحْرِيَّةً فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا، فَدَخَلْنَا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ اَهْلَبُ، فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ، اِعْمِدُوْا اِلَى هٰذَا فِى الدَّيْرِ، فَاَقْبَلْنَا اِلَيْكَ سِرَاعًا، فَقَالَ، اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ اَمَا اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَا تُثْمِرَ، قَالَ، اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ هَلْ فِيْهَا مَاءٌ؟ قُلْنَا هِىَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ، قَالَ اِنَّ مَاءَهَا يُوْشِكُ اَنْ يَذْهَبَ، قَالَ، اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِى الْعَيْنِ مَاءٌ؟ وَهَلْ يَزْرَعُ اَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ؟ قُلْنَا نَعَمْ هِىَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ وَاَهْلُهَا يَزْرَعُوْنَ مِنْ مَاءِهَا، قَالَ، اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ نَبِىِّ الْاُمِّيِّيْنَ مَا فَعَلَ، قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ، قَالَ اَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ؟ فَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَلِيْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَاَطَاعُوْهُ، قَالَ اَمَا اِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَهُمْ اَنْ يُطِيْعُوْهُ، وَاِنِّىْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّىْ، اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَاِنِّىْ يُوْشِكُ اَنْ يُؤْذَنَ لِىْ فِى الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجُ فَاَسِيْرُ فِى الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِىْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَىَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا اَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِنْهُمَا، اِسْتَقْبَلَنِىْ مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِىْ عَنْهَا، وَاِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِى الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ، هٰذِهٖ طَيْبَةُ، هٰذِهٖ طَيْبَةُ، يَعْنِى الْمَدِيْنَةَ، اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، اَلَا اِنَّهٗ فِىْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، وَاَوْمَا بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ [مسلم حديث رقم: ۷۳۸٦، ابو داؤد حديث رقم: ٤۳۲٦، ترمذى حديث رقم: ۲۲۵۳، ابن ماجة حديث رقم: ٤۰۷٤]۔

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اعلان کرنے والے کو اعلان کرتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا نماز لوگوں کو جمع کرنے والی ہے۔ میں مسجد کی طرف نکلی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں خواتین کی صف میں تھی۔ جب آپ ﷺ اپنی نماز پڑھ چکے تو منبر پر تشریف فرما ہو گئے اور آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔ فرمایا: ہر انسان اپنی نماز والی جگہ پر بیٹھا رہے پھر فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم میں نے تمہیں ترغیب دینے یا خوف دلانے کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تمیم داری ایک عیسائی آدمی تھا وہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک بات سنائی۔ وہ اس بات کے عین مطابق ہے جو میں تمہیں مسیح دجال کے بارے میں بتایا کرتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ بنی لخم اور بنی جذام کے تین آدمیوں کے ہمراہ سمندری کشتی میں سوار ہوا۔ ایک مہینے تک لہریں ان سے سمندر میں کھیلتی رہیں۔ ایک روز وہ غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے کے اندر داخل ہوئے۔ انہیں گھنے بالوں والا موٹا سا جانور ملا۔ بالوں کی کثرت کے باعث اسکے اگلے اور پچھلے حصے میں ہم تمیز نہیں کر پا رہے تھے۔ انہوں نے کہا خانہ خراب تو کون ہے؟ کہنے لگی میں جاسوس ہوں۔ تم کلیسا میں اس آدمی کے پاس جاؤ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے۔ جب اس نے ہمارے سامنے آدمی کا نام لیا تو ہم ڈر گئے کہ یہ شیطان نہ ہو۔ ہم جلدی سے گئے حتیٰ کہ کلیسا میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا آدمی تھا کہ ایسا آدمی ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ مضبوطی سے بندھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ تھے۔ گھٹنوں سے ٹخنوں تک بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا ہم نے کہا خانہ خراب تو کون ہے؟ کہا کہ میرے متعلق تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا تم بتاؤ کہ کون ہو؟ کہا کہ ہم عرب کے رہنے والے ہیں۔ سمندری کشتی میں سوار ہوئے تھے کہ ایک مہینے تک لہریں ہمارے ساتھ کھیلتی رہیں۔ ہم جزیرے میں داخل ہوئے تو ہمیں ایک موٹا سا جانور ملا وہ بولی کہ میں جاسوس ہوں تم اس کلیسا میں اس کے پاس جاؤ۔ ہم جلدی سے تیری طرف آ گئے۔ اس نے کہا کہ مجھے بیسان کے باغ کے متعلق بتاؤ کیا اس میں پھل لگتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا عنقریب وہ پھل نہیں دے گا۔ کہا کہ مجھے بحیرہ طبریہ کے متعلق بتاؤ کہ کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں

بہت پانی ہے۔ کہا عنقریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔ کہا کہ مجھے عین زغر کے متعلق بتاؤ کیا اس کے چشمے میں پانی ہے اور کیا اس کے مالک چشمے کے پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ کہا کہ مجھے امیوں کے نبی کے متعلق بتاؤ کہ اس نے کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہیں۔ کہا کیا عرب ان سے لڑے؟ ہم نے کہا ہاں۔ کہا ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ قرب وجوار کے عرب پر غالب آئے اور وہ لوگ اطاعت گزار ہیں۔ اس نے کہا ان کی اسی میں خیر ہے کہ اس کی پیروی کریں اور میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں ہی دجال ہوں۔ عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت ملے گی۔ پس میں نکل کر زمین میں پھروں گا اور چالیس دنوں کے اندر کوئی ایسی بستی نہیں رہے گی جس میں نہ اتروں سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے وہ دونوں مجھ پر حرام ہیں۔ جب ان میں سے کسی کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو مجھے فرشتہ ملے گا جس کے ہاتھ میں تلوار ہوگی۔ جس کے ساتھ مجھے روکے گا اور انکے ہر راستے پر حفاظت کے لیے فرشتے ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا مبارک عصا منبر پر مارا اور فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ ہے۔ طیبہ ہے۔ طیبہ ہے۔ کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا؟ لوگ عرض گزار ہوئے، جی ہاں۔ فرمایا کہ وہ بحر شام یا بحر یمن میں نہیں بلکہ مشرق کی جانب ہے، اور دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔

(۲۱) وَعَنِ النَّوَّاسِ بنِ سَمْعَانِ ﷺ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَلَمَّا رُحْنَا اِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِينَا، فَقَالَ مَا شَانُكُمْ؟ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ، حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ، اِنْ يَخْرُجْ وَاَنَا فِيكُمْ فَاَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَاِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، اِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ، عَيْنُهٗ طَافِئَةٌ، كَاَنِّي اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، اِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا، يَاعِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا، قُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهٗ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ اَرْبَعُونَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ

وَسَائِرُ اَيَامِهٖ كَاَيَامِكُمْ ، قُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ كَسَنَةٍ اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ ؟ قَالَ لَا ، اَقْدُرُوا لَهٗ قَدْرَهٗ ، قُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ ، فَيَاْتِیْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ ، فَيُؤْمِنُونَ بِهٖ وَيَسْتَجِيْبُونَ لَهٗ ، فَيَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ ، وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ ، فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَاكَانَتْ ذُرًا وَاَسْبَغَهٗ ضُرُوعًا وَاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ ، ثُمَّ يَاْتِی الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَیْءٌ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا اَخْرِجِی كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ ، فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ، ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ وَيَضْحَكُ ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ ، اِذَاطَاْطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ ، وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ ، وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِیْ حَيْثُ يَنْتَهِیْ طَرْفُهٗ ، فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰی يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ ، فَيَقْتُلُهٗ ، ثُمَّ يَاْتِی عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِی الْجَنَّةِ ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنِّی قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِی لَايَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ ، فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ، فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَآءٌ ، وَيُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰهِ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰی يَكُونَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ ، فَيَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰهِ عِيْسٰی وَاَصْحَابُهٗ ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِی رِقَابِهِمْ ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰی كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِیُّ اللّٰهِ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَصْحَابُهٗ اِلَی الْاَرْضِ ، فَلَا يَجِدُونَ فِی الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰهِ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَصْحَابُهٗ

إِلَى اللّٰهِ فَيُرسِلُ اللّٰهُ طَيرًا كَأَعنَاقِ البُخْتِ فَتَحمِلُهُم فَتَطرَحُهُم حَيثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنهُ بَيتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغسِلُ الأَرضَ حَتّٰى يَترُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلأَرضِ أَنبِتِي ثَمَرَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَومَئِذٍ تَأكُلُ العِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَستَظِلُّونَ بِقِحفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ، حَتّٰى إِنَّ اللِّقحَةَ مِنَ الإِبِلِ لَتَكفِي الفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقحَةَ مِنَ البَقَرِ لَتَكفِي القَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقحَةَ مِنَ الغَنَمِ لَتَكفِي الفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَينَمَا هُم كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأخُذُهُم تَحتَ آبَاطِهِم، فَتَقبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤمِنٍ وَكُلِّ مُسلِمٍ وَيَبقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الحُمُرِ، فَعَلَيهِم تَقُومُ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسلِم وَالتِّرمَذِي وَأَبُو دَاوٗد وَابنُ مَاجَةَ وَاللَّفظُ لِمُسلِمٍ [مسلم حدیث رقم: ۷۳۷۳، ترمذی حدیث رقم: ۲۲۴۰، ابو داؤد حدیث رقم: ۴۳۲۱، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۰۷۵]۔

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجال کا ذکر فرمایا۔ آپ نے اس کے فتنہ کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے۔ جب ہم شام کے وقت آپ ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ ہمارے ان تاثرات کو بھانپ گئے آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صبح آپ نے دجال کا ذکر کیا آپ نے اس کے فتنہ کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا۔ حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں سے مجھے زیادہ خوف ہے۔ اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں نکلا تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ اور نگہبان ہے۔ دجال نوجوان اور گھونگریالے بالوں والا ہوگا۔ اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ میں اس کو عبد العزیٰ بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں پڑھے۔ بلاشبہ شام اور عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہوگا وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ وہ زمین میں کب تک رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن تک، ایک دن ایک سال

کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا، آپ نے فرمایا: نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کرلینا، ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، وہ ایک قوم کے پاس جاکر ان کو ایمان کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کرلیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، ان کے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں دراز ہوں گی، پھر وہ دوسری قوم کے پاس جاکر ان کو دعوت دے گا، وہ اس کی دعوت کو مسترد کریں گے۔ وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا، ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان کے پاس ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا، پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گزرے گا اور زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو، تو زمین کے خزانے اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کردے گا، جیسے نشانہ پر کوئی چیز لگتی ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہوکر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا، دجال کے اسی معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے حلے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے، جس کافر تک بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا، اور ان کی خوشبو منتہائے نظر تک پہنچے گی، وہ دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لُدّ پر اس کو موجود پاکر قتل کردیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، وہ ان کے چہروں پر دست شفقت پھیریں گے، اور انہیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے، ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا، میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو، اللہ تعالیٰ

یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے، ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی، پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گزریں گی تو وہ کہیں گی یہاں پر کسی وقت پانی تھا، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا، یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھودے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا، پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ، سو اس دن ان کی جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھالے گی، اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کرے گی، اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

دجال سے متعلق احادیث میں بیان ہونے والی شفاف باتیں

دجال سے متعلق ان احادیث کا بغور مطالعہ فرمایئے۔ یہ احادیث بخاری اور مسلم سمیت صحاح وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں اور دجال کی خبر امت مسلمہ میں تواتر سے موجود ہے۔ خصوصاً یہ نکات نوٹ کرنے کے قابل ہیں کہ:

دجال کانا ہوگا (بخاری: ۳۴۳۹، مسلم: ۷۳۶۱)۔ دجال سمندر پار بندھا ہوا ہے (

مسلم:۷۳۸۶) دجال کا خروج شام اور عراق کے درمیان ہو گا (مسلم:۷۳۷۳) دجال یہودی ہو گا (مسلم:۷۳۴۹) دجال اپنے شعبدوں کی بنا پر نبوت کا دعوئی کرے گا (مسلم:۷۳۷۵) دجال ایک خاص شخصیت ہے (بخاری، مسلم وغیرہ میں کئی احادیث)۔۔دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہو گا (بخاری:۷۱۳۱، مسلم:۷۳۶۳) دجال مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا (مسلم:۷۳۴۸)۔دنیا کا سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہو گا (مسلم:۷۳۹۶)

اگر دجال سے مرزا کے ہم عصر پادری مراد ہوں تو دجال کی مذکورہ بالا تمام نشانیاں بے فائدہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔نیز اگر دجال سے مراد پادری لیے جائیں تو مرزا کے دور سے بہت پہلے ہلاکو خان کو دجال سمجھ لیا گیا ہوتا جس نے مرزا کے ہم عصر پادریوں سے لاکھوں گنا زیادہ تباہی مچائی تھی۔ دور کیوں جاتے ہو! آج پندرھویں صدی کا وہ پادری دجال کہلانے کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا جس نے قرآن پر فرضی مقدمہ چلایا کہ اسے سزائے موت سنانے کے بعد آگ میں جلا دیا (الامان)۔یا پھر وہ شخص دجال سمجھ لیا جاتا جس نے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے اور کارٹون تیار کیے تھے۔قادیانیوں میں اگر ہمت ہے تو مرزا قادیانی کو آواز دیں اور اس سے پوچھیں کہ تمہیں تو تمہارے مربی انگریز نے پناہ دی اور تم اپنے فرضی دجال کے مقابلے پر انگریز اور ملکہ وکٹوریہ کی آغوش میں چھپ گئے لیکن آج بتاؤ! مسلمانوں کے کئی ممالک پر حملہ، ایٹمی ہتھیاروں سے جنگ، کارپٹ بمباری کے ساتھ ساتھ قرآن کو جلا ڈالنے اور سزائے موت سنانے اور کارٹون بنانے کے علاوہ مغربی سازش ہر لحاظ سے ارتقاء پا چکی ہے۔اس طرح اگر دجال ثابت ہو سکتا تو پھر کم از کم سلمان رشدی کو ہی دجال سمجھ لیا جاتا۔

یارو! دین میں تحریف کی حد ہو گئی! مرزا قادیانی جس طرح دجال کی شخصیت کو متعین کرتا ہے اس کے مزعومہ و مفروضہ دجال سے ہزار گنا زیادہ دجالی کا حقدار ابوجہل تھا۔حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی ابن صیاد کا نا بھی تھا اور اگر دخان نہیں کہہ سکتا تھا تو ڈخ ڈخ ضرور کر لیتا تھا (بخاری، مسلم) اس کے باوجود وہ دجال نہ نکلا۔پھر مرزا قادیانی ان تمام حقائق اور قرائن کی روشنی میں دجال کی شخصیت سمجھنے میں کیوں غلطی کھا گیا اور سچ پوچھو تو یہ تحقیقی غلطی نہیں بلکہ محض فریب کاری

اور خود فریبی دونوں کا مجموعہ ہے۔ بلکہ احادیث کو غور سے پڑھیے تو خود مرزا میں دجال کی واضح نشانیاں پائی جاتی ہیں، نبوت کا دعوئی کرنا، ایک آنکھ سے عاری ہونا، مکہ شریف اور مدینہ منورہ جانے سے محروم رہنا۔

یہ ایک نفسانی مسئلہ ہے کہ ہر شخص خصوصا ہر مبلغ اپنے مشن کو اہم اور اپنے مخالف کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیتا ہے۔ یہ جملہ دوبارہ پڑھ لو! ہم حقیقت عرض کر رہے ہیں! انہی لوگوں نے جا بجا زیادہ مچائی جنہیں جب کسی سے مقابلہ، تسل اور لگت بازی بنی تو اسی کو سب سے بڑا فتنہ اور وقت کا دجال قرار دیا۔ ہاں واقعی اگر کوئی وقت کا سب سے بڑا فتنہ ہو تو یہ ایک الگ بات ہے۔

قادیانیوں میں اگر کوئی صاحب شعور و انصاف موجود ہے تو مکمل خوف خدا کے ساتھ بتائے! کیا واقعی مرزا کا مقابل پادری دجال تھا؟ کیا اس پادری سے بڑے پادری اور اس سے زیادہ خطرناک لوگ اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی نظر نہیں آتے؟ اور کیا واقعی مرزا اور اس کے دجال کے بعد قیامت آ چکی ہے؟ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے اور قیامت نہیں آ رہی، تو کیا مرزا جھوٹا در جھوٹا ثابت نہیں ہو رہا؟

بخدا سوالات کی اس بھرمار سے جان چھڑانے کا قادیانیوں کے پاس کوئی باضمیر راستہ نہیں ، لے دے کر وہی مرزا کا پڑھایا ہوا سبق پڑھ دو گے کہ اس امت میں ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں اور جب ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں تو ہزاروں دجال بھی ہو سکتے ہیں لیکن اگر اپنے اندر سے سچ بولنے والا مر نہیں گیا تو ہمارے مذکورہ بالا سوالات دوبارہ دیکھ لو! دجال ہزاروں نہیں ہو سکتے، دجال فردِ واحد ہے اسی لیے اس کا حلیہ، اس کے شعبدے اور سمندر پار اس کا وجود احادیث میں صراحتاً مذکور ہے۔

حیاتِ مسیح پر احادیث میں استعمال ہونے والے مختلف الفاظ:

۱۔ نازل ہوگا۔ يَنْزِلُ (بخاری مسلم)۔

۲۔ آسمان سے نازل ہوگا۔ اِذَا نَزَلَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ (بیہقی)۔

۳۔ اوپر سے نیچے آئے گا۔ لَيَهْبِطَنَّ (مستدرک حاکم)۔

۴۔ زمین کی طرف اترے گا۔ يَنْزِلُ اِلَى الْاَرْضِ (الوفا)۔

۵۔ عیسیٰ نہیں مرا۔ اِنَّ عِیسیٰ لَمْ یَمُتْ (ابن جریر)

۶۔ عیسیٰ پر فنا آئے گی۔ یَأْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاءُ (ابن جریر)۔

۷۔ دمشق کے مشرقی مینار پر اترے گا۔ یَنْزِلُ عِنْدَ الْمِنَارَةِ فِیْ دَمِشْقَ (مسلم)۔

۸۔ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں جب اسے دیکھو تو پہچان لو۔ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ (ابوداؤد)۔

۹۔ اللہ اس کے زمانے میں تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ سوائے اسلام کے۔ یُهْلِکُ اللّٰهُ فِیْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ کُلَّهَا (ابوداؤد)۔

۱۰۔ میرا بھائی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ یَنْزِلُ اَخِیْ اِبْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ (مجمع الزوائد)۔

۱۱۔ میرے ساتھ میرے روضے میں دفن ہوگا۔ یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ (الوفا)۔

۱۲۔ دجال کو لد کے دروازے پر پائے گا اور اسے قتل کرے گا۔ یُدْرِکُ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُهُ (مسلم)۔

۱۳۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا اسم گرامی ہر حدیث میں "مسیح بن مریم" اور "عیسیٰ بن مریم" بیان ہوا ہے۔ مسیح کے نام کی تصریح اور پھر انکی والدہ کے نام کی تصریح فرمانا کسی مثیل کے بارے میں سوچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ گویا یہ وہ مسیح ہے جو کسی باپ کا بیٹا نہیں بلکہ صرف ماں کا بیٹا ہے اورا سکی ماں کا نام اسی لیے لیا جا رہا ہے کہ اس کا باپ نہیں۔ مرزا قادیانی کا باپ موجود ہے اور اسے کسی عورت کا بیٹا کہنے کی حاجت نہیں تھی۔ مثیل مسیح کے وجود یا اس کے نزول کا ذکر قرآن میں بھی نہیں، حدیث میں بھی نہیں، حتی کہ امت مسلمہ کے کسی عالم نے بھی یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ بالکل اسی طرح ظلی اور بروزی نبوت کے الفاظ بھی حرام ہے کہ کسی نے استعمال کیے ہوں۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام پر اجماع

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں حضرت سعد بن ابی وقاص قادسیہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت نضلہ بن معاویہ انصاری کو

تین سو سوار دے کر حلوان عراق کی طرف مالِ غنیمت لوٹنے کیلئے بھیجا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس آرہے تھے کہ راستے میں عصر کی نماز کیلئے اذان دی۔ جب وہ اذان کہنے لگے تو اچانک حلوان کے پہاڑوں میں سے اذان کا جواب سنائی دینے لگا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، تو جو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے آ کر اپنی صورت دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ اور عمر ابنِ خطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ اس پر ایک شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہوا۔ اسکے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اس نے اُون کے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے سامنے آ کر سلام کہا اور لوگوں نے اسکے سلام کا جواب دیا۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام زریب بن برثملا ہے۔ میں اللہ کے نیک بندے عیسیٰ ابنِ مریم کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لیے آسمان سے نازل ہونے کے وقت تک زندہ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔ میری طرف سے عمر کو سلام کہنا اور اسے میری طرف سے بتا دینا کہ قیامت قریب ہے۔ اسکے بعد وہ غائب ہو گیا اور لوگ اسے نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور انہوں نے حضرت فاروقِ اعظم کی طرف لکھا۔ حضرت فاروقِ اعظم نے اس کے جواب میں حضرت سعد کو لکھا کہ آپ بھی مہاجرین وانصار کی ایک جماعت لیکر اس پہاڑ پر جائیں اور اگر زریب بن برثملا سے ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے انہیں سلام کہیں۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مہاجرین وانصار کو لیکر اس پہاڑ پر گئے اور چالیس دن تک ہر نماز کے لیے اذان پڑھتے رہے مگر انہیں کوئی جواب یا آواز سنائی نہ دی (فتوحاتِ مکیہ جلد ۱ باب ۳۶ صفحہ ۳۳۶، حیات الحیوان اردو جلد ۱ صفحہ ۱۷۹، ازالۃ الخفاء ۲/ ۱۶۷۔۱۶۸)۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ اپنے کشف کے ذریعے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ گویا ہزاروں صحابہ پر مشتمل ایک عظیم لشکر کا حیات مسیح پر اجماع ہوا۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ الاقدس فرماتے ہیں: فَاِنَّهٗ لَمْ يَمُتْ اِلَى الْآنَ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهِ السَّمَآءِ یعنی وہ اب تک فوت نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اس آسمان پر اٹھالیا (فتوحات مکیہ باب ۳۶۷، جلد ۷ صفحہ ۸۹)۔

نزول مسیح پر اجماع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لَا خِلَافَ اَنَّهُ یَنْزِلُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ حَکَماً مُقْسِطاً یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانے میں حکم اور عادل کے طور پر نازل ہوں گے (فتوحات مکیہ باب ۷۳، جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)۔

تفسیر ابن جریر میں مجاہد کا قول ہے رَفَعَ اللّٰهُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ حَیًّا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا (تفسیر ابن جریر جلد ۳ جزء ۳ صفحہ ۲۰)۔

تفسیر بغوی میں ہے کہ: اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں تَوَفِّی سے مراد قبض کر کے آسمان پر لے جانا ہے۔ یا پھر نیند دے کر آسمان پر لے جانا مراد ہے۔ یا پھر.......... چند لمحوں کے لیے موت دے کر دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر لے جانا مراد ہے.......... یا پھر تَوَفِّی سے وہ موت مراد ہے جو نزول کے بعد واقع ہوگی اور اس آیت کے الفاظ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم وتاخیر ہے (بغوی جلد ا صفحہ ۳۵۹، صفحہ ۳۶۰)۔

یہ مفصل بحث صرف امام بغوی ہی نے نہیں کی بلکہ بہت سارے دوسرے مفسرین نے بھی کی ہے۔ مثلاً تفسیر البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۷۵۶ پر یہی بحث تفصیل سے لکھنے کے ابن عطیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی مَا تَضَمَّنَهُ الْحَدِیْثُ الْمُتَوَاتِرُ مِنْ: اَنَّ عِیْسٰی فِی السَّمَآءِ حَیٌّ وَاَنَّهُ یَنْزِلُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ، فَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ، وَیُفِیْضُ الْمَالَ، وَتُظْهَرُ بِهِ الْمِلَّةُ، مِلَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَیَحُجُّ الْبَیْتَ، وَیَعْتَمِرُ، وَیَبْقٰی فِی الْاَرْضِ اَرْبَعاً وَعِشْرِیْنَ سَنَةً وَقِیْلَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یعنی اس پر امت کا اجماع ہے اور متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں، اور یہ کہ وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے، اور مال کو بہادیں گے، ان کے ذریعے سے امت محمدیہ (ﷺ) غالب آجائے گی، وہ کعبہ کا حج کریں گے، اور عمرہ کریں گے، اور زمین میں چوبیس یا چالیس سال زندہ رہیں گے (البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۷۵۶، ۷۵۷)۔

تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ پر یہی مفصل بحث موجود ہے۔ پھر یہی بحث اپنے مختلف انداز

میں امام خازن نے تفسیر خازن جلد ۱صفحہ ۲۵۵ پر لکھی ہے۔ یہی ساری بحث تفسیر ابن کثیر میں ان کے اپنے جداگانہ الفاظ میں موجود ہے ملاحظہ کریں (تفسیر ابن کثیر جلد ۱صفحہ ۵۰۵)۔

علماء نے تمہارے کان کی کھڑکیاں کھول دی ہیں اور واضح کر کے رکھ دیا ہے کہ تَوَفِّی کا معنی کچھ بھی ہو، لیکن بہر صورت حضرت مسیح کا آسمان پر جسم سمیت اٹھائے جانا قرآن سے، متواتر احادیث سے اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اِنَّ التَّوَفِّیَ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیاً وَلَمَّا عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّخْطُرُ بِبَالِہٖ اَنَّ الَّذِیْ رَفَعَہُ اللّٰہُ ھُوَ رُوْحُہٗ لَا جَسَدُہٗ ذَکَرَ ھٰذَا الْکَلَامَ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رُفِعَ بِتَمَامِہٖ اِلَی السَّمَاءِ بِرُوْحِہٖ وَبِجَسَدِہٖ وَیَدُلُّ عَلٰی صِحَۃِ ھٰذَا التَّاوِیْلِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی: وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ۔

ترجمہ: بے شک توفی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ لوگوں میں سے کسی کو یہ شبہ ہوگا کہ جسے اٹھایا گیا ہے وہ عیسیٰ کی روح ہے جسم نہیں، تو اللہ نے یہ کلام ارشاد فرمایا تا کہ واضح ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پورے کے پورے آسمان کی طرف اٹھائے گئے، روح سمیت بھی اور جسم سمیت بھی، اس معنی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا: وہ تجھے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا ئیں گے (النساء: ۱۱۳)۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۷)۔

امام رازی کی عبارت کو ذرا کھلے دل سے پڑھیں۔ یہ عقلیات کے ماہر ترین مفسر ہیں۔ اگر رفع الی السماء میں کوئی عقلی قباحت ہوتی تو ضرور بول جاتے۔

تفسیر جامع البیان میں ہے: وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّہٗ حَیٌّ فِی السَّمَاءِ وَیَنْزِلُ وَیَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَیُؤَیِّدُ الدِّیْنَ یعنی اس پر اجماع ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور نازل ہوں گے، اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی مدد کریں گے (جامع البیان صفحہ ۵۲)۔

امام قرطبی لکھتے ہیں: بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ: اَیْ اِلَی السَّمَآءِ وَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُتَعَالٍ عَنِ الْمَکَانِ یعنی بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے۔ اِلَیْہِ سے خود اللہ کی ذات مراد

نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔

روح المعانی میں ہے: وَهُوَ حَيٌّ فِي السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ عَلَىٰ مَا صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَدِيْثِ الْمِعْرَاجِ یعنی وہ آسمان میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث معراج میں نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)۔

روح البیان میں ہے: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي اَىْ قَبَضْتَنِي اِلَيْكَ وَرَفَعْتَنِي اِلَى السَّمَآءِ یعنی جب تو نے مجھے اپنی طرف قبض کیا اور آسمان پر اٹھالیا (روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۷۰)۔

درسی تفاسیر: اب ذرا ان تفاسیر کا حال میں دیکھ لیجیے جو صدیوں سے اس امت کے مدارس میں پڑھائی جارہی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں وہی رفع کے وقت کی حالت پر مختلف اقوال اور جسم سمیت اٹھائے جانے پر بہرحال اتفاق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: (اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ) اَىْ مُسْتَوْفِيْ اَجَلَكَ وَمُؤَخِّرُكَ اِلىٰ اَجَلِكَ الْمُسَمّٰى، عَاصِماً اِيَّاكَ مِنْ قَتْلِهِمْ، اَوْ قَابِضُكَ مِنَ الْاَرْضِ، مِنْ تَوَفَّيْتُ مَالِيْ، اَوْ مُتَوَفِّيْكَ نَائِماً اِذْ رُوِىَ اَنَّهُ رُفِعَ نَائِماً، اَوْ مُمِيْتُكَ عَنِ الشَّهَوَاتِ الْعَائِقَةِ عَنِ الْعُرُوْجِ اِلىٰ عَالَمِ الْمَلَكُوْتِ وَقِيْلَ اَمَاتَهُ اللّٰهُ سَبْعَ سَاعَاتٍ ثُمَّ رَفَعَهُ اِلَى السَّمَآءِ وَاِلَيْهِ ذَهَبَتِ النَّصَارٰى (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۶۲)۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي بِالرَّفْعِ اِلَى السَّمَآءِ (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ:

(وَرَافِعُكَ اِلَيَّ) اِلىٰ سَمَائِيْ وَ مَقَرِّ مَلَائِكَتِيْ (مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۵۵)۔

تفسیر جلالین میں ہے:

(وَرَافِعُكَ) مِنَ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ (تفسیر جلالین صفحہ ۵۲)۔

اسکی شرح صاوی میں ہے: فَرُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ وَهُوَ نَائِمٌ (تفسیر صاوی ۱/۱۴۰)۔

کہاں تک لکھتے چلیں؟ ہمارے سامنے اس وقت تقریباً ایک سو تفاسیر موجود ہیں اور بخدا ہر مفسر نے مفہوماً یہی بات لکھی ہے۔

محدثین کے اقوال: یہی حال محدثین کا بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نزول مسیح علیہ السلام والی حدیث کی مکمل شرح لکھنے کے بعد نزول مسیح کی حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵)۔ آگے لکھتے ہیں: تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ بِاَنَّ الْمَهْدِیَّ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَنَّ عِیْسٰی یُصَلِّیْ خَلْفَهٗ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۶)۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مَعْنَاهُ یَقْرِنُ بَیْنَهُمَا وَ هٰذَا یَكُوْنُ بَعْدَ نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَآءِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ (شرح نووی علی مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بہ تحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فرود می آید از آسمان بہ زمین (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۷۲)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فَیَنْزِلُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمَنَارَةِ الشَّرْقِیَّةِ فِیْ دِمَشْقَ الشَّامِ، وَ یَجِیْءُ اِلٰی قِتَالِ الدَّجَّالِ فَیَقْتُلُهٗ بِضَرْبَةٍ فِی الْحَالِ، فَاِنَّهٗ یَذُوْبُ كَالْمِلْحِ فِی الْمَآءِ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَآءِ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شام کے شہر دمشق کے مشرقی مینار پر اتریں گے، اور دجال کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئیں گے اور اسے ایک ہی ضرب سے قتل کریں گے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے وقت اس طرح پگھلے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۲)۔

عقائد کی کتابوں میں تصریح: امام اعظم ابوحنیفہ اپنی مشہور عام کتاب فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: وَ نُزُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَآءِ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قیامت کی نشانی ہے (فقہ اکبر صفحہ ۸)۔

عقائد کے امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وَقَالَ تَعَالٰی لِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ) وَقَالَ تَعَالٰی: (وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ) وَاَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ رَفَعَ عِیْسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِلَی

السَّمَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اور وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ فرمایا ہے۔ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا (کتاب الابانہ صفحہ ۱۰۳)۔

عقائد کی درسی وغیر درسی تمام کتابوں میں یہی تصریح موجود ہے۔ عقائد نسفی کے متن میں لکھا ہے: وَ نُزُوْلُ عِیْسیٰ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَآءِ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قیامت کی نشانی ہے (متن عقائد نسفی صفحہ ۱۰)۔

درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں اس پر احادیث اور دلائل وارد ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۷۴)۔

نبراس میں ہے: قَدْ صَحَّ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ عِیْسیٰ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ، آگے لکھتے ہیں: وَالْاَحَادِیْثُ فِیْ ذٰلِکَ کَثِیْرَةٌ مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نازل ہونے کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہے، اس موضوع پر کثرت سے احادیث وارد ہیں جو معناً متواتر ہیں (نبراس صفحہ ۳۵۱)۔

عقیدہ طحاویہ کے الفاظ یہ ہیں: وَ نُزُوْلُ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَآءِ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قیامت کی نشانی ہے (متن عقیدہ طحاویہ صفحہ ۱۶)۔

اس کی شرح میں علامہ ابوالعز حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وَ اَحَادِیْثُ الدَّجَّالِ، وَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ یَقْتُلُهُ، وَ یَخْرُجُ یَاجُوْجُ وَ مَاجُوْجُ فِیْ اَیَّامِهٖ بَعْدَ قَتْلِهِ الدَّجَّالَ، فَیُهْلِکُهُمُ اللّٰهُ اَجْمَعِیْنَ فِیْ لَیْلَةٍ وَّاحِدَةٍ بِبَرَکَةِ دُعَائِهٖ عَلَیْهِمْ: وَ یَضِیْقُ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ عَنْ بَسْطِهَا (شرح العقیدۃ الطحاویہ صفحہ ۵۰۱)۔

تمام صوفیائے کرام کا عقیدہ: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اندر آثار صحیحہ وارد است کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرقع داشت وے را بہ آسمان بردند یعنی صحیح احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس

ایک چادر تھی وہ اس چادر سمیت آسمان پر گئے (کشف المحجوب صفحہ ۴۸)۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے تین حوالے اور ان سے اجماع کا منقول ہونا آپ پڑھ چکے ہیں۔امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَلْحَقُّ اَنَّهٗ رُفِعَ بِجَسَدِهٖ اِلَى السَّمَآءِ وَ الْاِيْمَانُ بِذٰلِكَ وَاجِبٌ قَالَ تَعَالٰى: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء:۱۵۸) قَالَ اَبُو طَاهِرٍ الْقَزْوِيْنِي : وَ اعْلَمْ اَنَّ كَيْفِيَّةَ رَفْعِهٖ وَ نُزُوْلِهٖ وَ كَيْفِيَّةَ مَكْثِهٖ فِي السَّمَآءِ اِلٰى اَنْ يَّنْزِلَ مِنْ غَيْرِ طَعَامٍ وَّلَا شَرَابٍ مِمَّا يَتَقَاصَرُ عَنْ دَرْكِهِ الْعَقْلُ وَلَا سَبِيْلَ لَنَا اِلَّا اَنْ نُّؤْمِنَ بِذٰلِكَ تَسْلِيْماً لِسَعَةِ قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ اَطَالَ فِيْ ذِكْرِ شُبَهِ الْفَلَاسِفَةِ وَ غَيْرِهِمْ فِي اِنْكَارِ الرَّفْعِ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۵۶۸)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ : اَیْ بِخُرُوْجِ عِيْسٰى یعنی قرآن کی آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خروج کے وقت ان پر ایمان لانا مراد ہے (الفوز الکبیر صفحہ ۹۷ عربی)۔

اب بتایئے ہم مزید آپ کو کس طرح سمجھائیں! کیا ضروری ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کتاب کا حوالہ دیا جائے؟ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر تشریف لا کر آپ کو سمجھائیں تو پھر بھی مرزا صاحب کہہ دیں گے کہ استعارے اور تعبیر کو سمجھنے میں حضور سے خطا ہوئی (معاذ اللہ) مگر مرزا صاحب کا اپنا الہام بے لگام حرف آخر ہے!

مرزا قادیانی کا اعتراف

مرزا لکھتا ہے: یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۴۰۰)۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: اب ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں (توضیح مرام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲)۔

تیسری جگہ لکھتا ہے: یَا حَسْرَةً عَلَيْهِمْ اَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَسِيْحَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ بِجَمِيْعِ عُلُوْمِهٖ وَلَا يَأْخُذُ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ مَا لَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنی ان لوگوں پر افسوس ہے کیا یہ نہیں جانتے کہ مسیح اپنے تمام علوم کے ساتھ آسمان سے اتریں گے اور زمین سے کچھ حاصل نہیں کریں گے انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ سمجھتے نہیں (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۰۹)۔

مرزا کے نزدیک سیدنا موسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم سمیت زندہ ہیں

مرزا لکھتا ہے: هٰذَا هُوَ مُوْسٰى فَتَى اللّٰهِ الَّذِيْ اَشَارَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ اِلٰى حَيَاتِهٖ وَ فَرَضَ عَلَيْنَا اَنْ نُّؤْمِنَ اَنَّهٗ حَيٌّ فِي السَّمَاءِ وَ لَمْ يَمُتْ وَ لَيْسَ مِنَ الْمَيِّتِيْنَ یعنی یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ آسمان میں زندہ موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں ہے (نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۶۹)۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی لکھتا ہے: بَلْ حَيَاةُ كَلِيْمِ اللّٰهِ ثَابِتٌ بِنَصِّ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ یعنی کلیم اللہ کی زندگی قرآن کی نص سے ثابت ہے (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۲۱)۔

مرزا کے مذکورہ بالا دو بیان اس کے پاگل پن کا ایک خوبصورت مظاہرہ ہے۔ مرزا نے یہ بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین قرار دیتے ہوئے داغے

ہیں، لیکن مصیبت میں پھنس گیا کہ ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان کر خود اپنے ہی قول سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ٹھہرا۔ ثانیاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر جتنے اعتراضات گھڑ گھڑ کر تیار کرتا رہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی تسلیم کر کے ان تمام دلائل پر خود ہی پانی پھیر دیا، اور مشرک سازی کا جو توپخانہ خود ہی تیار کیا تھا اسی بارود سے خود کو اڑا ڈالا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے حلیہ کی بحث

قادیانی اپنی جانب سے ایک نہایت اہم سوال اٹھاتے ہیں، کہتے ہیں کہ: بخاری شریف میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دو الگ الگ حلیے اور رنگ بیان ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث میں ہے کہ فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ، بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا تھا۔

اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَۃِ فَاِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ .... فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا ؟ قَالُوْا ابْنُ مَرْیَمَ یعنی میں خواب میں کعبے کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک آدمی دیکھا جس کا رنگ گندمی، بال سیدھے تھے .... میں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا: یہ ابن مریم ہیں۔

مسیح علیہ السلام کے دو الگ الگ حلیے بتا رہے ہیں کہ پہلے مسیح سے مراد مراد بنی اسرائیل کے مسیح ہیں اور دوسرے مسیح سے مراد ان کا مثیل ہے یعنی مرزا قادیانی۔ قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے کمال کر دیا ہے کہ پہلے والے مسیح کا ذکر پہلے رکھا اور بعد والے مسیح کا ذکر بعد میں۔

جواب: دوسری حدیث آپ نے نامکمل لکھی ہے۔ مکمل صورت حال اس طرح ہے کہ پہلی حدیث میں حضور کریم ﷺ نے سیدنا مسیح علیہ السلام کا رنگ سرخ اور بال گھنگریالے بتائے ہیں (بخاری: ۳۴۳۸) اور دوسری حدیث کے راوی کہتے ہیں: وَ اللّٰہِ مَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِعِیْسٰی اَحْمَرُ وَلٰکِنْ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ یعنی اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ نے عیسیٰ کا سرخ نہیں بتایا بلکہ فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا آگے وہی دوسری حدیث ہے (بخاری: ۳۴۴۱)۔

آسانی سے واضح ہو رہا ہے کہ دونوں حدیثوں میں ایک ہی ہستی کا حلیہ بیان ہو رہا ہے جیسے پہلا راوی سرخ بتاتا ہے اور دوسرا راوی قسم کھا کر اس حلیے کی نفی کر رہا ہے۔ گویا وَاللهِ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِيسَىٰ اَحْمَرُ کے الفاظ ہضم کرنا اصل خیانت ہے۔

ثانیاً اگر احادیث کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے تو اس طرح کئی مسیح ثابت ہو جائیں گے۔ مثلاً بخاری میں اسی مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کا حلیہ اس طرح ہے کہ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ یعنی پست قد والے سرخ رنگ والے (بخاری: ۳۴۳۸)، دوسری حدیث میں ہے اَحْمَرُ جَعْدٌ یعنی سرخ رنگ والے گھنگھریالے بالوں والے (بخاری: ۳۴۳۸)، تیسری حدیث میں ہے: رَجُلٌ آدَمُ یعنی گندمی رنگ کا مرد (بخاری: ۳۴۴۰)، رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً نیم گھنگھریالے بال، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا (بخاری: ۳۴۴۰)، اگلی حدیث میں ہے رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ یعنی گندمی رنگ کا آدمی جس کے بال سیدھے تھے (بخاری: ۳۴۴۱)۔

آپ کا طرزِ تحقیق تین چار مسیح ثابت کر رہا ہے۔ لیکن اگر دیانت داری سے دیکھیں تو یہ ایک ہی شخصیت کا حلیہ ہے، جسے کبھی سرخ اور کبھی گندمی کہا جا رہا ہے اور واقعی گندمی رنگ کو سرخ بھی کہہ دیا جاتا ہے ورنہ بالکل خون کی طرح سرخ رنگ تو کسی انسان کا نہیں ہوتا۔

ثالثاً بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ: هُوَ مَرْبُوعُ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَ الْبَيَاضِ حِيْنَ رَاٰهُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ یعنی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کی رات دیکھا تو ان کی رنگت سرخی اور سفیدی کے درمیان تھی (بخاری: ۳۲۳۹، مسلم: ۴۱۹)۔

ابوداؤد شریف میں حدیث ہے کہ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ فَاِنَّهُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ مِنَ الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ یعنی جب تم اسے دیکھو تو پہچان جاؤ، وہ ایک مرد ہے جو سرخی اور سفیدی سے ملی جلی رنگت والا ہے (ابوداؤد: ۴۳۲۴)۔

اس حدیث نے مسئلہ مزید حل کر دیا اور سیدنا مسیح علیہ السلام کا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان بتا دیا۔ اب ظاہر ہے کہ اس رنگ کو سرخ کہہ دیں پھر بھی حرج نہیں اور اگر سفید کہہ دیں پھر بھی حرج نہیں۔ لیکن اگر ذہن میں ہی فتور ہو تو ایک نئی شخصیت تیار کی جا سکتی ہے۔

رابعاً یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ مرزا قادیانی خود کو مسیح بھی کہتے ہیں اور مہدی بھی۔ اب قادیانیوں کے لیے مصیبت یہ ہے کہ احادیث میں امام مہدی ﷺ کا حلیہ حضرت مسیح کے حلیہ سے بالکل جدا بیان ہوا ہے۔ بلکہ ان کا نسب نامہ اور جائے ظہور بھی جدا مذکور ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا حلیہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ سیدنا امام مہدی ﷺ کا حلیہ حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے کہ: اَلْمَهْدِیُّ مِنِّی اَجْلَی الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفِ یعنی مہدی مجھ سے ہوگا، کھلی پیشانی والا، بلند بنی والا (ابوداؤد: ۴۲۸۵)۔ اب قادیانی بتائیں کہ مسیح اور مہدی کے دو الگ الگ حلیے مرزا کی ایک ہی شخصیت میں کیسے پیدا کرو گے؟ حدیث میں ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ نے اپنے شہزادے سیدنا امام حسن کے بارے میں فرمایا کہ انکی اولاد سے ایک آدمی پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا وہ اخلاق میں نبی جیسا ہوگا مگر حلیہ نبی جیسا نہیں ہوگا (ابوداؤد: ۴۲۸۴)، دوسری حدیث میں ہے کہ یُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ وَ اِسْمُ اَبِیْهِ اِسْمَ اَبِیْ یعنی اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اسکے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا (ابوداؤد: ۴۲۸۲، ترمذی: ۲۲۳۱)۔

خامساً اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ دجال کا حلیہ حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے: جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنیٰ گھنگریالے بالوں والا دائیں آنکھ سے کانا (بخاری: ۳۴۴۰)، اَحْمَرُ جَسِیْمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنیٰ سرخ رنگ کا بڑے جسم والا گھنگریالے بالوں والا دائیں آنکھ سے کانا (بخاری: ۳۴۴۱)۔ دجال کے کانے پن کی بڑی آسان اور واضح نشانی مرزا قادیانی میں پائی جا رہی ہے۔ کیوں نہ مرزا کو دجال سے واضح مشابہت کی وجہ سے ظلی اور بروزی دجال مان لیا جائے؟

سادساً بخاری کی یہی حدیث جو آپ نے پیش کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ یَعْنِی الْحَمَّامَ ایسے لگتا ہوگا جیسے ابھی غسل کر کے نکلے ہیں (بخاری: ۳۴۳۷)، یَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً ان کے سر سے پانی ٹپکتا ہوگا (بخاری: ۳۴۴۰)، یَنْطُفُ رَاْسُهٗ مَاءً اَوْ یُهْرَاقُ رَاْسُهٗ مَاءً یعنی ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا (بخاری: ۳۴۴۱)۔ دوسری طرف سیدنا ابن عباس ﷺ کا قول صحیح سند کے ساتھ معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ جب سیدنا مسیح علیہ السلام کو

آسمان پر زندہ اٹھایا جارہا تھا تو آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے (المصنف لابن ابی شیبہ ۷/۴۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی ۶/۴۸۹، ابن جریر ۶/۱۸،۱۹، ابن کثیر ۱/۵۸۹)۔ اب بتائیے! آسمان پر جاتے وقت بھی سر سے پانی ٹپکتا ہوا اور حضور ﷺ نے بھی جب دیکھا تو گویا سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس سے دو مختلف شخصیات ثابت ہوئیں یا عین وہی ایک شخصیت؟ خدا کے بندو! سچے لوگوں کے بیان آپ میں اسی طرح ملتے ہیں جس طرح مذکورہ بالا دو بیانات۔

سابعاً حدیث شریف کے الفاظ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَاعْرِفُوْہُ جب تم اسے دیکھو تو فوراً پہچان جاؤ (ابوداؤد: ۴۳۲۴) سے واضح ہو رہا ہے کہ آنے والے مسیح علیہ السلام اچانک آئیں گے۔ مرزا قادیانی پر یہ صورت حال فٹ نہیں بیٹھتی۔

یہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے حلیہ پر مکمل صورت حال۔ اسکے برعکس کچھ بتانا اور کچھ چھپانا ہی دجل وفریب کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اسی فاسد طرزِ تحقیق سے ہر باطل طبقے نے اسلام میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ادھورے جملے، آدھی احادیث اور بعض احادیث پر پردہ ڈالنا ہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قادیانی حق گوئی کے میدان میں بے ضمیری کی حد تک پسپا بلکہ رسواء ہو چکے ہیں اور ہمارے پاس انکی ایک ایک بات کے کئی کئی جواب موجود ہیں۔ الحمدللہ۔

اصل اور نقل میں فرق واضح ہے

(۱)۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح ابنِ مریم اور عیسیٰ ابنِ مریم کی تصریح کے ساتھ آیا ہے۔ قیامت کے نزدیک نازل ہونے والے مسیح کو بھی احادیث میں وہی عیسیٰ ابنِ مریم یعنی "مریم کا بیٹا عیسیٰ" کے صاف الفاظ سے متعارف کرایا گیا ہے۔ مرزا قادیانی اپنے دعوے سے مسیح تو بن بیٹھے لیکن مریم کا بیٹا بن کے دکھانا مشکل ہوگیا۔ مرزا قادیانی اپنی اس مشکل کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "استعارے کے رنگ میں مجھے مریم بنایا گیا، پھر مجھے حمل ہوا، پھر مجھ سے عیسیٰ پیدا ہوا، وہ پیدا ہونے والا عیسیٰ بھی میں خود ہی تھا، اس طرح میں عیسیٰ ابنِ مریم ٹھہرا" (دیکھیے: کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)۔

(۲)۔ مرزا سے کہا گیا کہ امام مہدی فاطمی ہوں گے۔ تو مرزا نے ایسی بکواس لکھی کہ اسے تحریر کرنے کو دینی غیرت گوارا نہیں کرتی۔ وہ بکواس مرزا کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۰ پر موجود ہے۔

(۳)۔ مرزا کو جب مسلم شریف کی حدیث دکھائی گئی کہ مسیح کا نزول دمشق میں ہوگا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱) تو مرزا نے کہا: دمشق سے مراد قادیان ہے، یہاں کے لوگ اکثر یزیدی الطبع ہیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۸۔۱۳۹)۔

(۴)۔ جب مرزا سے پوچھا گیا کہ مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے تو اس نے کہا: دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۶)۔

(۵)۔ جب پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لُد کے مقام پر دجال کو قتل کریں گے (مسلم ۲/۴۰۱) تو مرزا نے کہا: لُد سے مراد لدھیانہ ہے (الہدیٰ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۴۱)۔

(۶)۔ جب مرزا سے کہا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے جیسے معجزات دکھاتے تھے تو مرزا نے کہا: یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۸)۔

(۷)۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے اور دو زرد چادریں اوڑھی ہوں گی۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا: دو فرشتوں سے مراد دو قسم کے غیبی سہارے ہیں (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۲۱)۔ اور دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں۔ اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ مجھے اوپر کے حصہ میں دورانِ سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور دونوں مرضیں اس زمانے سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۲۰)۔

(۸)۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو خوبصورت نہ ہو (شمائل ترمذی

صفحہ۴۴)۔مگر مرزا قادیانی حسن و جمال سے عاری اور ایک آنکھ سے کانے تھے جس کا جی چاہے مرزا کی تصویر آج بھی دیکھ کر صورتِ حال کو سمجھ سکتا ہے۔ بلکہ حدیث پاک میں ایک آنکھ سے کانا ہونے کا حلیہ مسیح کا نہیں بلکہ دجال کا بیان ہوا ہے (بخاری حدیث ۳۴۳۹، مسلم حدیث ۷۳۶۱)۔

(۹)۔ احادیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول سفید مینار کے پاس ہوگا۔ان صاحب نے اس طرح کا مینار خود آکر قادیان میں تعمیر کرالیا، اور خانہ پُری مکمل کرلی۔

(۱۰)۔ قرآن اور حدیث شریف میں دَابَّةُ الاَرض یعنی زمین کے جانور کا ذکر ہے۔لیکن مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ دَابَّةُ الاَرض یعنی وہ علماء وواعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتداء سے چلے آتے ہیں۔لیکن قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ان کی حد سے زیادہ کثرت ہو گی اور انکے خروج سے مراد وہی ان کی کثرت ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۳۷۳)۔ دَابَّةُ الاَرض سے مراد علمائے سوء ہیں (حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۰۸)۔

لیکن مرزا قادیانی کی یہ تضاد بیانی بھی نہایت دلچسپ ہے کہ دوسری جگہ لکھتا ہے: بلا شبہ دَابَّةُ الاَرض یہی طاعون ہے جس کا مسیح کے زمانہ میں ظاہر ہونا ضروری تھا (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۱۸، لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۴۰)۔

قادیانی سوالوں کے جوابات

قادیانیوں کا پہلا سوال: اس آیت میں آسمان کا لفظ کہیں موجود نہیں۔

جواب: ''اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا'' سے مراد آسمان پر اٹھانا ہی ہے۔اللہ تعالیٰ آسمان میں مقید نہیں لیکن اسکی سلطنت کا ظہور کامل آسمانوں میں ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود کا آسمانوں میں ہونا بیان فرماتا ہے (تفسیر جامع البیان میں ہے: لِاَنَّ السَّمَآءَ مَحَلُّ ظُهُوْرِ سُلْطَانِهٖ: صفحہ ۵۲)۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے لیے آسمان پر لے جایا گیا، ورنہ اللہ تعالیٰ آسمان پر مقید تو نہیں تھا۔قرآن پڑھیے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ءَ اَمِنْتُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ (ملک:۱۶)۔اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا

بشیر الدین نے اس طرح کیا ہے:

کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آ گئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں ذلیل کرے (ترجمہ مرزا بشیر الدین)۔

یہاں مرزا بشیر الدین نے اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر آسمان میں رہنے والی ہستی قرار دیا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں بھی ءَ اَمِنْتُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ کے الفاظ موجود ہیں اور مرزا بشیر الدین نے وہاں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہی ہے کہ جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو اور جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۹۴۱، ترمذی حدیث نمبر ۱۹۲۴)۔

مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ کے یہ معنی ہیں کہ جب عیسیٰ فوت ہوئے تو ان کی روح آسمان پر اٹھائی گئی (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)۔

اب بتایئے کہ مرزا قادیانی نے آسمان کا لفظ کہاں سے نکالا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر کیسے پہنچا دیا۔ جو آپ کا جواب ہو گا وہی ہمارا جواب ہے۔

صحیح اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت اس قسم کی ہیرا پھیری کی بجائے نبی کریم ﷺ کی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو خالص اسی موضوع پر وارد ہوئی ہیں۔

قادیانیوں کا دوسرا سوال: تورات کی یہ تعلیم تھی کہ مقتول لعنتی ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تورات کی تعلیم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قتل کی نفی یعنی لعنتی موت کی نفی کی ہے اور اس کے مقابلے پر رفع کا لفظ استعمال کیا ہے۔

جواب: تورات کی یہ تعلیم ہرگز نہیں تھی کہ ہر مقتول لعنتی ہوتا ہے بلکہ تعلیم یہ تھی کہ گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے (دیکھو تورات کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲۔۲۳)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بے گناہ تھے لہٰذا اگر بالفرض صلیب پر قتل بھی ہو جاتے تو لعنتی نہ بنتے۔ لہٰذا اس قتل سے مراد شہادت کی موت ہی ہے اور اسی موت کی نفی کے مقابلے پر

جسمانی رفع کا اثبات کیا گیا ہے۔

یہاں پھر قادیانی کہتے ہیں کہ چونکہ یہودیوں کے خیال میں ہر مقتول لعنتی ہوتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے عقیدہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل سے بچایا اور یہود کی نظروں میں لعنتی ہونے کی بجائے درجات کی بلندی کا اعلان کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی یہ بات بے دلیل اور بے حوالہ ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ تو وہی تھا جسے ہم نے یہودیوں کی کتاب تورات سے باحوالہ نقل کر دیا ہے یعنی گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے، ہر مقتول لعنتی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہر مقتول لعنتی ہی ہوتا ہے تو پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام (جو دونوں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے) معاذ اللہ قادیانیوں کے اس فتوے کی زد میں آ جائیں گے۔ بلکہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی یہودی بے شمار انبیاء کو بے گناہ قتل کر دیتے تھے۔ اور اگر یہودی کسی نبی کو معاذ اللہ لعنتی سمجھتے بھی رہیں تو اس سے حقیقت کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ تو آج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی ہی سمجھتے ہیں اور اپنی دانست میں انہیں پھانسی پر لٹکا چکے ہیں اور قادیانی خود بھی اس مسئلے میں یہود کے ہمنوا ہیں۔

یہی وہ مرکزی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کی صریح دلیل ہے۔ اور اسی آیت سے اپنی گردن چھڑانے کے لیے قادیانی مبلغ عیسائی دشمنی کے لاکھ دعووں کے باوجود موجودہ مسخ شدہ تورات کا سہارا لے رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کو پرکھنے کے لیے اپنے خود ساختہ ترازو اٹھائے پھرتے ہیں انہوں نے کئی ہزار سالہ پرانی تورات پر کس طرح اعتبار کر لیا جسکے تبدیل شدہ ہونے کا فیصلہ قرآن نے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ کے الفاظ سے دے دیا ہے۔ ہم قرآن سے بات کرتے ہیں اور یہ بائبل کو پیش کرتے ہیں۔ پھر بھی انہیں دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسائیت کو شکست دی۔ شاید تو راتی یہودیوں کی ہم نوائی کا نام انکے ہاں کسرِ صلیب ہے۔

قادیانیوں کا تیسرا سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ یعنی اے عیسیٰ تیری توفی کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا (آل عمران :۵۵)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مُتَوَفِّيْكَ سے مراد

مُمِیْتُکَ ہے یعنی میں تجھے موت دوں گا۔

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول تفسیر ابن عباس میں موجود ہے مگر اس کے اگلے الفاظ یہ ہیں مُقَدَّماً وَّ مُؤخَّراً یعنی اس آیت کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ رفع پہلے ہے اور توفی بعد میں۔ اگر آپ سیدنا ابن عباس کا قول لیتے ہیں تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ پھر ان کا پورا قول تسلیم کیا جائے۔ پورا قول سامنے آ جانے کے بعد آپ کا مقصد پورا نہ ہو سکا بلکہ الٹا حیاتِ مسیح علیہ السلام ثابت ہو گئی۔ اب جو کچھ پوچھنا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھیے! ویسے سخاوت کے طور پر ہم بہت کچھ عرض کیے دیتے ہیں۔ عربی زبان میں تاخیر کے لیے ثُمَّ استعمال ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہے "پھر" فوراً بعد کے لیے "ف" استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے "پس" اور تقدیم وتاخیر کی پابندی کے بغیر "واؤ" استعمال ہوتا ہے۔ جس کا معنی ہے "اور" اَلْوَاوُ لَا تَقْتَضِیْ تَرْتِیْباً وَ لَا تَعْقِیْباً (صاوی جلد ا صفحہ ۱۴۰)۔ اس کی مثالیں قرآن میں کثرت سے موجود ہیں۔ مثلاً: کَذٰلِکَ یُوْحِیْ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللّٰہُ (الشوریٰ: ۳)۔

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کا ذکر پہلے ہے اور اگلے انبیاء پر نازل ہونی والی وحی کا ذکر بعد میں ہے۔

وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ (ال عمران: ۴۳)۔ اس آیت میں سجدہ پہلے اور رکوع بعد میں بیان ہوا ہے۔ رَبِّ مُوْسیٰ وَ ھَارُوْنَ (الاعراف: ۱۲۲) اس آیت میں نہ ہی تقدیم وتاخیر ہے اور نہ ہی ترتیب بلکہ اس میں ترتیب ماننا کفر ہے۔

تقدیم وتاخیر میں حکمت ومصلحت یہ ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کو تسلی دی جا سکے کہ یہودی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ قتل ہونے کے بجائے طبعی طور پر وفات پائیں گے اور تسلی کے طور پر طبعی وفات کا ذکر پہلے فرما دیا اور اس کے بعد فی الحال اٹھا لینے کا ذکر کیا۔ علامہ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وَالْمَقْصُوْدُ بَشَارَتُہٗ بِنَجَاتِہٖ مِنَ الْیَھُوْدِ (تفسیر صاوی جلد ا صفحہ ۱۴۰)۔ یہ اسی طرح ہے جیسے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ (التوبہ: ۴۳)۔ میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لیے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ کو مقدم فرما دیا۔

ہماری یہ ساری گفتگو سیدنا ابن عباس ﷛ کے دفاع میں اور انکی تائید وتصدیق کے طور پر ہے۔ ورنہ اس پر کسی قسم کا قادیانی اعتراض دراصل سیدنا ابن عباس ﷛ پر اعتراض ہے۔

ثانیاً آپ نے اس آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ متوفی اور رافع اسم فاعل کے صیغے ہیں اور انکا ترجمہ ہے: توفی کرنے والا اور رفع کرنے والا۔ اب اس پر غور کریں تو واضح ہوگا کہ اس میں تسلی کا عنصر بھی موجود ہے کہ اے مسیح! تیرے ساتھ جو کچھ کرنا ہے مجھے کرنا ہے۔ یہ لوگ تیرے خلاف کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ اسی صحیح ترجمے میں تقدیم وتاخیر کی گنجائش بھی واضح نظر آ رہی ہے اسلیے کہ فعلوں کے تعدّد میں ترتیب کا شائبہ ہوسکتا ہے مگر فاعل کی وحدت تقدم وتأخر کی پابند نہیں۔

ثالثاً حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ خود دیگر مقامات پر حیاتِ مسیح کے قائل نظر آتے ہیں، دیکھو! سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا تفصیلی واقعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ہم نقل کر چکے ہیں (مصنف ابنِ ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۶ صفحہ ۴۸۹، تفسیر ابنِ کثیر جلد ۱ صفحہ ۸۹۷، ابنِ جریر جلد ۴ جزء ۶ صفحہ ۱۹،۱۸)۔

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ: **هُوَ خُرُوْجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ** (مسندِ احمد حدیث: ۲۹۲۳)۔

قادیانیوں کا چوتھا سوال: اگر توفی (باب تفعل) کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ اس کا معنی قبضِ روح ہوتا ہے۔

جواب: اول تو مرزا قادیانی قرآنی لفظ کے معنی معلوم کرنے میں حدیث پر عقل کو ترجیح دے رہے ہیں اور تصریح کے مقابلے پر انکل چلا رہے ہیں اور ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انکارِ حدیث ہی فساد کی جڑھ ہے۔ ثانیاً قرآن میں بے شمار الفاظ ایسے موجود ہیں جو صرف ایک مقام پر الگ تھلگ مفہوم دے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہر جگہ مِصْبَاح کا معنی ستارہ ہے۔ مگر سورۃ نور میں مِصْبَاح سے مراد چراغ ہے۔ قرآن میں ہر جگہ بَعْل سے مراد بُت ہے۔ مگر سورۃ یوسف میں بَعْل سے مراد شوہر ہے۔ قرآن میں ہر جگہ یقین سے مراد یقین ہی ہے۔ مگر حَتّٰی يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ میں

یقین سے مراد موت ہے۔ ثالثاً توفی بمعنی نیند اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ میں اور ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحالتِ نیند اٹھائے جانا تسلیم کیا جانا چاہیے۔ یہی بات تفسیر ابن کثیر، صاوی، جمل، جمالین، قرطبی، مظہری، کبیر، درمنثور، کشاف، خازن، بیضاوی، جامع البیان، معالم التنزیل، ابنِ جریر، بحر محیط اور النہر الماد وغیرہ میں لکھی ہے۔ بلکہ جامع البیان صفحہ ۵۲ اور ابن کثیر میں لکھا ہے کہ اکثریت کا یہی قول ہے قَالَ الْاَکْثَرُوْنَ : اَلْمُرَادُ بِالْوَفَاةِ ھٰھُنَا : اَلنَّوْمُ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۵)۔ رابعاً ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں: اِذَا رَمَی الْجِمَارَ لَا یَدْرِیْ اَحَدٌ مَا لَہٗ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (الترتیب والترغیب للمنذری حدیث نمبر ۱۶۸۶)۔ اس حدیث میں اللہ فاعل ہے، بندہ مفعول ہے اور توفی از باب تفعل استعمال ہوا ہے۔ یہاں ذرا توفی کا ترجمہ موت کر کے دکھایئے۔ بالآخر وہی کہنا پڑے گا جو تمام اہل لغت ومفسرین نے لکھا ہے کہ اَلتَّوَفِّیْ ھُوَ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا یعنی توفی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں۔

یہ تھے وہ حقائق، قرآن وسنت کی تصریحات اور لغت کے انبار جن کی بناء پر نحوی علماء توفی کا وہ قاعدہ وضع کرنے کی جرأت نہیں کر سکے جسے مرزا نے نکال دکھایا ہے۔ قادیانیوں میں اگر ہمت ہے تو یہ قاعدہ اگلے علماء سے ثابت کریں اور اگلے علماء کے اس قاعدے کو وضع نہ کرنے کی جو وجہ اور علت ہم نے بیان کی ہے اسے توڑ کر دکھائیں۔

واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظ تَوَفِّی سے ثابت نہیں بلکہ تَوَفِّی کا لفظ رَفَع کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظِ رفع سے ثابت ہے۔ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ مَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یعنی یقیناً اسے یہودیوں نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا (النسآء: ۱۵۷۔۱۵۸)۔ اس کی تفصیل اور تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

قادیانیوں کا پانچواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ

أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (المائدہ:۱۱۶،۱۱۷)۔

ترجمہ: جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ تو اس نے کہا: تو پاک ہے مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ میں ناحق بات کروں، اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تیرے علم میں ہوتی، تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے من کی بات نہیں جانتا، بے شک تو غیب کو جاننے والا ہے، میں نے انہیں وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود رہا، اور جب تو نے میری توفی کر دی تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی توفی کے بعد اپنی قوم کے حالات سے بے خبری کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر وہ زندہ اٹھائے گئے ہوتے اور واپس آ کر انہوں نے اپنی قوم کے حالات کو دیکھ لیا ہوتا تو کبھی بھی لاعلمی کا اظہار نہ کرتے اور اگر تَوَفَّيْتَنِي سے مراد موت بعد از نزول ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت سے پہلے اپنی قوم میں موجود رہے۔ یہ بات آپ کے آسمان پر جانے کے منافی ہے۔

جواب: اولاً اس آیت میں لاعلمی کا اظہار موجود نہیں۔ آپ علیہ السلام پر سوال یہ نہیں کیا جائے گا کہ آپ جانتے ہیں یا نہیں بلکہ سوال یہ ہوگا کہ آپ نے کہا تھا کہ نہیں؟ جواباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے انہیں غلط بات نہیں کہی، اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ میں یہی تصریح موجود ہے۔

ثانیاً اللہ کریم جل شانہ نے اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں جو وعدہ فرمایا تھا، بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے ذریعہ اس کا ایفاء بیان کر دیا ہے۔ اب قیامت کے دن سیدنا مسیح علیہ السلام فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي عرض کر کے اس پوری تفصیل کو ایک لفظ میں بیان کر رہے ہیں۔ اس سارے پس منظر کو مربوط رکھنا ضروری ہے۔ دیکھیے! امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي: وَفَاةُ الرَّفْعِ

إِلَى السَّمَاءِ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں توفی سے مراد آسمان پر اٹھائے جانا ہے اور اس میں إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ کی طرف اشارہ ہے (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)۔

ثالثاً تَوَفَّيْتَنِي کا لفظ مَا دُمْتُ فِيهِمْ کے مقابلے پر ہے، دمت کا معنی ہے" میں موجود رہا" اس پر مزید لطف فِيهِمْ کے لفظ میں ہے یعنی "ان کے اندر" اب اسکے مقابلے پر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی عدم موجودگی ہے اور انکے اندر نہ رہنا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: مَا دُمْتُ مُقِيماً فِيهِمْ یعنی جب تک میں ان میں مقیم رہا (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حِينَ كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ یعنی جب میں انکے وجودوں کے درمیان موجود رہا (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)۔

یہ عدم موجودگی خواہ کسی صورت میں بھی ہوئی ہو، قرآن اس مقام پر اس سے بحث نہیں فرما رہا بلکہ یہ تصریح بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ میں گزر چکی ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ توفی کا لفظ تین معنوں کے لیے مشترک ہے، توفی بمعنی موت جیسے اس آیت میں: اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا (الزمر: ۴۲)، توفی بمعنی نیند جیسے اس آیت میں: وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ (انعام: ۶۰)، اور توفی بمعنی پورا پورا لے کر آسمان پر اٹھا لینا جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے اس آیت میں استعمال ہوا ہے إِنِّي مُتَوَفِّيكَ (آل عمران: ۵۵)، (قرطبی جلد ۶ صفحہ ۳۴۸، البحر المحیط جلد ۴ صفحہ ۸۲)۔ یہاں قرآنی فصاحت کے اعجاز کا عروج ہے کہ قرآن نے حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے موت کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ توفی کا مشترک لفظ استعمال فرمایا اور پھر اسے مَا دُمْتُ فِيهِمْ کے مقابلے پر رکھ کر بلاغت کی انتہا کر دی تا کہ اگر کوئی حضرت مسیح کے پہلی دفعہ آسمان پر جانے کا مفہوم فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے سمجھے تو پھر بھی مَا دُمْتُ فِيهِمْ کا تقابل اسکی تائید کرے اور اگر موت بعد از نزول کا مفہوم لیا جائے تو پھر بھی مَا دُمْتُ فِيهِمْ اسکی تائید کرے اور اگر کوئی محقق دونوں مفاہیم

بیک وقت مراد لے تو پھر بھی مَـا دُمْتُ فِيهِمْ اسکی تائید کرے اور عدم موجودگی مراد لی جائے اور اگر تَـوَفَّيْتَنِي سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام کا موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر جسم سمیت آسمان پر جانا ہو جیسا کہ بعض علماء کا یہ قول بھی ہے تو اس صورت کو شامل رکھنے کے لیے بھی تَـوَفَّيْتَنِي کا لفظ ہی مناسب تھا اور اسکے مقابلے پر مَا دُمْتُ فِيهِمْ صادق آ رہا ہے۔

رابعاً حضرت مسیح کی اپنی قوم کے بگڑ جانے کے بارے میں لاعلمی قادیانیوں کی ایک مضحکہ خیز تحقیق ہے اور روحانی ہستیوں کی پہنچ اور علمی دسترس سے لاعلمی اور جہالت اس کا سبب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام پوری دنیا اور خصوصاً اپنی اپنی امت کے احوال سے باخبر ہیں۔ صحابہ کرام، شہداء، اولیاء اور عام نیک لوگوں کے صحیح صحیح مستند واقعات کثرت سے ایسے ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں وفات کے بعد دنیا کے حالات کی خبر ہے۔ تو پھر سیدنا مسیح علیہ السلام جو زندہ موجود ہیں اور بفرض محال وفات شدہ بھی ہوں تو بحیثیت پیغمبر وہ کیونکر بے خبر رہ سکتے ہیں۔

خامساً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت سے بے خبر سمجھنا قرآن کی اس آیت کے منافی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے (النساء:۴۱)۔

اس آیت نے سیدنا مسیح علیہ السلام پر بے خبری کے الزام کے پرخچے اڑا دیے اور اللہ کے پاک پیغمبر کو بے خبر کہنے والوں کی بے خبری واضح ہوگئی۔ بالخصوص سیدنا مسیح علیہ السلام کے اپنی امت سے خبردار ہونے کے بارے میں بھی سن لیجیے! وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا یعنی وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے (النساء:۱۵۹)۔

اگر كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ والی گواہی کا تعلق پہلی زمینی زندگی سے ہو اور يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا والی گواہی دوبارہ دنیا میں آ کر حالات سے آگاہی کی بنا پر ہو تو تطبیق بہترین ہوگی۔

سادسا اگر بالفرض یہ لاعلمی کا اظہار ہے بھی تو اس کا سبب حقیقی لاعلمی نہیں بلکہ اللہ کریم جل شانہ کا ادب اور احترام اس کا سبب ہے۔ چنانچہ اسی آیت سے تھوڑا پہلے ارشاد ہے: یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُولُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا یعنی اللہ تعالی قیامت کے دن رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا تمہیں تمہاری قوم کی طرف سے کیا جواب دیا گیا تھا؟ تو وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں (المائدہ:۱۰۹)۔ ظاہر ہے اپنی قوم نے ہر نبی کو کیا جواب دیا اس بات سے کوئی بھی نبی بے خبر نہیں ہو سکتے ،اس کے جواب میں تمام نبیوں کا لَا عِلْمَ لَنَا کہنا ادب کے سواء کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان بڑی واضح باتوں کے بارے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ کہہ دیتے ہیں۔

اظہارِ لاعلمی کی یہی وجہ ہے جسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں: انبیاء کو اپنی قوم کے احوال کا علم ہے لیکن اللہ کریم کا علم ان کے علم سے زیادہ ہے فَلِهٰذَا الْمَعْنٰى نَفَوا الْعِلْمَ عَنْ اَنْفُسِهِمْ لِاَنَّ عِلْمَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ كَلَا عِلْمٍ یعنی انبیاء علیہم السلام اس معنی میں اپنے علم کی نفی کریں گے کہ ان کا علم اللہ کے علم کے سامنے لاعلمی کی مانند ہے (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)۔

قادیانیوں کا چھٹا سوال: حضور ﷺ نے اپنے بعد گمراہ ہونے والے امتیوں کے بارے میں فرمایا: اَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ یعنی میں قیامت کے دن بعض لوگوں کو دیکھ کر وہی کہوں گا جیسا کہ اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا: جب تک میں ان میں موجود رہا تو میں ان پر گواہ تھا جب تو نے میری توفی کردی تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا (بخاری: ۴۶۲۵)۔

سوال یہ ہے کہ الفاظ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ جب حضور ﷺ فرما رہے ہیں تو مراد موت ہے اور یہی الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام فرمائیں تو مراد آسمان پر جانا ہو۔ ایک لفظ کے دو معنی کیوں؟

جواب: مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مشابہت کلی کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک قدر

مشترک کی بناء پر بھی تشبیہ دے دی جاتی ہے جیسے بہادر کو شیر سے اور بزدل کو گیدڑ سے۔ اوپر یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ تَوَفَّيْتَنِیْ کا لفظ آسمان پر جانا، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر جانا، نیند اور موت سب کے لیے مشترک ہے اور حسب موقع کوئی بھی معنی مراد لیا جا سکتا ہے۔

ثانیاً حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کے بعد ان کا جسمانی رفع، یا پھر نزول کے بعد موت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات میں مکمل اشتراک رکھتی ہے۔

ثالثاً مَا دُمْتُ فِيْهِمْ کی وجہ سے عدم موجودگی دونوں جگہ مشترک ہے۔

رابعاً خود قادیانی بھی ایک لفظ کو حسب موقع دو معنوں میں استعمال کرنا تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ دیکھو! اسی آیت میں عَلَيْهِمْ اور فِيْهِمْ کے الفاظ موجود ہیں اور هُمْ کی ضمیر قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرف جارہی ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف جارہی ہے۔

خامساً اشتراک فی النظم جہاں پایا جائے وہاں ضروری نہیں کہ اشتراک فی المعنی بھی کلی طور پر موجود ہو۔ مثلاً اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ دونوں میں اِيَّاكَ موجود ہے مگر پہلی بار اِيَّاكَ میں حصر کلی ہے اور دوسری بار اس میں حقیقت اور مجاز کی تقسیم ہے۔ بعض اوقات ایک ہی قول کا قائل بدل جانے سے مفہوم بدل جاتا ہے، مثلاً درود شریف کے الفاظ میں صلوٰۃ کا لفظ مشترک ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ کا معنی رحمت ہے، اور مخلوق کی طرف سے صلوٰۃ کا معنی دعا ہے۔ اور یہی صلوٰۃ جب فرشتے مسلمانوں پر بھیجتے ہیں تو مراد استغفار ہوتا ہے۔ قادیانیوں میں اگر ہمت ہے تو ہر جگہ صلوٰۃ کا ایک ہی معنی لے کر دکھائیں۔

سادساً جب دو باتوں میں تشبیہ دی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ تشبیہ کا سبب دونوں طرف یکساں ہو۔ مرزا قادیانی خود لکھتا ہے: مماثلت ہمیشہ من وجہ مغائرت کو چاہتی ہے یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز اپنے نفس کی مثیل کہلائے بلکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ مغائرت ضروری ہے۔........ کما کا لفظ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت کی مشابہت کے لیے قرآن نے استعمال کیا ہے وہی کما کا لفظ آیت كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ میں وارد ہے جو اسی قسم کی مغائرت چاہتا ہے جو حضرت موسیٰ،

آنحضرت ﷺ میں ہے (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۱۹۳)۔

قادیانیوں کا ساتواں سوال: مرزا صاحب نے نہایت جستجو کے بعد یہ تحقیق پیش کی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا مگر وہ صلیب پر مرے نہیں بلکہ مردہ جیسے ہو گئے اور یہودیوں نے انہیں مردہ سمجھ کر دفن کر دیا، مگر وہ تیسرے دن افاقہ ہونے کے بعد قبر سے نکل پڑے، وہاں سے ہندوستان آگئے اور سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہوئے۔اس موضوع پر مرزا صاحب نے ایک مکمل کتاب "مسیح ہندوستان میں" لکھی ہے۔

جواب: مرزا قادیانی نے یہ سارا ڈھکوسلا کچھ بائبل سے، کچھ آثار قدیمہ کی خرافات سے اور کچھ اپنی اٹکل سے جوڑ جمع کے ذریعے تیار کیا ہے۔اور اس میں قرآن وسنت کی تصریحات کا معمولی حصہ بھی شامل نہیں۔

کہیں کی بکری کہیں کا گھوڑا — بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہم تفصیلاً بتا دیتے ہیں، مرزا لکھتا ہے: مسیح کو تازیانے لگائے گئے، طمانچے مارے گئے اور ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا گیا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۲۹۵)۔ مسیح پر جو یہ مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اس کے اعضاء میں ٹھوکی گئیں جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا یہ مصیبت در حقیقت موت سے کچھ کم نہیں تھی (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۳۰۲)۔

لیکن مرزا کو یاد رکھنا چاہیے تھا کہ قرآن وسنت کے متوالے اور اجماع امت کے پابند اس قسم کی کہانیوں کو تنکے برابر بھی حیثیت نہیں دے سکتے، خصوصاً جب کہ ہمارے پاس قرآن وسنت کی تصریحات اور محکمات موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر اذیت کا دیے جانا اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اس تسلی کے بالکل منافی ہے۔ثانیاً یہ وَمَا صَلَبُوْہُ سے بھی متصادم ہے۔ثالثاً یہ اِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ کے بھی خلاف ہے۔رابعاً قرآن وسنت اور سیدنا ابن عباس کا صحیح اثر اسکے برعکس بول رہے ہیں۔خامساً مرزا قادیانی عیسائی دشمنی کا دعویٰ رکھنے کے باوجود قرآن وسنت کی بجائے بائبل کا سہارا لے رہا ہے۔سادساً اس طرح کی ہوائی باتوں اور تکہ بازیوں کے ذریعے بہت کچھ ثابت کیا جا سکتا ہے۔سابعاً اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَمَکَرُوْا

وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھ کر اور اذیتیں لے کر مردے جیسا ہو جانے کی اجازت نہیں دیتا ورنہ اللہ کی تدبیر معاذ اللہ نا کام ثابت ہوگی۔ ثامنا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے فوراً بعد وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا فرمانا بھی تصلیب کی اجازت نہیں دیتا ورنہ اللہ تعالیٰ کا اس معاملے میں غالب رہنا ثابت نہ ہوگا۔ تاسعا جہاں قرآن نے یہودیوں پر محض قتل مسیح کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے لعنت کی ہے وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (النساء:۱۵۷) وہاں مسیح کو اس قدر اذیت دینے پر بدرجہ اولیٰ لعنت کی گئی ہوتی۔ اور جب کہ قرآن یہود پر اس وجہ سے لعنت نہیں کرتا تو یقیناً اس قسم کا قصہ جوڑنے والا خود لعنت کا حقدار ہوگا۔

قادیانیوں کا آٹھواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول، بے شک آپ سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ اور ان گزرے ہوئے رسولوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ لہٰذا دوسرے انبیاء کی طرح ان کی وفات بھی ثابت ہوئی۔

جواب: اولاً یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کے لیے بطور نص وارد نہیں ہوئی بلکہ جنگِ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پھیل جانے کی وجہ سے افراتفری کا مچنا اس کے نزول کا سبب بنا تھا۔

ثانیاً اس آیت میں لفظ خَلَتْ استعمال ہوا ہے نہ کہ موت۔ اس بات پر ضرور غور کرنا پڑے گا کہ آخر قادیانیوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں قرآن وسنت میں موت کا لفظ کیوں میسر نہیں آرہا؟ کبھی رَفْعٌ بمعنی موت، کہیں تَوَفِّی بمعنی موت اور اب خَلَوٌ بمعنی موت! آخر یہ چکر کیا ہے؟ موت بھی تو عربی کا لفظ ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے اسکی تصریح قرآن وسنت بلکہ کسی ضعیف حدیث میں بھی کیوں نہیں ملتی؟ اور اللہ تعالیٰ نے موت کی بجائے خلت کا محتاط لفظ کیوں استعمال فرمایا؟۔

ثالثاً آپ نے آیت پیش کی ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ جبکہ یہی الفاظ حضرت مسیح

علیہ السلام کے بارے میں بھی ہیں کہ: مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (المائدہ: ۷۵) معلوم ہوا کہ الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔ اگر استغراقی مانا جائے تو حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے گزر جانے والے انبیاء میں نبی کریم ﷺ کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔

رابعاً اس آیت کا نزول صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذہنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا استبعاد دور کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے چند رسولوں کی وفات کا وقوع دکھا دینا کافی تھا۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ فوت ہو جانا نبوت کی شان کے منافی نہیں۔ سالبہ کلیہ کو توڑنے کے لیے موجبہ جزئیہ کافی ہوتا ہے جو سالبہ کلیہ کا نقیض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کی وفات کا انکار کیا اور فرمایا کہ جس نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا استبعاد دور کرنے کے لیے اسی آیت کو تلاوت فرما کر ثابت کیا تھا کہ وفات پا جانا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ اس موقع پر حضرت مسیح علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کی وفات ثابت کرنا مقصود نہ تھا بلکہ چند انبیاء کی وفات کا وقوع دکھا کر سیدنا فاروق اعظم کو محبوب کریم ﷺ کی وفات کا یقین دلانا مقصود تھا۔ چنانچہ انہیں وہ خطبہ سن کر یقین آ بھی گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا وہ خود فرماتے ہیں: عَقِرْتُ فَخَرَرْتُ إِلَى الْأَرْضِ وَ أَيْقَنْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ مَاتَ یعنی میں بے جان ہو گیا اور زمین کی طرف گر گیا اور مجھے یقین آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا (مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۴۲۱۲)۔

قادیانیوں کا نواں سوال: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے یہ آیت پڑھی تو کسی ایک صحابی نے ہی اٹھ کر کیوں نہ کہا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اسی طرح ہمارے حضور بھی ہو سکتا ہے فوت نہ ہوئے ہوں۔

جواب: حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر سامنے چارپائی پر موجود تھا۔ آسمان پر اٹھائے جانے کا توہم بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔

ثانیاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر چلے جانے کا

وہم نہیں ہوا تھا بلکہ وفات نہ پانے کا گمان تھا۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اس صورتِ حال کو سمجھ رہے تھے۔ جس بات کی اصلاح کی خاطر یہ آیت صدیق اکبر نے پڑھی وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اور تمام صحابہ کرام مادہ دلیل کو سمجھ گئے۔

ثالثاً حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا اوران کے نزول پر متواتر احادیث صحابہ کرام کی نظر میں تھیں۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے وہ یہ سوال اٹھانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کسی کا ذہن اصل موضوع اور مقصود سے ہٹ سکتا تھا۔

قادیانیوں دسواں سوال: اللہ فرماتا ہے: فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ یعنی تم زمین میں ہی زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے (اعراف: ۲۵)۔ جب خدائی قانون یہی ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندگی کیسے گزار رہے ہیں؟

جواب: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی حیات اور موت کا مرکز زمین ہے وقتی طور پر کسی انسان کا آسمان پر چلے جانا اس کے منافی نہیں۔ فرشتے آسمانی مخلوق ہیں مگر وہ زمین پر آتے رہتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے، یہ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کے خلاف نہیں۔

ثانیاً یہ عموی قائدہ ہے، مگر معجزہ کے طور کبھی اسکے برعکس ہو جائے تو اس میں حرج نہیں اور برعکس بھی مکمل کہاں ہوا؟ سیدنا مسیح علیہ السلام کی عملی زندگی جس پر آخرت کا دارومدار ہے اور جو مزرعة الآخرة ہے وہ زمین میں ہی گزری اور قربِ قیامت میں وفات بھی یہیں آ کر ہوگی اور اسی زمینی قبر سے دوبارہ اٹھیں گے بھی۔ گویا اس آیت کا غالب ترین حصہ ان پر بھی صادق آرہا ہے۔

ثالثاً منکرین معجزہ وکرامت بھی سُنَّةَ اللهِ والا قاعدہ بنا کر بعد میں معجزے اور کرامت کو اسکے خلاف کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ آپ کا یہ اعتراض اس سے بھی کمزور تر ہے۔

رابعاً لاہور کے رہنے والے کو لاہوری، شام کے رہنے والے کو شامی، اور قادیان کے رہنے والے کو قادیانی کہتے ہیں کوئی دوسری بات سمجھ میں نہ آئے تو کم از کم آپ اپنے بارے میں بتاؤ! جب قادیان کا رہنے والا کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک میں یا کسی جھوٹ فریب کے ذریعے

حج عمرے پر جائے تو کیا اس دوران اس کا قادیانی ہونا منسوخ ہو جائے گا؟ سینے پر ہاتھ رکھ کر اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کا خوف ذہن میں جما کر جواب دینا!

خامساً بتاؤ! کیا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی کے دوران شام اور طائف کے طویل سفروں پر تشریف لے گئے تھے کہ نہیں؟ اور کیا اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دور مکی کہلاتا ہے کہ نہیں؟ اور مدنی زندگی کے دوران آپ مکہ تشریف لے گئے تھے کہ نہیں؟ اور سینکڑوں میل دور تبوک اور خیبر وغیرہ میں تشریف فرما ہوئے تھے کہ نہیں، اور اتنے طویل سفروں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سارا دور مدنی کہلاتا ہے کہ نہیں؟ اور ان دو مختلف زمانوں میں نازل ہونے والی آیات کو مکی اور مدنی کہا جاتا ہے کہ نہیں؟ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں نازل ہوئی تھی اس کے باوجود اسے مدنی آیت کیوں کہا جاتا ہے؟

سادساً چلو! اتنا ہی بتا دو، امریکیوں کا چاند اور مریخ پر چلے جانا فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کے منافی ہے کہ نہیں؟ بلکہ جب ہوائی جہاز سینکڑوں افراد کو لے کر ہوا میں پرواز کر کے کئی کلومیٹر کی بلندی پر چلا جاتا ہے اور بارہ بارہ گھنٹے تک پرواز جاری رہتی ہے اور وہ لوگ جہاز میں ہی کھاتے پیتے، پیشاب پاخانہ کرتے اور سوتے جاگتے ہیں، بعض اوقات کسی بچے کی پیدائش بھی ہوائی جہاز کے اندر ہو جاتی ہے۔ کیا یہ ساری باتیں اس آیت کے منافی ہیں یا نہیں؟

قادیانیوں کا گیارہواں سوال: وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں اگر موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ مگر دوسری آیت میں ہے کہ: وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی اے عیسیٰ میں تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک کافروں پر فائق رکھوں گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت تک کافروں کا وجود باقی رہے گا۔ یہ بات صریحاً متصادم ہے پہلی بات سے۔

جواب:۔ قادیانی لوگ خود مرزا کو بیک وقت مسیح اور مہدی ثابت کرنے کے لیے حدیث پڑھتے ہیں لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسٰى۔ گویا یہ حدیث قادیانیوں کے مسلمات میں سے ٹھہری۔ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ

مَرْيَمَ یعنی قیامت صرف شریر لوگوں پر قائم ہوگی اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی بھی ہدایت پر نہیں ہوگا (ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۳۹)۔

بتایئے! آپ نے جو آیت پڑھی اور اس کے الفاظ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے قیامت تک کفار کا وجود ثابت کیا، اسی آیت میں اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ کے الفاظ بھی موجود ہیں جن سے قیامت تک اہل حق کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ اب ایک طرف قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہو گی، سیدنا مسیح بن مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہیں ہوگا۔ دوسری طرف ہدایت والے قیامت تک موجود رہیں گے! بتاؤ تطبیق کیسے ہوگی؟ جو سوال آپ نے اہل اسلام پر وارد کیا وہ احسن طریقے سے تمہارے طرف ہی لوٹا کہ نہیں؟

چاہ کن را چاہ در پیش

ثانیاً قرب قیامت میں کفار کا سرے سے ہی مٹ جانا اور اہل حق کا باقی رہنا، اس چیز کو بھی اہل حق کا کفار پر غلبہ ہی کہتے ہیں۔ اگر خدا نے عقل چھین نہیں لی تو مزید غور سے سنو!

ہزاروں سال یا شاید لاکھوں سال تک اہل حق کا غلبہ کفار پر قائم رہے اور قرب قیامت میں صرف چند سالوں کے لیے کفار سرے سے ہی مٹ جائیں تو بتاؤ اس مکمل اور طویل سلسلہ عمل پر اس سے بہتر کون سے لفظ کا استعمال ممکن تھا؟ اور تغلیب کا تقاضا کیا تھا؟

ثالثاً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ میں عین قیامت کا دن اور علامات قیامت کے ظہور کا زمانہ سب شامل ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے مسجد کے ساتھ فنائے مسجد یعنی وضوخانہ، طہارت خانہ، محراب اور جوتے اتارنے کی جگہ کو بھی مسجد میں شامل کر لیا جاتا ہے ورنہ دراصل یہ تمام مقامات مسجد سے خارج ہوتے ہیں۔ اس سے قبل ہم نے جس الزامی سوال میں آپکو پھنسایا ہے اس کا بھی یہی حل ہے۔

رابعاً یہ بھی واضح رہے کہ اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ سے مراد عیسائی بھی ممکن ہیں اس صورت میں کفار سے مراد یہودی ہیں اور فوقیت سے مراد سیاست اور دلیل دونوں میں فوقیت ہے۔ اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ سے مراد ہر زمانے کے اہل حق بھی ہو سکتے ہیں جن سے مراد ہر زمانے کے مسلمان ہیں اور اس صورت میں کفار سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور فوقیت سے مراد دلیل اور حجت کے ذریعے غلبہ ہے۔ یہ سب باتیں مفسرین نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ اَلْمُرَادُ مِنْ ھٰذِہِ الْفَوْقِیَّۃِ

اَلْفَوقِيَةُ بِالْحُجَّةِ وَالدَّلِيْلِ (تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ۲۳۹) فَهُمْ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا ظَاهِرِيْنَ قَاهِرِيْنَ بِالْعِزَّةِ وَالْمَنْعَةِ وَالْحُجَّةِ (بغوی جلدا صفحہ۳۶۱)۔

قادیانیوں کا بارہواں سوال: حدیث شریف میں ہے: لَوْ كَانَ مُوسىٰ وَ عِيسىٰ حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِي یعنی اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا (ابن کثیر جلدا صفحہ ۵۲۰)۔ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے کا اشارہ موجود ہے۔

جواب: آپ نے مان لیا کہ اس حدیث میں وفات کا صرف اشارہ ہے، صراحت نہیں۔ اب اشارے کا حال بھی دیکھتے ہیں۔ اولاً اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔

ثانیاً نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تورات کا نسخہ پیش کیا تو یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ ظاہر ہے کہ تورات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔ اس موقع پر سیدنا مسیح علیہ السلام کا نام لینے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ چنانچہ اسی موقع پر محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسىٰ فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ، وَ لَوْ كَانَ حَيًّا وَ اَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَا تَّبَعَنِيْ (سنن دارمی:۴۳۹)۔

یہی وجہ ہے کہ اصل حدیث انہی الفاظ کے ساتھ اسی کتاب کے اسی صفحے پر منقول ہے کہ: لَوْ كَانَ مُوسىٰ حَيًّا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّتَّبِعَنِيْ یعنی اگر موسیٰ تمہارے اندر زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا (ابن کثیر جلدا صفحہ ۵۲۰)۔

ثالثاً اگر بالفرض دونوں نبیوں کا اکٹھا ذکر بھی ہو تو یکجا بیان ہونے کی وجہ سے تغلیباً دونوں کے لیے لَوْ كَانَ حَيَّيْنِ بول دینا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی افضلیت اور تقدیم کے سبب سے غالب ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ماں باپ کو والدین کہا جاتا ہے۔ والدین کا معنی ہے دو والد۔ حالانکہ دوسرا والد نہیں ہوتا بلکہ والدہ ہوتی ہے۔ سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا اکٹھا ذکر کریں تو حسنین کہا جاتا ہے یعنی دو حسن حالانکہ دوسرے حسن نہیں حسین ہیں۔ سورج اور چاند کا اکٹھا ذکر ہو تو انہیں شمسین کہا جاتا ہے یعنی دو شمس، حالانکہ دوسرا شمس نہیں بلکہ قمر ہوتا ہے۔

رابعاً قادیانی قیامت تک ایسی کوئی حدیث نہیں دکھا سکتے جس میں فرمایا گیا ہو کہ لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا الخ۔ اسکے برعکس ہم ضرور دکھا سکتے ہیں کہ فرمایا: لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا الخ۔ اور یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کے اعتبار سے یہ بات صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہو رہی ہے اور تمہاری پیش کردہ بے سند حدیث کا اعتبار کیا جائے اس میں تغلیباً اکٹھا لفظ فرما دیا گیا ہے۔ جبکہ اکیلے حضرت مسیح کے حق میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو قادیانیت کو کھلا راستہ فراہم کر سکے۔

خامساً ہماری بیان کردہ حدیث میں بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بحث زندگی اور موت سے نہیں ہو رہی بلکہ زمین پر موجود ہونے اور احکام کا مکلف ہونے کی بات ہو رہی ہے۔

سادساً یہ عجیب بددیانتی ہے کہ قادیانی اسی کتاب کے اسی صفحے پر سے ایک حدیث لے رہے ہیں جو بے سند ہے اور دوسری چھوڑ رہے ہیں جو حسن ہے۔ پھر یہی علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: لَوْ کَانَ الْاَنْبِیَآءُ بَلِ الْمُرْسَلُوْنَ بَلْ اُولُو الْعَزْمِ مِنْھُمْ فِیْ زَمَانِہٖ لَمَا وَسَعَھُمْ اِلَّا اتِّبَاعُہٗ یعنی اگر تمام انبیاء، بلکہ ان میں سے اولوالعزم انبیاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوتے تو آپ کی اتباع کے بغیر ان کا چارہ نہ ہوتا (ابن کثیر ۱/۴۹۵)۔

اس عبارت کے ایک ایک لفظ پر غور کیجیے! فرمایا: اگر تمام نبی۔ بلکہ تمام رسول۔ بلکہ ان میں سے الوالعزم انبیاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سواء کوئی چارہ نہ ہوتا۔

علامہ ابن کثیر نے اس عبارت میں تمام نبی کے الفاظ لکھے ہیں اور پھر ان انبیاء کے زندہ ہونے کی بات نہیں فرمائی بلکہ اس زمانے میں ان کے موجود ہونے کی بات کی ہے۔ ادھر حدیث کے الفاظ بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ کا بھی یہی مفاد ہے۔

سابعاً حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کچھ باتیں یہودیوں

سے ایسی سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، آپ اجازت دیں تو ہم لکھ لیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اس طرح الجھنا چاہتے ہو جس طرح یہودی اور عیسائی الجھ گئے تھے؟ بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح اور شفاف شریعت لے کر آیا ہوں، اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا لَوْ اَنَّ مُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ (مسند احمد حدیث: ۱۵۱۶۴، شعب الایمان حدیث ۱۷۶، ۱۷۷، مشکوٰۃ: ۱۷۷)۔

قادیانیوں کا تیرہواں سوال: حدیث شریف میں ہے کہ: لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ یعنی اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجی ہے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا (بخاری: ۴۳۵)۔

اس حدیث میں عیسائیوں کا اپنے نبی کی قبر کو مسجد بنالینا مذکور ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بن چکی ہے اور وہ فوت ہو چکے ہیں۔

جواب: اولاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر مرفوع سمجھتے ہیں۔ پھر ان کی کونسی قبر کو مسجد بنایا ہوگا؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا!

ثانیاً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھانسی پانے کے بعد تین دن تک قبر میں مدفون رہے۔ تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ اس دوبارہ جی اٹھنے کے دن آج بھی عیسائی لوگ عید مناتے ہیں جسے ایسٹر (Easter) کہا جاتا ہے اور مسیح جی اٹھا کے اشتہار اور بینر لگائے جاتے ہیں، اس فرضی قبر کو اگر عیسائی پوجتے رہے ہوں تو یہ حیات مسیح کے اسلامی عقیدے کے خلاف نہیں۔

ثالثاً مرزا قادیانی نے انکشاف کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قبر سے نکل کر ہندوستان آگئے اور یہاں مقبوضہ کشمیر میں سری نگر کے محلہ خان یار میں ان کی قبر موجود ہے۔ مرزا نے اس موضوع پر مکمل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "مسیح ہندوستان میں"

مرزا کے اس نرالے انکشاف سے پہلے دنیا کے کسی عیسائی کو اس قبر کا علم نہیں تھا۔ عیسائی

اس قبر کو اپنی سجدہ گاہ کیسے بنا سکتے ہیں جس کا انہیں علم ہی نہیں اور اس کا انکشاف صرف مرزا صاحب نے کیا ہے۔ قادیانیوں کی اس سینہ زوری کا کیا علاج؟

رابعاً علامہ ابن حجر عسقلانی یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ یہودیوں کے بہت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں مگر عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو پھر عیسائیوں کے انبیاء کا ذکر جمع کے صیغے سے کیوں فرمایا؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی موجود نہیں تو پھر ان کی قبر کی پوجا سے کیا مراد ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے خود ہی لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا اکٹھا ذکر کرنے کی وجہ سے مجموعی طور پر سب کو انبیاء کہا گیا ہے، اور مراد انبیاء بھی ہیں اور انکے کبار متبعین بھی ہیں مگر بیان کرتے وقت صرف انبیاء پر اکتفا فرمایا ہے، اسکی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں فرمایا کہ: كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَآءِ هِمْ وَ صَالِحِيهِمْ مَسَاجِد (مسلم حدیث: ۱۱۸۸)۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے تھوڑا پہلے والی حدیث میں جب صرف یہودیوں کا ذکر کیا تو فرمایا، اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِد (بخاری: ۴۳۷، مسلم: ۱۱۸۵)۔

اس حدیث میں عیسائیوں کا ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجدیں بنانے سے مراد یہودیوں کا اس بدعت کو ایجاد کرنا ہو اور عیسائیوں کا انکی اتباع کرنا ہو اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ عیسائیوں نے کثیر انبیاء کی قبروں کی تعظیم کی جنکی تعظیم یہودی کرتے تھے (فتح الباری جلد ا صفحہ ۶۲۳_۶۲۴)۔

واضح ہوگیا کہ قادیانیوں نے ساری احادیث کو مدنظر نہیں رکھا، تحقیق اور دیانت سے کام نہیں لیا۔ لیکن اللہ کریم کی شان دیکھو! قادیانیت کے ظہور سے پہلے ہی علمائے ذی شان نے قادیانیت کا ناطقہ بند کر رکھا ہے حالانکہ مرزا قادیانی ان کے سامنے نہیں تھا اور ان پر کسی قسم کی متعصبانہ مخالفت اور عناد کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔

قادیانیوں کا چودھواں سوال: پنجابی میں کہتے ہیں: رب تینوں چکے، اس سے مراد اگلے کی موت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح کے اٹھائے جانے سے مراد انکی موت ہے۔

جواب: قرآن کو پنجابی محاوروں پر نہیں ڈھالنا چاہیے۔ ثانیاً اس پنجابی محاورے میں کسی کے شر سے جان چھڑانے کے لیے بددعا کے طور پر ایسا کہا جاتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں ایسا سوچنا ہی کفر ہے۔

قادیانیوں کا پندرھواں سوال: یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے کہ آپ تریسٹھ برس زندہ رہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام ہزاروں برس زندہ رہیں اور ہمارے حضور زمین میں دفن ہوں اور مسیح علیہ السلام آسمان پر چڑھ جائیں۔

غیرت کی جا ہے عیسٰی زندہ ہو آسماں پر

مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

جواب: عجب بیوقوفوں سے واسطہ پڑ گیا۔ قرآن مجید حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۰۰ سال سے زائد بتاتا ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کی عمریں تریسٹھ برس سے زائد ہوئیں۔ خود قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر زمین پر ۱۲۰ برس تھی۔ کیا تمام انبیاء کی یہ طویل عمریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کہلائیں گی؟

ثانیاً خود مرزا قادیانی نے ستر سال سے زائد عمر پائی گویا اس نے توہین حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف کر لیا اور بلاشبہ لعنت ہو اس شخص پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے خصوصاً جب کہ وہ اقبال جرم بھی کر رہا ہو۔

ثالثاً حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا بھی نبی کریم ﷺ کی توہین نہیں۔ تمام فرشتے آسمان پر ہیں، جنت و دوزخ آسمان پر ہیں، سورج چاند ستارے سب بلندی پر ہیں، دن رات ہزاروں کافر جہازوں میں پرواز کرتے پھر رہے ہیں، بعض چاند اور مریخ پر جا چکے ہیں۔ بتاؤ اگر اس طرح توہین بنالی جائے اور اس سلسلہ اہانت کا کیا علاج اور تمہارے دماغ کا کیا علاج؟

رابعاً عزت و اعزاز کا دارومدار زمین یا آسمان نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس اس چیز کا دارومدار ہے۔

مصر، گلیل، القدس، فلسطیں، بابل اور فاران بھی مدنی
تیری خاطر بننا چاہیں دنیا کے سلطان بھی مدنی

حضرت عیسیٰ شرف زیارت حاصل کرنا چاہتے ہیں
آخر اک دن ہو جائیں گے رب کے وہ مہمان بھی مدنی

تیرے پیچھے جبرائیل بھی منزل منزل جاتے ہیں

تو مکی قرآن بھی مکی، تو مدنی قرآن بھی مدنی

اسی لیے اس امر پر پوری امت کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان تو عرش سے ابھی نیچے ہے۔ اب یہ شعر جواباً پڑھو!

افضل ہے آسماں سے وہ سرزمین طیبہ
مدفون ہے جہاں پر شاہِ جہاں ہمارا

خاصا اس قسم کی لچر بازیاں عیسائی بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی عیسائی نے کہا کہ ہمارے مسیح تمہارے نبی سے افضل ہیں اس لیے کہ ہمارے مسیح آسمان پر ہیں اور تمہارے نبی زمین میں دفن ہیں۔

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اعلیٰ است
کہ ایں بہ زیر زمین دفن وآں باوجِ سماست

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جواباً فرمایا:

بگفتمت کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب برسرِ آب وگوہرتہ دریاست

یعنی میں جواباً تمہیں کہتا ہوں تمہاری دلیل مضبوط نہیں، بلبلہ ہمیشہ پانی کے اوپر ہوتا ہے اور موتی دریا کی تہہ میں ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کو بھی شروع شروع میں عیسائیت کے رد کا بہت شوق تھا۔ لیکن ایسے کاموں کیلئے لیاقت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی سے جب عیسائیوں کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب نہ بن سکے تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ وقت کے علماء اور مشائخ کی طرف

رجوع کرتے اور ان سے رہنمائی لیتے۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس کے برعکس یہ ترکیب نکالی کہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کا سرے سے انکار ہی کردیا جائے۔ نہ بچے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ چنانچہ وہ خود اپنی کتاب کشتیِ نوح میں یوں لکھتے ہیں: خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح، صلیبی عقیدہ (عیسائیت) پر موت نہیں آسکتی (کشتیِ نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷)۔

لیکن مرزا قادیانی ان حقائق کو بھول گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے (سورۂ مریم وغیرہ) اور اللہ نے انکا نام روح اللہ اور کلمۃ اللہ رکھا ہے (آلِ عمران)۔ وہ اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ اصلی پرندہ بن جاتا تھا۔ وہ بیماروں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کردیتے تھے (آلِ عمران)۔ کیا یہ سب باتیں عیسائیت کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو تقویت نہیں دے رہیں؟ کیا آپ ان تمام حقائق کا انکار محض اس لیے کردیں گے کہ ان سے عیسائیت کو تقویت مل رہی ہے؟ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کے حوالے سے پوری پوری سورتیں موجود ہیں (آلِ عمران، مائدہ اور مریم)۔ کیا ان سب کو بھی عیسائی دشمنی میں آکر قرآن سے نکال باہر کریں گے؟

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے وفاتِ مسیح کا شوشا چھوڑ کر عیسائیوں کو مطمئن کردیا ہے؟ کیا واقعی صلیبی عقیدے پر موت طاری کردی گئی ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی عیسائی لوگ قادیانیت کو قبول کرنے کی بجائے دھڑا دھڑ اسلام کو قبول کرتے جارہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اس کام میں رکاوٹ نہیں ڈال رہا۔ بلکہ زبردست مددگار ثابت ہورہا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت وآبرو موجود ہے تو انکا دل اسلام کے لیے خود بخود نرم ہوجاتا ہے۔ اور خدا گواہ ہے کہ ہم یہ بات محض ہوائی اور بے بنیاد نہیں کررہے بلکہ ہم نے خود عیسائیوں سے گفتگو کی ہے اور اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر یہ بات عرض کررہے ہیں۔

آج تک عیسائیوں نے حیاتِ مسیح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ شوشا محض قادیانیوں نے خود چھوڑ رکھا ہے اور عیسائیوں کی مخالفت کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی موت واقع ہوگئی۔ یہ پورا واقعہ انجیل میں درج ہے۔ دوسری طرف یہودی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے دعویدار ہیں۔

یہاں قادیانی بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے ہم نوا ہیں۔ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکایا گیا مگر ہوا یہ کہ انکی موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ مُردے کی طرح ہو گئے۔ بعد میں جب ہوش میں آ چکے تو چپکے سے کشمیر کی طرف بھاگ آئے۔ یہاں سری نگر میں انکی وفات ہوئی اور وہ سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہیں۔ قادیانیوں نے یہ سارا ڈھکوسلا عیسائیوں کی کتب اور آثار قدیمہ سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسکے برعکس قرآن کہتا ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء: ۱۵۷) یعنی یہود نے عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی پھانسی دیا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں قرآن نے قتل اور پھانسی دونوں کی نفی کی ہے۔ قتل کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری ہوتا ہے جب کہ پھانسی کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔ آج کل کے ہوشیار وکیلوں نے جب پھانسی (hang) کے لفظ میں پائی جانے والی اس گنجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرموں کو تختہ دار سے زندہ نیچے اتروانا شروع کر دیا تو قانون دانوں کو مجبوراً صرف پھانسی کی بجائے موت تک پھانسی (hang till death) کے الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پھانسی میں موت کا مفہوم شامل نہ تھا۔ اسی وجہ سے قرآن نے بھی قتل کا لفظ الگ اور پھانسی کا لفظ الگ استعمال کیا ہے۔ یہاں سے صلیب پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے قریب بھی نہیں گئے تو تم کس غلط فہمی میں صلیب کی پوجا کرتے ہو؟ اسی عقیدہ مصلوبیت نے صلیب پرستی کو بنیاد فراہم کی تھی اور قادیانیوں نے صلیب توڑنے کی بجائے صلیب پرستی میں عیسائیوں کا ہاتھ بٹایا۔ آج اگر کوئی شخص صلیب کو توڑ کر دکھانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآنی الفاظ مَا صَلَبُوْهُ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق صلیب پر چڑھنے کی نفی کرے تاکہ صلیب کو متبرک سمجھ کر اسکی پوجا کرنے کی بنیاد ختم ہو جائے اور صلیب پرستی کا صفایا ہو جائے۔

چلئے سب کچھ چھوڑیے۔ آپ عیسائیوں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں؟ ذرا انجیل میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ملاحظہ کر لیجیے۔ جس میں وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی خواہش فرما رہے ہیں۔ آپ کا ردِ عیسائیت کا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بھی درست معلوم ہونے لگے گا۔ انصاف شرط ہے:

Then before their eyes the four angels carried him up into heven (BARNABAS:221)-

ترجمہ: پھر ان کی آنکھوں کے سامنے چار فرشتے مسیح کو آسمان پر اٹھا کر لے گئے۔

مرزا قادیانی انجیل برنباس سے فیصلہ مانگتا ہے

مرزا قادیانی لکھتا ہے: برنباس کی انجیل میں غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلے کے رد کر دی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے جب کہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہدِ قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھاویں؟ (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱)۔

مرزا قادیانی نے جس انجیل کا ذکر کیا ہے اُن دنوں میں یہ کتاب سنی جا رہی تھی مگر منظرِ عام پر نہیں آئی تھی۔ مرزا قادیانی مذکورہ بالا بیان دے کر پھنس چکے ہیں، اب وہ انجیل منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ لیکن یہ انجیل جس طرح موجودہ عیسائیت کے لیے سخت مہلک ہے اسی طرح قادیانیت کا بھی ستیاناس کر رہی ہے۔ یہ انجیل قرآن کی تائید اور مرزا قادیانی کی تردید کر رہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

انجیل برنباس کے الفاظ پڑھیے:

UNWORTHY THOUGH I AM TO UNTIE HIS HOSEN I HAVE RECEIVED GRACE AND MERCY FROM GOD TO SEE HIM

(BARNABAS:97-1)

ترجمہ:۔ اگرچہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں، میں نے اللہ سے اس

بات کی عاجزانہ دُعا کی جو اس نے قبول کر لی کہ میں اس سے مل سکوں۔

بتاؤ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے، اس شریعت پر عمل کرنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کرنے، امت محمدیہ کے پیچھے نماز پڑھنے میں اسلام کی شان ہی شان ہے کہ نہیں؟ اگر اب بھی سمجھ نہ آئے تو کَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ دوبارہ یاد کر لیں۔

قادیانیوں کا سولہواں سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کھاتے پیتے کیسے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ یعنی عیسیٰ اور مریم کھانا کھایا کرتے تھے (المائدہ:۷۵)۔

اسی طرح قضائے حاجت کا کیا انتظام ہوگا۔ بال اور ناخن کیسے کاٹتے ہوں گے سانس لینے کے لیے آکسیجن کہاں سے ملتی ہوگی۔

جواب: كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت کھاتے رہتے تھے بلکہ ضرورت کے وقت کھانا مراد ہے۔ آسمان پر جانے کے بعد کھانے کی حاجت نہیں رہتی۔ فرشتے کھانا نہیں کھاتے اور جنتی لوگ جنت میں کھانے پینے قضائے حاجت اور آکسیجن کے محتاج نہیں ہوں گے۔ ان کا کھانا محض لذت اور لطف اندوزی کے طور پر ہوگا۔

ثانیاً آسمان والوں کی غذا گندم وغیرہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر ان کی اصل غذا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ جب دجال ظاہر ہوگا اور کھانے پینے کا سامان اس کے قبضے میں ہوگا تو مومنین کیا کھائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَكْفِي الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ يَوْمَئِذٍ التَّكْبِيْرُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّحْمِيْدُ یعنی انہیں وہی غذا کام دے گی جو آسمان والوں کی غذا ہے اور ان کی غذا اللہ تعالیٰ کی تکبیر، تسبیح اور حمد ہے (مسند احمد حدیث نمبر ۲۷۶۳۷، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۷۷)۔

ثالثاً خود حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَ يَسْقِيْنِيْ یعنی میں رات اس حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (بخاری:۱۹۶۴، مسلم:۲۵۷۲)۔

رابعاً قرآن شریف سے اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال تک کھانے پینے کے بغیر زندہ رہنا اور تمام حوائج بشریہ سے بچے رہنا ثابت ہے: وَلَبِثُوا فِی کَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِینَ وَازْدَادُوا تِسْعًا (الکہف:۲۵)۔

خامساً یہ سوال دراصل ایمان کے فقدان، اللہ تعالیٰ کے نظام کی وسعت سے بے خبری اور صدیقین کے ساتھ روحانی انقطاع کا مظہر ہے۔ قادیانی حضرات میں ہمت ہے تو سمجھائیں ہماری اس ڈیڑھ سطر میں کتنے سمندر موجزن ہیں اور ان کی تفصیل کیا ہے؟

قادیانیوں کا سترہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَأَوْصَانِی بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا یعنی (حضرت عیسیٰ نے فرمایا) اللہ نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں (مریم:۳۱)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں انہوں نے نماز پڑھنی ہے اور زکوۃ دینی ہے۔ لیکن آسمان پر جانے کے بعد وہ زکوۃ کس طرح ادا کرتے ہوں گے۔

جواب: ان کے زکوۃ دینے سے مراد زکوۃ کے حکم کو تسلیم کرنا ہے اور اپنی امت میں اس کا نافذ کرنا ہے، اور اس کا تعلق دار العمل یعنی دنیا سے ہے۔

ثانیاً آپ ثابت کریں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی زمین پر رہتے ہوئے زکوۃ ادا کی ہو؟ تحقیق شدہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمینی زندگی کے دوران کبھی مالدار صاحب نصاب نہیں ہوئے۔

ثالثاً زکوۃ دینے کے لیے صاحب نصاب ہونا شرط ہے۔ آپ ثابت کریں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان میں صاحب نصاب ہیں۔

قادیانیوں کا اٹھارہواں سوال: حدیث شریف میں ہے کہ: مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ الْيَوْمَ تَأْتِی عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِیَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ یعنی آج جتنے بھی نفس زندہ ہیں سو سال کے اندر اند سب وفات پا جائیں گے (مسلم:۶۴۸۳)

معلوم ہوا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بھی تھے تو ان سو سالوں کے اندر اندر ضرور

فوت ہو گئے ہوں گے۔

جواب: آپ نے مسلم شریف سے حدیث: ۶۴۸۳ نقل کی ہے۔ اس حدیث کے نمبر پر غور کر لو۔ اس سے پہلے حدیث ۶۴۷۹، حدیث ۶۴۸۰، حدیث ۶۴۸۱، حدیث ۶۴۸۲ اور اسکے بعد حدیث ۶۴۸۵، میں عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ کے الفاظ بھی موجود ہیں یعنی زمین کے اوپر۔

گویا زمین کے اوپر رہنے والی مخلوق سو سال کے اندر اندر وفات پا جائے گی جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر موجود ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ آپ ہر دلیل بیان کرتے وقت یا تو سیاق و سباق کو چھوڑ کر غلط مفہوم پیدا کرتے ہیں یا جملہ ادھورا نقل کرتے ہیں یا تمام احادیث پر نظر نہیں رکھتے۔ جب نیت میں ہی فتور ہو اور قادیانی نبوت کو ثابت کرنے کا غیر مشروط تہیہ کر لیا ہو تو ایسی ہی حرکتوں کا صادر ہونا لازم ہے۔ ورنہ اتنی خیانتیں ثابت ہونے کے بعد کوئی غیور انسان ضرور احساس کرے۔

ثانیاً یہ حدیث مسلم شریف کے جس باب میں مذکور ہے اس باب کا نام یہ ہے۔

باب: قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَاْتِی مِائَۃُ سَنَۃٍ وَ عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَۃٌ الْیَوْمَ۔ اس باب میں ہی عَلَی الْاَرْضِ کی تصریح موجود ہے یعنی زمین پر۔

ثالثاً اس حدیث کے عموم سے حضرت خضر علیہ السلام کو علماء نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ آپ کے علاوہ زمین کے فرشتوں جنات اور شیطان کا استثناء بھی ضروری ہے تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام جو زمین پر موجود ہی نہیں تھے ان کو اس حدیث کے عموم میں شامل کیسے کیا جا سکتا ہے؟

قادیانیوں کا انیسواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ، اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ یعنی یہ لوگ جنہیں اللہ کے سواء پکارتے ہیں وہ کچھ بھی خلق نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود تخلیق کیے جاتے ہیں۔ وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے (النحل: ۲۰، ۲۱)۔

اس آیت میں اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ میں عموم ہے۔ پھر اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس سے مراد پتھر نہیں بلکہ ذی الارواح مراد ہیں اور پھر وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ان کے لیے بعث کا لفظ استعمال

ہوا ہے، اس سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ یہ پتھر نہیں بلکہ انسان ہیں۔ جب واضح ہو گیا کہ اس آیت میں پوجے جانے والے انسانوں کی بات ہو رہی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ میں شامل ہونا ثابت ہو گیا۔

جواب: اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ میں اگر عموم مانا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام بھی أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ میں شامل ہوں اس لیے کہ عیسائی ان کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ باپ بیٹا روح القدس۔ اور جب حضرت جبریل علیہ السلام کی موت ثابت ہو گئی تو مرزا صاحب پر آنے والی فرضی وحی کا سرے سے ہی کباڑا ہو گیا۔

ثانیاً ضروری نہیں کہ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ کے الفاظ ذی الارواح کے لیے استعمال ہوں۔ دیکھو! اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے سے زمین کی موت کے بعد اسے زندہ کیا (البقرۃ: ۱۶۴) اس آیت میں زمین کی موت اور زندگی بیان ہوئی ہے۔ نیز فرماتا ہے: وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (آل عمران: ۲۷)۔

اسی طرح بتوں کی قیامت کے دن بعثت یعنی اٹھائے جانا بھی ثابت ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں: وَالْقُرْآنُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْأَصْنَامَ تُبْعَثُ وَتُجْعَلُ فِيْهَا الْحَيَاةُ فَتَبَرَّأُ مِنْ عَابِدِيْهَا یعنی قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بتوں کی بعثت ہوگی اور ان میں زندگی پیدا کی جائے گی اور یہ اپنے پوجنے والوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے (بغوی جلد ۲ صفحہ ۶۱۰)۔

ثالثاً کفار کا جو عقیدہ اپنے بتوں کے بارے میں تھا اسی اعتقاد کے موافق یہ آیات نازل کی گئی ہیں نَزَلَتْ هٰذِهِ الْعِبَارَاتُ عَلٰى وَفْقِ مُعْتَقَدِهِمْ (کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۶)۔

رابعاً قرآن میں تصریح موجود ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے خلق کرتے تھے أَنِّيْ أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (آل عمران: ۴۹)۔ واضح ہو گیا کہ کچھ خلق نہ کر سکنے والوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ تمام انبیاء میں سے کوئی بھی مراد نہیں، اس سے مراد صرف بت ہیں۔ دوسری طرف انہی آپ کی پیش کردہ آیتوں میں وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ کے الفاظ بھی موجود ہیں جو اس بات کی طرف واضح اشارہ کر رہے ہیں کہ کفار کے یہ معبود

خودانہی کے گھڑے ہوئے تھے، بلکہ یُخۡلَقُوۡنَ کا مضارع ہونا اس بات کی مزید تائید کر رہا ہے، اس لیے کہ بت تراشی کا یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

خامساً قرآن مجید میں شہداء کو زندہ کہا گیا ہے اور انہیں مردے کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ پھر انبیاء کا مرتبہ ان سے بلند تر ہے بلکہ نبی کا امتی ہونے کی بدولت ہی شہادت کا مرتبہ ملتا ہے تو پھر خود کسی بھی نبی کو قرآن کیسے مردہ کہہ سکتا ہے۔

سادساً خصوصاً نبیوں کے بارے میں احادیث میں تصریحات موجود ہیں کہ اَلۡاَنۡبِیَـآءُ اَحۡیَاءٌ فِی قُبُوۡرِهِمۡ یُصَلُّوۡنَ یعنی تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں (مسند ابی یعلی حدیث: ۳۴۲۵، مجمع الزوائد حدیث: ۱۳۸۱۲)۔ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُرۡزَقُ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق ملتا ہے (ابن ماجہ حدیث: ۱۶۳۷، ابن ماجہ حدیث: ۱۰۸۵، ابوداؤد حدیث: ۱۰۴۷، نسائی حدیث: ۱۳۷۴، مستدرک حاکم حدیث: ۸۸۵۹)۔

سابعاً اگر معبودانِ باطلہ سے مراد انسان اور فرشتے ہوں تو لازم آئے گا کہ ان کی پوجا شروع ہوتے ہی ان کی موت ثابت ہو جائے حالانکہ بے شمار انسانوں کی پوجا ان کی زندگی میں ہوتی رہی اور فرشتے آج بھی پوجے جا رہے ہیں۔

ثامناً تمام مفسرین نے وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ سے مراد اصنام لی ہے فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ تَعَالٰی وَصَفَ هٰذِهِ الۡاَصۡنَامَ۔ اور انہیں اموات کہہ چکنے کے بعد غیر احیاء فرمانے میں یہ راز ہے کہ ان کی موت ایسی ہے جس کے بعد حیات نہیں هِیَ هٰذِهِ الۡاَوۡثَانُ (ابن جریر جلد ۸ جزء دوم صفحہ ۱۱۳، بغوی جلد ۲ صفحہ ۶۰۹، قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۸۷، کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۵)۔

تاسعاً یُبۡعَثُوۡنَ کی ضمیر بت پرستوں کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی بتوں کو شعور نہیں کہ ان کے پرستار کب اٹھائے جائیں گے، یا یہ ضمیر بتوں کی طرف لوٹ رہی ہے اور مراد یہ ہے کہ بتوں کو خبر نہیں کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔ سیدنا ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ اللّٰهَ یَبۡعَثُ الۡاَصۡنَامَ وَلَهَا اَرۡوَاحٌ وَ مَعَهَا شَیَاطِیۡنُهَا فَیُؤۡمَرُ بِهَا اِلَی النَّارِ (قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۸۷، کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۶) اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ (البقرۃ: ۲۴)۔

عاشراً اگر بالفرض فرشتے اور رسول مراد ہوں تو ان پر موت کا لابدی ہونا مراد ہوگا اور غَیۡرُ

أَحْيَاءٍ میں ہمیشہ کی دنیوی زندگی کی نفی مراد ہوگی لَا بُدَّ لَهُمْ مِنَ الْمَوْتِ ، غَيْرُ اَحْيَاءٍ اَیْ غَيْرُ بَاقِيَةٍ حَيَاتِهِمْ (کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۶)۔

قادیانیوں اور نیچریوں کا (بیسواں) سوال: امام مالک حیاتِ مسیح کے قائل نہیں تھے اسی لیے انہوں نے موطا میں حیاتِ مسیح کا باب نہیں باندھا۔

جواب: آپ کی یہ بات نہایت سطحی اور بے وقوفانہ ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر محدث اپنی ہر کتاب میں نزولِ مسیح کا باب باندھے تو تب اسے حیاتِ مسیح کا قائل سمجھا جائے گا! امام مالک نے موطا میں توحید کا باب بھی نہیں باندھا جبکہ امام بخاری نے باب تو کجا کتاب التوحید کا عنوان باندھا ہے۔ تو کیا امام مالک توحید کے قائل نہ تھے؟ امام مالک نے معجزات کا باب بھی نہیں باندھا جبکہ امام بخاری نے عَلَامَاتُ النُّبُوَّةِ فِي الْإِسْلَامِ کا باب باندھا ہے تو کیا وہ معجزات اور نبوت کے ہی قائل نہ تھے؟ امام مالک نے بَدْءُ الْوَحْيِ کا باب نہیں باندھا جبکہ امام بخاری نے بخاری شریف کی ابتدا ہی کتاب بَدْءُ الْوَحْيِ سے کی ہے۔ تو کیا امام مالک وحی کی ابتدا کے ہی قائل نہ تھے؟

ثانیاً امام مالک نے کتاب الحدود میں رجم کا باب سرِ فہرست باندھا ہے، تو کیا نیچریوں نے امام مالک کی روایت پر اور ان کے باندھے ہوئے باب پر اعتماد کرتے ہوئے رجم کو شرعی سزا تسلیم کر لیا ہے؟

ثالثاً امام مالک نے اسی موطا میں یہ باب باندھا ہے: مَا جَآءَ فِي صِفَةِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالدَّجَّالِ آپ اس باب میں عیسیٰ بن مریم اور دجال کے اکٹھے ذکر سے کیا سمجھے؟ آپ نے بے دھڑک کیسے کہہ دیا کہ امام مالک نے نزولِ مسیح کا باب نہیں باندھا؟

رابعاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ علامہ ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فِي الْعُتْبِيَّةِ: قَالَ مَالِكٌ بَيْنَ النَّاسِ قِيَامٌ يَسْتَمِعُوْنَ لِإِقَامَةِ الصَّلٰوةِ فَتَغْشَاهُمْ غَمَامَةٌ فَإِذَا عِيْسٰى قَدْ نَزَلَ یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ: لوگ کھڑے ہو کر نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے کہ اس دوران بادل انہیں ڈھانپ لیں گے، ایسے میں عیسیٰ علیہ السلام

نازل ہو جائیں گے (اکمال اکمال المعلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۶)۔ یہی بات علامہ سنوسی مالکی نے بھی لکھی ہے (مکمل اکمال الاکمال جلد ۱ صفحہ ۴۴۶)۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مالکی علماء اپنے امام کے عین مطابق اپنی کتابوں میں یہی عقیدہ بیان فرماتے ہیں مثلاً البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۵۶۷، قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰، تفسیر ابن عربی جلد ۱ صفحہ ۱۳۰۔ اب ذرا نزول مسیح پر ابواب بندی کی صورت حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

صحیح بخاری صفحہ ۷۰۵ پر باب نُزُوْلُ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْھِمَا السَّلَام موجود ہے۔ صحیح مسلم صفحہ ۹۱ پر باب ذِکْرُ الْمَسِیْحِ بْنِ مَرْیَمَ وَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، موطا امام مالک صفحہ ۵۷۷ پر: باب مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ وَالدَّجَّال، ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۱۵۶ پر: باب خُرُوْجُ الدَّجَّال ہے اور اس میں حدیث نمبر ۴۳۲۱ میں دمشق کے مشرقی مینار پر آپ کا نزول مذکور ہے۔ ترمذی شریف صفحہ ۶۳۷ پر باب مَا جَاءَ فِی نُزُوْلِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَام، وابن ماجہ صفحہ ۵۸۹ پر: فِتْنَةُ الدَّجَّالِ وَ خُرُوْجُ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ موطا امام مالک حدیث کی ایک مختصر کتاب ہے جس میں ۱۴۰۰ کے قریب احادیث وآثار منقول ہیں۔ یہ کوئی بخاری شریف کی طرح کی کتاب نہیں جس میں تقریباً ساڑھے سات ہزار حدیثیں ہوں۔ یا مسند احمد جیسی کتاب نہیں جس میں اٹھائیس ہزار کے قریب احادیث ہوں اور ہر موضوع کا احاطہ کرنے کا دعویٰ تو کسی بھی محدث نے نہیں کیا۔

مرزا قادیانی کا اپنی مسیحیت کی صداقت پر خیانت بھرا استدلال:

مرزا لکھتا ہے: مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی مجلد ثانی مکتوب پنجاہ وپنجم میں لکھتے ہیں کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو علماء وقت کے بمقابل اس کے آمادہ مخالفت کے ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہوں گی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب وسنت کے بر خلاف نظر آئیں گی حالانکہ درحقیقت برخلاف نہیں ہوں گی (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۹۳)۔

جواب: مرزا قادیانی نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے الفاظ نقل کرنے اور انہیں اپنا ذاتی مفہوم پہنانے میں فریب سے کام لیا ہے جو ایک نبوت کے مدعی کو تو کیا کسی بھی دیانت دار کو

زیب نہیں دیتا۔

اولاً حضرت مجدد کا پہلا لفظ ہی مرزا صاحب کھا گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز بات کو یہاں سے شروع کرتے ہیں: نزدیک است کہ۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مجدد صاحب اپنا ایک گمان ظاہر کر رہے ہیں نہ کہ نص۔ ثانیاً مجدد پاک کا یہ مکتوب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی شان میں ہے اور انکی فقہ حنفی اور انکے مقلدین کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے ہے اور امام اعظم کے مخالفین، ناقدین اور غیر مقلدین کی تردید میں ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے اجتہاد سے اختلاف کرنے والے اور اس اجتہاد کا انکار کرنے والے غیر مقلدین ہوں گے۔ اب اس عبارت سے چند باتیں سامنے آگئیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اختلاف صرف اجتہادی اور فقہی معاملات میں ہوگا نہ کہ عقائد میں۔ جبکہ مرزا قادیانی سے کبھی کوئی فقہی جھگڑا ہوا ہی نہیں۔ محض عقائد اور اصول پر جھگڑا ہوا ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اختلاف کرنے والے صرف غیر مقلدین ہوں گے۔ جبکہ مرزا سے جنگ کرنے والی پوری امت ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو، حتیٰ کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن والے جیسے صوفی بزرگوں نے بھی مرزا کی مخالفت کی۔ تیسری یہ کہ غیر مقلدین علماء بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر نہیں کہیں گے بلکہ محض اجتہادی مسائل میں ان سے متفق نہیں ہوں گے جبکہ مرزا کو پوری امت کافر کہتی ہے۔ چوتھی یہ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہ فرمان محض انکا ایک امکانی اندازہ ہے جیسا کہ انکے ابتدائی الفاظ ہیں کہ: نزدیک است۔ عربی ترجمہ میں یہ گاڈ ہے اور اردو ترجمہ میں عجب نہیں کہ علماء ظاہر اختلاف کریں الخ کے الفاظ ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے اصل الفاظ یہ ہیں: نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات اورا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمالِ دقت وغموضِ ماخذ انکار نمایند ومخالفِ کتاب وسنت دانند مثلِ روح اللہ مثلِ امامِ اعظم کوفی است رحمۃ اللہ علیہ کہ بہ برکتِ ورع وتقویٰ وبدولتِ متابعتِ سنت درجۂ علیا در اجتہاد واستنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہمِ آں عاجز وقاصر اند ومجتہدات اورا بواسطۂ دقتِ معانی مخالفِ کتاب

ضروری نہیں۔ اتنا ضروری ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام احوال میں سے بعض میں اگر مرزا صاحب تکلف کر کے کوئی حکمت تلاش کرلیں تو پھر بقیہ احوال میں پائی جانے والی حکمت کو بھی اسی طرح محنت سے تلاش کر لینا یا اسی پر قیاس کر لینا ضروری ہوگا۔

ثانیاً مسیح کا ایک معنی ہے سیاحت کرنے والا۔ زمین میں سیاحت سارے نبیوں نے فرمائی مگر مسیح کا لقب کسی دوسری نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اس لقب کو آسمان پر اٹھائے جانے کے ساتھ گہری مناسبت ہے۔

ثالثاً حدیث شریف میں صاف الفاظ ہیں کہ: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُم یعنی اے میری امت تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری: ۳۴۴۹، مسلم: ۳۹۲)۔ کَیْفَ اَنْتُمْ کے الفاظ سے صاف حکمت سمجھ میں آگئی کہ اس امت کی شان کا اظہار مقصود ہے کہ بنی اسرائیل کا پیغمبر اس امت کا مقتدی بنے گا۔ اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ: کَیْفَ تَهْلِکُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ وَ اَنَا اَوَّلُهَا وَ الْمَسِیْحُ آخِرُهَا (مشکوٰۃ: ۶۲۸۷)۔

رابعاً اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الآیۃ اس آیت میں لتؤمنن بہ پر عمل معراج کی رات ہو چکا اور وَلَتَنْصُرُنَّهٗ پر عمل حضرت مسیح علیہ السلام بعد از نزول کریں گے اور یہ ذمہ داری خالصتاً حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی بنتی ہے۔ اسلیے کہ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهٗ نَبِیٌّ کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔ اسی حکمت کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ دیتے ہوئے فرمایا: لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ فَاِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَی الْحُمْرَةِ وَ الْبَیَاضِ (ابوداود: ۴۳۲۴)۔ اس سے بھی زیادہ گہری مناسبت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ، اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَ دِیْنُهُمْ وَاحِدٌ، وَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ نَبِیٌّ (مستدرک حاکم حدیث ۴۲۰۵)۔ صحیح وافقہ الذہبی

خامساً حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا انجیل میں موجود ہے کہ: اے میرے اللہ مجھے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب فرمانا انجیل برناباس کے الفاظ یہ ہیں۔

I Have Received Grace And Mercy From God To See Him (Barnbas C-97 V-I)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی شریعت کی پیروی، روضہ اقدس پر جا کر سلام پیش کرنا اور جواب لینا، حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا، مسلمانوں کا ان پر جنازہ پڑھنا، روضہ اقدس میں حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہونا اور قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھنا سب کچھ نصیب کر دیا۔

الحمد للہ ہم نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں عقلی طور پر بھی بیان کر دی ہیں اور ہر حکمت کے حق میں اشارہ قرآن و سنت میں بھی دکھا دیا۔

اب آپ بتائے! مرزا قادیانی کے مسیح موعود بننے میں کیا حکمت ہے؟ خصوصاً جبکہ وہ کہتا ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں۔ پھر اس کے دلائل وہی جھوٹے انبیاء والے دلائل ہیں۔ وہی بہاء اللہ والے دلائل ہیں، اصل مسیح نے امن قائم کرنا تھا اور جبکہ مرزا نے فساد قائم کر دیا، مسلمانوں کو قوت دینا تھی اور اس نے اربوں مسلمانوں کو قادیانی نبوت کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر کہہ دیا۔ چراغ بی بی کو مریم کہنے میں کیا حکمت تھی؟ مرزا کو استعارے کے رنگ میں حمل ٹھہرانے میں پھر اس کو مریم اور اسی کو مسیح کہنے میں کیا حکمت تھی؟ ایک ہی مرزا کے نبی، مہدی اور مسیح بلکہ آدم نوح ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ سب کچھ بن بیٹھنے میں کیا حکمت تھی۔ بقول آپ کے کہ: استعارے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہی عیسائیوں نے ایلیا کے نزول سے متعلق دھوکہ کھایا تھا تو پھر نبی کریم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اور تورات وانجیل کا موضح ہونے کے باوجود اور قرآن کا مبین ہونے کے باوجود امت کو استعاروں کے حوالے کرنے میں کیا حکمت تھی؟ ہماری پیش کردہ نزول مسیح کی حکمتوں کو جس طرح رد کرتے ہو اپنی اس تردید پر نظر رکھتے ہوئے صحیح صحیح جواب دینا اور تکے مت لگانا؟۔

☆......☆......☆

ضروری نہیں۔ اتنا ضروری ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام احوال میں سے بعض میں اگر مرزا صاحب تکلف کر کے کوئی حکمت تلاش کرلیں تو پھر بقیہ احوال میں پائی جانے والی حکمت کو بھی اسی طرح محنت سے تلاش کر لینا یا اسی پر قیاس کر لینا ضروری ہوگا۔

ثانیاً مسیح کا ایک معنی ہے سیاحت کرنے والا۔ زمین میں سیاحت سارے نبیوں نے فرمائی مگر مسیح کا لقب کسی دوسری نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اس لقب کو آسمان پر اٹھائے جانے کے ساتھ گہری مناسبت ہے۔

ثالثاً حدیث شریف میں صاف الفاظ ہیں کہ: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی اے میری امت تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری: ۳۴۴۹، مسلم: ۳۹۲)۔ کَیْفَ اَنْتُمْ کے الفاظ سے صاف حکمت سمجھ میں آ گئی کہ اس امت کی شان کا اظہار مقصود ہے کہ بنی اسرائیل کا پیغمبر اس امت کا مقتدی بنے گا۔ اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ: کَیْفَ تَهْلِکُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ وَ اَنَا اَوَّلُهَا وَ الْمَسِیْحُ آخِرُهَا (مشکوٰۃ: ۶۲۸۷)۔

رابعاً اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الآیۃ اس آیت میں لتؤمنن بہ پر عمل معراج کی رات ہو چکا اور وَلَتَنْصُرُنَّهٗ پر عمل حضرت مسیح علیہ السلام بعد از نزول کریں گے اور یہ ذمہ داری خالصتاً حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی بنتی ہے۔ اسلیے کہ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهٗ نَبِیٌّ کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔ اسی حکمت کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ دیتے ہوئے فرمایا: لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ فَاِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَی الْحُمْرَةِ وَ الْبَیَاضِ (ابوداوٗد: ۴۳۲۴)۔ اس سے بھی زیادہ گہری مناسبت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ، اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَ دِیْنُهُمْ وَاحِدٌ، وَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ نَبِیٌّ (مستدرک حاکم حدیث ۴۲۰۵)۔ صحیح وافقہ الذہبی

خامساً حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا انجیل میں موجود ہے کہ: اے میرے اللہ مجھے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب فرمانا انجیل برنباس کے الفاظ یہ ہیں۔

I Have Received Grace And Mercy From God To See Him (Barnbas C-97 V-I)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی شریعت کی پیروی، روضہ اقدس پر جا کر سلام پیش کرنا اور جواب لینا، حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا، مسلمانوں کا ان پر جنازہ پڑھنا، روضہ اقدس میں حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہونا اور قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھنا سب کچھ نصیب کر دیا۔

الحمدللہ ہم نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں عقلی طور پر بھی بیان کر دی ہیں اور ہر حکمت کے حق میں اشارہ قرآن وسنت میں بھی دکھا دیا۔

اب آپ بتائیے! مرزا قادیانی کے مسیح موعود بننے میں کیا حکمت ہے؟ خصوصاً جبکہ وہ کہتا ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مسیح آسکتے ہیں۔ پھر اس کے دلائل وہی جھوٹے انبیاء والے دلائل ہیں۔ وہی بہاء اللہ والے دلائل ہیں، اصل مسیح نے امن قائم کرنا تھا اور جبکہ مرزا نے فساد قائم کر دیا، مسلمانوں کو قوت دینا تھی اور اس نے اربوں مسلمانوں کو قادیانی نبوت کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر کہہ دیا۔ چراغ بی بی کو مریم کہنے میں کیا حکمت تھی؟ مرزا کو استعارے کے رنگ میں حمل ٹھہرانے میں پھر اس کو مریم اور اسی کو مسیح کہنے میں کیا حکمت تھی؟ ایک ہی مرزا کے نبی، مہدی اور مسیح بلکہ آدم نوح ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ سب کچھ بن بیٹھنے میں کیا حکمت تھی۔ بقول آپ کے کہ: استعارے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہی عیسائیوں نے ایلیا کے نزول سے متعلق دھوکہ کھایا تھا تو پھر نبی کریم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اور تورات وانجیل کا موضح ہونے کے باوجود اور قرآن کا مبین ہونے کے باوجود امت کو استعاروں کے حوالے کرنے میں کیا حکمت تھی؟ ہماری پیش کردہ نزول مسیح کی حکمتوں کو جس طرح رد کرتے ہو اپنی اس تردید پر نظر رکھتے ہوئے صحیح صحیح جواب دینا اور تکے مت لگانا؟۔

تیسرا باب:

ظہورِ امام مہدی رضی اللہ عنہ

ظہورِ مہدی پر احادیث

(۱) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْمَهْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُد وَ ابْنُ مَاجَةَ [ابو داؤد حدیث رقم: ٤٢٨٤، ابن ماجه حديث رقم: ٤٠٨٦، شرح السنة حديث رقم: ٤٢٨٠]۔ اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری عترت میں سے ہوگا۔ فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ اِسْحٰق قَالَ قَالَ عَلِیٌّ ؓ وَنَظَرَ اِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ، قَالَ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يُشْبِهُهٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهٗ فِی الْخَلْقِ [ابو داؤد حديث: ٤٢٩٠]۔ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ

ترجمہ: حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نام دیا ہے۔ اس کی پشت سے ایک آدمی نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی والا رکھا جائے گا۔ وہ اخلاق میں نبی سے مشابہ ہوگا مگر صورت میں مشابہ نہیں ہوگا۔

(۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ [ترمذی حديث: ٢٢٣٠، ابو داؤد حديث: ٤٢٨٢، مستدرك حاكم حديث: ٨٥٣٦ و قال الذهبی صحيح]۔ قَالَ التِّرْمَذِیُّ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی عرب کا مالک بن جائے گا۔ اس کا نام میرے نام سے مطابق ہوگا۔

(۴) وَعَنْ زِرٍّ ؓ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا

يَومٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِکَ الیَومَ ، حَتّٰی یَبْعَثَ رَجُلًا مِنِّی اَوْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِی یُوَاطِیُٔ اِسْمُهٗ اِسْمِی وَاِسْمُ اَبِیهِ اِسْمَ اَبِی رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد [ابو داؤد حدیث رقم: ٤٢٨٢ ، ترمذی حدیث رقم: ٢٢٣١]۔ اَلْحَدِیْثُ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ: حضرت زر ؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: خواہ دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے پھر بھی اللہ اس دن کو لمبا کر دے گا حتیٰ کہ ایک آدمی کو مجھ سے یا فرمایا میرے اہل بیت سے بھیجے گا جس کا نام میرے والا ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد گرامی والا ہوگا۔

(٥) وَعَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِی ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَهْدِیُّ مِنِّی اَجْلَی الْجَبْهَةِ ، اَقْنَی الْاَنْفِ ، یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا ، یَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ [ابو داؤد حدیث :٤٢٨٥ ، شرح السنة حدیث : ٤٢٨٠، مستدرک حاکم حدیث : ٨٨٤٨ و فیه عمران قال الذهبی هو ضعیف]۔ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہوگا۔ کھلی پیشانی والا، بلند بینی والا، زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی۔ سات سال حکومت کرے گا۔

(٦) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَکُوْنُ اِخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَةٍ ، فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَارِبًا اِلٰی مَکَّةَ فَیَاْتِیْهِ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ فَیُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ کَارِهٌ ، فَیُبَایِعُوْنَهٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ وَیُبْعَثُ اِلَیْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَیْدَاءِ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ ، فَاِذَا رَاٰی النَّاسُ ذٰلِکَ اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَیُبَایِعُوْنَهٗ ، ثُمَّ یَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَیْشٍ اَخْوَالُهٗ کَلْبٌ فَیَبْعَثُ اِلَیْهِمْ بَعْثًا ، فَیَظْهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ وَذٰلِکَ بَعْثُ کَلْبٍ وَیَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِیِّهِمْ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِی الْاَرْضِ ، فَیَلْبَثُ سَبْعَ سِنِیْنَ ، ثُمَّ یُتَوَفّٰی وَیُصَلِّی عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد [ابو داؤد حدیث رقم: ٤٢٨٦]۔ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا۔ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا۔ اہل مکہ میں سے لوگ اسکے پاس آئیں گے۔ وہ اسے باہر نکالیں گے حالانکہ وہ نہیں چاہے گا۔ وہ اسکے ہاتھ پر رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے۔ شام سے ایک دستہ اسکے مقابلے کے لیے بھیجا جائے گا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ یہ منظر دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے سرکردہ لوگ اسکے پاس آ کر اسکی بیعت کریں گے، پھر قریش میں سے ایک آدمی کھڑا ہوگا۔ اسکے ننہال بنو کلب ہوں گے وہ انکی طرف فوج بھیجے گا وہ اس فوج پر غالب آجائیں گے۔ یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ لوگوں میں انکے نبی کی سنت کے مطابق احکام نافذ کرے گا۔ اسلام زمین پر اپنی گردن ڈال دے گا۔ وہ سات سال تک رہے گا۔ پھر وفات پائے گا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے۔

کیا مرزا قادیانی ہی مسیح اور مہدی ہے؟

مرزا قادیانی نے اپنے لیے ایک نہایت معصیت مزید کھڑی کی ہے۔ کہتا ہے میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی مہدی ہوں۔ حالانکہ حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دونوں جدا جدا شخصیات ہیں۔ اس سے قبل ہم حضرت مسیح علیہ السلام اور سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ دونوں کے الگ الگ حلیے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ مزید سنیے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كَيْفَ تَهْلِكُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ وَ أَنَا أَوَّلُهَا وَمَهْدِيٌّ وَ سَطُهَا وَ عِيْسٰى آخِرُهَا

یعنی یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں، درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ ہے (رواہ رزین کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۸۳، ابن عساکر جلد ۴۷ صفحہ ۵۲۲،۵۲۱)۔

ایک حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت امام مہدی ؓ کی اقتداء میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے: كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمْ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ یعنی اے میری امت تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری حدیث: ۳۴۴۹، مسلم حدیث: ۳۹۲)۔

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْمَهْدِیُّ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهُوَ الَّذِیْ یَؤُمُّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ یعنی امام مہدی اس امت میں سے ہوں گے، اور وہی ہیں جو عیسیٰ بن مریم کی امامت کریں گے (ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۶۷۹)۔

اس کے علاوہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا تعلق مغل یعنی میرزا خاندان سے تھا۔ جب کہ احادیث میں تصریح موجود ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سادات کرام میں سے ہوں گے۔ یہ احادیث آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

مختلف جہات سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دونوں الگ الگ شخصیات ہیں اور مرزا قادیانی علامات مہدی پر پورا نہیں اترتا۔

قادیانی سوالوں کے جواب

قادیانیوں کا پہلا سوال: حدیث شریف ہے کہ: ''لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی''۔ یعنی عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

جواب: یہ پوری حدیث اس طرح ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یعنی قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی اور اس وقت عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہ ہوگا۔

اس مکمل حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں مہدی کا لفظ عربی زبان کے لفظ کے طور پر اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں مہدی سے مراد امام مہدی نہیں ہیں۔

ثانیاً صفت کا حصر ذات میں جائز ہے جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور ذات کا حصر صفت میں بھی جائز ہے جیسے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ مگر ذات کا حصر ذات میں یا صفت کا حصر صفت میں نہیں ہوا کرتا۔ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے اور وہ مسیحیت اور مہدویت کی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر مسیحیت اور مہدویت دونوں ان کی صفات ہوں تو لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا

عِیسیٰ میں صفت کا حصر صفت میں لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

ثالثاً احادیث کی کتب میں نُزُولُ الْمَسِیحِ کا باب الگ موجود ہوتا ہے اور خُرُوجُ الْمَهْدِی کا باب علیحدہ موجود ہوتا ہے۔ مثلاً: ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ پر خُرُوجُ الدَّجَّال کے باب میں نُزُولُ الْمَسِیحِ کی احادیث درج ہیں مگر اسی کی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ پر کِتَابُ الْمَهْدِی علیحدہ موجود ہے۔ اسی طرح ترمذی شریف میں صفحہ ۶۳۷ پر نزول المسیح کا باب ہے جبکہ صفحہ ۶۳۶ پر باب مَاجَآءَ فِی الْمَهْدِی علیحدہ موجود ہے۔ ابن ماجہ کے صفحہ ۵۸۹ پر نُزُولُ الْمَسِیحِ کا باب ہے جبکہ صفحہ ۵۹۵ پر خُرُوجُ الْمَهْدِی کا باب الگ موجود ہے۔

تمام احادیث پر نظر رکھنے کے بعد علماء نے فیصلہ دیا ہے کہ: تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ بِاَنَّ الْمَهْدِیَّ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَنَّ عِیسٰی یُصَلِّی خَلْفَهٗ ، ذُکِرَ ذٰلِکَ رَدًّا لِلْحَدِیْثِ الَّذِیْ اَخْرَجَهٗ اِبْنُ مَاجَةَ عَنْ اَنَسٍ وَ فِیْهِ وَلَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیسٰی یعنی تواتر کے ساتھ احادیث وارد ہیں کہ مہدی اس امت میں سے ہوں گے، اور حضرت عیسیٰ انکے پیچھے نماز پڑھیں گے، یہ بات حدیث لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیسٰی کے رد میں کہی گئی ہے (فتح الباری ۶/۵۵۲)۔

مرزا قادیانی کا علاقہ ہندوستان اور سیدنا امام مہدی کا علاقہ مکہ مدینہ ہے، مرزا قادیانی قوم کا مغل ہے جب کہ امام مہدی فاطمی سید ہوں گے، مرزا قادیانی ایک آنکھ سے عاری ہے جب کہ سیدنا امام مہدی میں یہ نقص نہیں ہوگا بلکہ یہ نقص دجال میں ہوگا۔

بے نیازی حد سے گزری اے ستم گر کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرماؤ گے: کیا؟

قادیانیوں کا دوسرا سوال: حدیث میں ہے کہ: اِنَّ لِمَهْدِیِّنَا آیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَةٍ رَمَضَانَ تَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْهُ یعنی امام مہدی کی دو نشانیاں ہیں جب سے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ دونوں نشانیاں ظاہر نہیں ہوئیں۔ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگے گا اور رمضان کے درمیان میں سورج گرہن لگے گا (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۱)۔

چاند گرہن عموماً ۱۲، ۱۳، ۱۴ تاریخوں کو لگتا ہے لہذا پہلی تاریخ سے مراد ۱۲ تاریخ ہے۔ اور سورج گرہن ۲۷، ۲۸، ۲۹ کو لگتا ہے لہذا اس کی درمیانی تاریخ سے مراد ۲۸ تاریخ ہے۔ یہ دونوں نشانیاں ۱۳۱۱ ہجری میں ظاہر ہو چکی ہیں جب مرزا صاحب مہدویت کا دعوئی کر چکے تھے۔ فلاں فلاں انگریز نے یوں یوں لکھا ہے۔

جواب: جو دو تاریخیں آپ نے بتائی ہیں ان دو تاریخوں پر چاند گرہن اور سورج گرہن آج سے قبل تیرہ سو سال میں ساٹھ مرتبہ واقع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب حدائق النجوم صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۷۔

ایران میں مرزا محمد علی باب نے ۱۲۶۰ھ میں مہدویت کا دعوئی کیا اور اس کے سات سال بعد ۱۲۶۷ھ میں ۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن لگا (حدائق النجوم صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۷، اسٹرونومی مؤلفہ مسٹر نارمن لوکٹیر صفحہ ۱۰۲، یوز آف دی گلوبز صفحہ ۲۶۳ تا ۲۷۶)۔

ثانیاً محمد احمد سوڈانی مرزا قادیانی کا ہم عصر ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی مہدویت کا مدعی تھا۔ مرزا قادیانی کی مہدویت کی یہ دلیل سوڈانی کو بھی امام مہدی ثابت کر دے گی۔

ثالثاً تیرہ اور اٹھائیس کو خسوف وکسوف کا ہونا ایک معمول کی بات ہے نہ کہ خلاف معمول۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی یہ دونوں نشانیاں اس سے قبل کبھی واقع نہیں ہوئی ہوں گی۔ لازم ٹھہرا کہ چاند گرہن اپنا ۱۲، ۱۳، ۱۴ والا معمول چھوڑ دے اور سورج گرہن اپنا ۲۷، ۲۸، ۲۹ والا معمول چھوڑ دے۔

رابعاً حدیث میں الفاظ ہیں اَوَّلِ لَيْلَةِ رَمَضَانَ یعنی رمضان کی پہلی رات اور فِي النِّصْفِ مِنْهُ یعنی رمضان کی درمیانی رات یعنی پندرہ تاریخ۔ قادیانی جو تاریخیں پیش کرتے ہیں وہ حدیث کی تصریح کے خلاف ہیں۔ مزید غور کریں تو سمجھ آئے گی کہ تین دنوں کے درمیان کو نصف نہیں کہتے بلکہ اسے وسط کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں نصف کا لفظ ہے اور اس سے مراد مہینے کا نصف ہے۔

اَلنِّصْفُ مِنْهُ کی ضمیر کا مرجع رمضان ہے جو پہلے کلام میں مذکور ہے مگر قادیانی اس ضمیر کو نامعلوم اور غیر مذکور چیز کی طرف لوٹاتے ہیں۔

یہاں قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی تاریخ کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے نہ کہ قمر۔ اگر پہلی رمضان کا چاند مراد ہوتا تو حدیث میں اس کے لیے ہلال کا لفظ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں چاند کی تیس منازل کے لیے الگ الگ نام موجود ہیں۔ پہلے کو ہلال اور مکمل چاند کو بدر کہتے ہیں۔ لیکن ان تمام منازل کے چاند کا مشترکہ نام قمر ہے۔ دیکھو!

اللہ کریم قرآن میں فرماتا ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ یعنی ہم نے چاند کی مختلف منزلیں بنائی ہیں حتی کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک ہو جاتا ہے (سورۃ یسین: ۳۹)۔

قرآن نے واضح فرما دیا کہ چاند کی ہر ہر منزل پر اس کا نام قمر ہے حتی کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک ہو جائے یعنی پہلی کا چاند ہو تو پھر بھی اس کا نام قمر ہے۔

خامساً ہم نے ساری بحث اس حدیث کو تسلیم کرنیکی تقدیر پر از راہِ سخاوت کر دی ہے ورنہ یہ حدیث عمر بن شمر اور جابر الجعفی کی وجہ سے اپنے ضعف کی انتہا پر ہے۔ اب اگر اس حدیث کا وجود ہی قابل تسلیم نہ ہو تو قادیانی عمارت سرے سے ہی دھڑام۔ مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت و رسالت، دعوائے مسیحیت، مرزا کا فاطمی نہ ہونا اور اس کی دیگر کفریات و خرافات اسکی تکذیب اور تکفیر کے لیے کافی ہیں۔

چوتھا باب:

مرزا قادیانی کی سیرت اور کردار

مرزا کے مختلف دعوے

(۱)۔ بَعَثَنِیَ اللّٰہُ عَلٰی رَأْسِ الْمِائَۃِ لِاُجَدِّدَ الدِّیْنَ .. وَاَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ وَالْمَهْدِیُّ الْمَعْهُوْدُ یعنی اللہ نے مجھے صدی کے سر پہ مبعوث کیا ہے تاکہ میں دین کا مجدد بنوں، اور میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں (ضمیمہ حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۴۱)۔

(۲)۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۳)۔

(۳)۔ منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا   منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

ترجمہ: میں زمانے کا مسیح ہوں اور میں خدا کا کلیم (موسیٰ) ہوں، میں محمد اور احمد ہوں جو مجتبیٰ ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۴)۔

(۴)۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے

(روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۴۰)۔

(۵)۔اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا (روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۰، صفحہ ۳۶۱)۔

(۶)۔دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جسکا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر (تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)۔

(۷)۔اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۱، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۸)۔آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہوں (حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)۔

(۸)۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۷)۔

ان تمام بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دعووں میں ایک ترتیب اور تدارج پایا جاتا ہے اور یہ شخص صرف نبوت نہیں بلکہ دراصل مستقل نبوت اور صاحب کتاب نبی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ مرزا قادیانی کا جہاد جیسے قطعی حکم کو منسوخ کرنے کی جرأت کرنا بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور خود کو مسیح ابن مریم کہنا بھی مستقل نبوت کا دعوی ہے اور پھر خود کو محمد رسول اللہ کہنا اس دعوے کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے۔

مرزا کے الہامات

(۱)۔میرے رب نے میرے ہاتھ پر بیعت کی (بَایَعَنِیْ رَبِّیْ) (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷)۔

(۲)۔اے مرزا: تو میری اولاد کی طرح ہے (اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ) (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۹)۔

(۳)۔قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر پہنچادے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷)۔

(۴)۔اے مرزا: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۵)۔

(۵)۔تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۹)۔

(۶)۔اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۲)۔

(۷)۔سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۱)۔

(۸)۔اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۹)۔

(۹)۔انگریزی کے الہامات

I Love You. I am with you. Yes I am Happy.life of pain. I shall Help You. I can , what I will do. we can, what we will do. God is coming by His army. He is with you to kill enemy. The days shall come when God shall help you. Glory be to the Lord. God maker of earth and heaven.

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۳۱۶)۔

نوٹ :۔مرزا صاحب کی الہامی انگریزی کی شدید کمزوریاں اور غلطیاں انگریزی جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں۔

(۱۰)۔حضور خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے، سورج کو الٹا پھیر دیا، انگلیوں سے چشمے جاری کر دیے، مردوں کو زندہ کر دیا اور بیماروں کو شفائیں دے دیں۔ ایسے عظیم المرتبت نبی کا کلمہ پڑھنے والی قوم کے سامنے مرزا قادیانی نے مندرجہ ذیل فضولیات کو معجزہ بنا کر پیش کیا، جن میں بڑے آرام سے ہیرا پھیری چل سکتی تھی۔

(ا): مجھے ایک لڑکا پیدا ہونے کی خدا نے بشارت دی۔(ب): اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت دی۔(ج): لڑکی کے بعد مجھے ایک اور پسر کی بشارت دی گئی۔ (د): خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔(ہ): میں نے زلزلہ کی نسبت پیشین گوئی کی تھی۔(و): ایک مرتبہ میں قولنج سے سخت بیمار ہوا۔سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔خدا تعالیٰ نے مجھے القاء کیا کہ فلاں دم کرو، میں ٹھیک ہو گیا۔(ز): میری اس شادی کی بارے میں جو دہلی میں ہوئی تھی خدا تعالیٰ کی جانب سے مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا نے تمہیں دامادی اور نسب دونوں طرف سے عزت دی یعنی تمہاری نسب کو ہی شریف بنایا اور تمہاری بیوی بھی سادات میں سے آئیگی۔(ح): ایک سفر کے دوران مجھے الہام کے ذریعے بتایا گیا کہ اس سفر میں کچھ نقصان ہوگا۔جب ٹکٹ لینے کا وقت آیا تو میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا کہ تا ٹکٹ کیلئے روپیہ دوں تو معلوم ہوا کہ وہ رومال جس میں روپیہ تھا گم ہو گیا۔(ط): میرا چھوٹا لڑکا مبارک احمد بیمار ہو گیا......ایک عورت نے کہا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔میں نے اسکے بدن پر ہاتھ رکھا اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی تو دو تین

منٹ کے بعد لڑکے کو سانس آنا شروع ہو گیا اور نبض بھی محسوس ہوئی اور لڑکا زندہ ہو گیا۔ تب مجھے خیال آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا احیائے موتی بھی اسی قسم کا تھا اور پھر نادانوں نے اس پر حاشیے چڑھا دیے۔ (ی): میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہوں تاہم مجھے انگریزی میں الہام ہوا۔ (ک): ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ اکیس روپے آنے والے ہیں (مرزا قادیانی کے یہ تمام الہامات حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۰ سے لیکر ۳۰۷ تک مذکور ہیں)۔

(۱۱)۔ مرزا قادیانی اپنی عمر کے بارے میں الہام بیان کرتا ہے: خدا تیری عمر دراز کرے گا۔ اسی برس، یا پانچ چار زیادہ، یا پانچ چار کم (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۰)۔

مرزا قادیانی خود لکھتا ہے کہ اس کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ مرزا ۱۹۰۸ء میں مرا۔ اس طرح مرزا کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے جبکہ الہام کے مطابق اس کی عمر کم از کم ۷۵ سال ہونا چاہیے تھی۔

مرزا کی گالیاں

(۱)۔ جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں (انوار اسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۱)۔

(۲)۔ میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سرقہ کا الزام دینا اور کبھی صرفی نحوی غلطی کا۔ یہ صرف گوہ کھانا ہے۔ اے جاہل بے حیاء (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۴۰، ۴۴۱)۔

(۳)۔ لئیم، شیطان، لعنتی، پاگلوں کا نطفہ، خبیث، مفسد، منحوس، کنجری کا بیٹا (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴، ۱۵، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۴۶۔۴۴۵)۔

(۴)۔ ہمارے مخالف جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور انکی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں (نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۳)۔

(۵)۔ اپنی کتاب نور الحق میں کسی بے چارے پر باقاعدہ نمبر لگا کر ایک سے لے کر ہزار تک "لعنت" لکھی ہے۔ "لعنتوں" کا یہ سلسلہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۶۲ تک جاری رہتا ہے (نور الحق، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۲)۔

آپ نے مرزا کی گالیاں اور بداخلاقیاں ملاحظہ فرمالیں جو نہ صرف نبوت کے منافی ہیں بلکہ شرافت اور پاک زبانی کے بھی خلاف ہیں۔ یہ بات بھی نوٹس میں رہنی چاہیے کہ مرزا نے خودلکھا ہے کہ: کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۱)۔

مرزا کی تضاد بیانیاں

(۱)۔ مسیح کی قبر شام میں ہے (روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۷۔۲۹۶)۔

مسیح کی قبر سری نگر میں ہے (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴)۔

(۲)۔ مسیح کی عمر ۱۲۰ سال تھی (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴)۔

مسیح کی عمر ۱۲۵ سال تھی (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۵)۔

(۳)۔ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۵)۔

یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ بات ہے کہ انسان کی زبان کوئی اور ہو اور اسے الہام کسی دوسری زبان میں ہو (چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۸)۔

(۴)۔ میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۳)۔

یہ کہنا کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوا، گستاخی ہے اور عظیم شرک ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۰)۔

(۵)۔ میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۴)۔

میرا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح آ جائیں (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۰، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔

(۶)۔ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح ہوئی کہ جب چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے

پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا........ بعد اس کے جب میں سترہ اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیانی میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا........ بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں (کتاب البریہ ،روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰،۱۸۱)۔

مہدی آخر الزمان کے لیے جسکا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذوالبروزین ہونے کے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پایا جانا ازبس ضروری ہے۔ کیوں کہ جیسا کہ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے حالت فاسدہ زمانہ کی یہی چاہتی ہے کہ ایسے گندے زمانہ میں جو امام آخر الزمان آوے وہ خدا سے مہدی ہو اور دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو (اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۵۹)۔

من گھڑت آیات اور احادیث

(۱)۔ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھایا گیا تھا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۔۱۴۱ حاشیہ)۔

(۲)۔ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی (کشتی نوح صفحہ ۶)۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا (براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۹)۔

(۴)۔ مرزا لکھتا ہے: لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اسکے قتل کے فتوے دیے جائیں گے اور اسکی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دین سے خارج اور دین کو تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیش گوئی ان مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کردی (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۵۳)۔

مرزا کی یہ عبارت سراسر جھوٹ ہے، قرآن وسنت میں کسی بھی جگہ یہ الفاظ نہیں ملتے۔

(۵)۔ مرزا لکھتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَانَ فِي الْهِنْدِ نَبِيًّا اَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُهُ كَاهِنًا یعنی ہند میں ایک نبی گزرا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کنھیا جس کو کرشن کہتے ہیں (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۸۲)۔

(۶)۔ سورۃ مریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا (براہین احمدیہ جلد پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۱)۔

(۷)۔ صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جسکی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اسکی نسبت آواز آئے گی کہ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ ۔اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللهِ ہے (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳۷)۔

مرزا کی بیان کردہ یہ تمام آیات قرآن میں اور تمام احادیث کتب حدیث میں موجود نہیں اور مرزا نے سفید جھوٹ بولا اور اللہ کی ذات پر بہتان باندھا ہے۔

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ یعنی آخری زمانے میں دجال کذاب پیدا ہو جائیں گے جو تمہیں ایسی احادیث سنائیں گے جو تم نے بھی نہ سنی ہوں گی اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی، ان سے بچ کے رہنا تم پر لازم ہے، وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں جتلانہ کر دیں (مسلم شریف مقدمہ حدیث: ۱۶)۔

یہاں ذرا یہ حدیث دوبارہ لکھ دینا مناسب ہے تا کہ اہل ایمان کا ذوق دوبالا ہو جائے، اور مرزا قادیانی کے گلے میں پھندا صحیح طریقے سے فٹ ہو جائے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک تیس کے قریب جھگڑالو جھوٹے پیدا نہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک

رسالت کا دعویٰ کرے گا (بخاری: ۳۶۰۹، مسلم: ۷۳۴۲)۔

قادیانیوں سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ اگر آپ واقعی اللہ کی خاطر مرزا قادیانی کے دھوکے کا شکار ہوئے ہیں تو اب مرزا کی من گھڑت آیات واحادیث سامنے آ جانے کے بعد اسی اللہ کریم جل شانہ کی خاطر مرزا سے بے زاری کا اعلان کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک مشہور ترین تابعی صوفی بزرگ ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن محرر کی عظمت سنی تھی، ان سے اتنی محبت پیدا ہوئی کہ اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے جنت میں جانا پسند کروں گے یا عبداللہ بن محرر سے ملنا پسند کرو گے تو میں پہلے عبداللہ بن محرر سے ملنا پسند کرتا اور بعد میں جنت میں جاتا، لیکن جب اس کی جھوٹی روایات میرے سامنے آئیں تو اب میں اسے اونٹ کی مینگنی سے بھی بدتر سمجھتا ہوں لَوْ خُیِّرْتُ بَیْنَ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ اَنْ اَلْقیٰ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَرَّرٍ لَاخْتَرْتُ اَنْ اَلْقَاهُ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَاَیْتُهٗ کَانَتْ بَعْرَةٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْهُ (مسلم شریف مقدمہ حدیث: ۸۷)۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین

(۱)۔ بلاشبہ رسول ﷺ کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۷۱)۔

(۲)۔ پیشین گوئی کو اجتہادی طور پر سمجھنے میں انبیاء نے بھی غلطی کھائی (روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)۔

(۳)۔ سورۃ روم کی پیش گوئی کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے: حدیث صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیش گوئی کا محل ومصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۷۲)۔

(۴)۔ عیسیٰ کا پرندہ اسی وقت تک پرواز کرتا تھا جب تک کہ وہ لوگوں کی نظروں کے سامنے رہتا تھا اور جب غائب ہوتا تھا تو گر جاتا تھا اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا تھا جیسے عصا موسیٰ کا اور عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا بھی ایسا ہی تھا (نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۱)۔

(۵)۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۷۱)۔

(۶)۔ مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۰)۔

قرآن شریف کی بے ادبی

زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے.......... ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)۔

انگریز کی چاپلوسی

(۱)۔ مرزا قادیانی نے انگریز کی چاپلوسی میں پوری کتاب "ستارہ قیصریہ" لکھی ہے اور جہاد کے خلاف "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" کے نام سے پوری کتاب لکھی ہے۔ تریاق القلوب میں لکھتا ہے: میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے.......... میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیرِ سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں (تریاق القلوب صفحہ ۲۵، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۶۔۱۵۵)۔

(۲)۔ مرزا قادیانی نے انگریزی حکومت کو ایک درخواست لکھی، جسکا عنوان ہے "حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست"۔ اس درخواست میں لکھتا ہے: اس محسن اور قدر شناس

گورنمنٹ کی خدمت میں اس قدر بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ یہ عاجز گورنمنٹ کے اُس قدیم خیر خواہ خاندان میں سے ہے جسکی خیر خواہی کا گورنمنٹ کے عالی مرتبہ حکام نے اعتراف کیا ہے اور اپنی چٹھیوں سے گواہی دی ہے کہ وہ خاندان ابتدائی انگریزی عملداری سے آج تک خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ میں برابر سرگرم رہا ہے۔ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضٰی اس محسن گورنمنٹ کے ایسے مشہور خیر خواہ اور دلی جان نثار تھے کہ وہ تمام حکام جوان کے وقت میں اس ضلع میں آئے سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے میرے والد موصوف کو ضرورت کے وقتوں میں گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں کیسا پایا۔ اور اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کے مفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی سی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد کے لیے دیے۔ اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لیے کمر بستہ رہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے گزر گئے۔ والد مرحوم گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں ایک معزز اور ہر دل عزیز رئیس تھے جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۸)۔

(۳)۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے سو میرا مذہب جسکو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)۔

(۴)۔ مرزا قادیانی نے اپنے کفر پر پردہ ڈالنے اور اپنی نئے دین کا نام احمدیت رکھنے کے لیے بھی انگریز ہی کی مدد حاصل کی۔ لکھتا ہے: یہی نام ہے جس کے لیے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی مسلمان فرقہ احمدیہ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۲۶)۔

(۵)۔ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور

تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۵۰)۔

جہاد کا انکار

قرآن کی آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (النساء: ۱۵۹) سے ثابت ہے اور بخاری مسلم کی احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے لہٰذا جنگ کی ضرورت ہی نہ رہے گی وَيَضَعُ الْحَرْبَ (بخاری حدیث نمبر ۱۸۲)۔

مرزا قادیانی پر سب لوگ ایمان بھی نہ لائے اور مرزا امن بھی قائم نہ کرسکا بلکہ اس کے دور کے بعد تباہی اپنی انتہا کو پہنچ گئی، لیکن مرزا نے مسیح کی علامت اپنے آپ میں ثابت کرنے کے لیے زبانی کلامی جہاد بند کرنے کا فتویٰ دے کر اپنی مسیحیت کا خواب پورا کرلیا۔ چنانچہ لکھتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

(دُرِّ ثمین صفحہ ۵۹ از مرزا قادیانی)

حدیث شریف میں اس موضوع پر صاف پیش گوئی موجود ہے کہ: لَا يَزَالُ الْجِهَادُ حُلْوًا خَضِرًا مَّا اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ وَ اَنْبَتَ الْاَرْضُ ، سَيَنْشَأُ نَشْؤٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقُوْلُوْنَ لَا جِهَادَ وَ لَا رِبَاطَ، وَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ عِتْقِ اَلْفِ رَقَبَةٍ اَوْ صَدَقَةِ اَهْلِ الْاَرْضِ جَمِيْعًا یعنی جہاد قیامت تک جاری رہے گا، جلد ہی ایک گروہ مشرق سے نکلے گا جو کہے گا کہ جہاد ختم ہو چکا ہے، وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے، حالانکہ ایک دن کا جہاد ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام روئے زمین کا صدقہ کرنے سے بہتر ہے (کنز العمال حدیث: ۱۰۷۴۳)۔

☆......☆......☆

پانچواں باب:

قادیانیت کی اصلاح کے لیے چند اصولی باتیں

ضَبطُ الکلام فِی رَدِّ الغلام

ذیل کی سطور میں ہم نے قادیانیت کے موضوع پر باقاعدہ علمِ کلام کی بنیاد رکھ دی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عوام الناس بعض باتوں کو سمجھنے سے قاصر رہیں۔ لیکن دینی مدارس کے طلباء کو بطور نصاب اس کا پڑھایا جانا ازحد مفید ہو سکتا ہے۔ اس غرض سے اگر کوئی عالمِ دین اس "ضبط الکلام" کو الگ چھاپنا چاہیں، یا اس کی شرح لکھنا چاہیں تو فقیر کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس موضوع پر ان کا مطالعہ وسیع ہو۔

(۱)۔ حدیث شریف کی موجودگی میں قرآن کا مفہوم لغت سے متعین کرنا باطل ہے۔ مثلاً صلوۃ، زکوۃ، صوم، حج، خاتم اور رفع وغیرہ میں حدیث کو چھوڑ کر محض لغت کی روشنی میں منشاءِ خداوندی تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ اس قرآن کی وضاحت فرمائیں (النحل: ۴۴)۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو جاننے والے قرآن کی دوسروں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ جو لوگ تم سے قرآن کے ذریعے بحث کرتے ہیں تم انہیں حدیث کے ذریعے پکڑا کرو (الشفا جلد۲ صفحہ۱۱)۔

(۲)۔ مرزا نے بھی اور اس کی قوم نے بھی محکمات کو متشابہات کی طرف لوٹایا۔ ختم نبوت پر قرآن وسنت کی تصریحات کے مقابلے پر درودِ ابراہیمی وغیرہ سے نبوت کا اجراء ثابت کرنے کی کوشش کی۔ یہ اسی طرح کی حرکت ہے جیسے پادری فانڈر نے لا الہ الا اللہ کے ہوتے ہوئے اور لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃ کے ہوتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے تین خدا ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ختمِ نبوت اور حیاتِ مسیح کے خلاف مرزا قادیانی کے دلائل پادری فانڈر کی اس دلیل سے بھی کمزور ہیں۔

اجماعِ امت کی تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزا نے اکا دکا افراد کے اقوال اور وہ بھی غیر واضح اور ماؤل اقوال سے ختمِ نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش کی اور بعض اوقات صوفیاء کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات پر محمول کر ڈالا اور بعض اوقات ادھورے غیر مکمل اور سیاق سے ہٹا کر اقوال نقل کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ حالانکہ اس طرح کی حرکتوں سے توحید اور رسالت کے خلاف بھی بہت کچھ بکا جا سکتا ہے۔

(۳)۔ ہم بائیبل کو مُحرّف (تبدیل شدہ) سمجھ کر اس میں نبی کریم ﷺ کی بشارات کا کھوج جس طریقے سے لگاتے ہیں وہی طریقہ قادیانیوں نے قرآن کے معاملے میں بھی شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ قرآن جیسی محفوظ کتاب میں سے عقیدہ ثابت کرنے کیلئے تصریح اور عبارت کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۴)۔ دلیل کا دعویٰ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ قادیانی غیر مستقل نبوت کے قائل ہیں۔ جبکہ ان کی ہر دلیل سے مستقل نبوت کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔

(۵)۔ سیاق وسباق کو چھوڑ کر آیت یا حدیث کا مفہوم متعین کرنا درست نہیں۔ جیسے سنن ابنِ ماجہ کی حدیث: وَلَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی کا پہلا جملہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ چھوڑ دینا۔ یا صحیح بخاری میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرتے وقت حدیث بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ کا پہلا جملہ لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ النَّبِیُّ بِعِیْسٰی اَحْمَرَ وَلٰکِنْ قَالَ کھا جانا۔ یا سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول مُمِیْتُکَ پیش کرتے وقت انکے مشہور الفاظ مُقَدَّماً وَ مُؤَخَّراً ہضم کر جانا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک صریح بددیانتی ہے۔ یہاں پر سمجھدار قادیانیوں کے دماغ اٹک جانے چاہئیں اور انہیں مرزا قادیانی پر سخت گرفت کرنی چاہیے۔

(۶)۔ معجزہ اور کرامت (یا خوارقِ عادت) مشکل ضرور ہوا کرتے ہیں مگر ناممکن نہیں ہوا کرتے۔ جیسے شقِ قمر، معراجِ جسمی، نزولِ آدم علیہ السلام، رفع ونزولِ مسیح علیہ السلام اور آکسیجن یا غذا کے بغیر عرصہ دراز تک زندہ رہنا وغیرہ۔ یہ خوارق بھی سنت اللہ ہی میں داخل ہیں۔ اسی لیے ان سے قرآن لبریز ہے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات سے گھبرا کر ان حقائق کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً آج کے سائنسی دور نے تو ان تمام باتوں کی تصدیق بھی کرنا شروع کر دی ہے۔ اور یہ قادیانیت کے پس ماندہ (Backward) ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

(۷)۔ حقیقت متعذر نہ ہو تو مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں۔ جیسے تَوَفّٰی ، رَفْعٌ ، نُزُوْل ، خَاتَم اور خَلَوْ میں حقیقت متعذر نہیں۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ انکارِ ختم نبوت کی پوری عمارت انہی چند الفاظ میں مجاز کی بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے۔

(۸)۔ نبی معصوم ہوتے ہیں جبکہ مرزا قادیانی زعم نبوت سے پہلے حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل تھے (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۳)۔ اور بعد میں اس عقیدے کو خود ہی گمراہی اور

گناہ کہنے لگ گئے (ازالۂ اوہام وغیرہ)۔اس پر جب اہل اسلام نے دو غلے پن کا اعتراض کیا تو یہ توجیہ پیش کر دی کہ مجھے اگر اپنی مسیحیت کے منصوبے کا خیال ہوتا تو میں براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)۔ میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔وہ لکھنا جو الہامی نہ تھا۔محض رسمی تھا (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)۔

اس عبارت میں "تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہو" کے الفاظ پر غور کیجیے۔گویا یہ سادگی کے اظہار کے لیے مرزا قادیانی کی منصوبہ بندی تھی۔ بہرحال ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی عرصہ دراز تک گمراہی میں مبتلا رہے اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

(۹)۔ مرزا قادیانی بعض ایسی چیزوں کو اپنی نبوت کی دلیل بناتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمائی ہیں۔حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے یہ ثبوت یکایک پیش فرما دیے تھے۔آپ ﷺ سے پہلے ان باتوں کو نبوت کی دلیل کبھی نہ بنایا گیا تھا۔اب اگر مرزا قادیانی انہی دلائل کا سہارا لیں تو یقیناً یہ ان کی منصوبہ بندی پر محمول ہوگا۔مرزا قادیانی نے فصاحت وبلاغت کو اپنی نبوت کی دلیل بنایا اور ایک کتاب اعجاز احمدی، ثبوت کے طور پر لکھ ڈالی۔مرزا قادیانی سے پہلے بھی نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں بڑے بڑے فنکار اور نکتہ آفرین گزرے ہیں۔ان کے قلم میں اتنا زور تھا کہ پڑھنے والا انہیں سلطان القلم کہہ دے اور ان کی تحریر میں اتنی فصاحت تھی کہ انہوں نے اپنے کلام کو قرآن کی طرح بطور چیلنج پیش کر دیا تھا۔

ابو طیب متنبی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنا شاعرانہ دیوان اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش کر دیا۔ابو طیب بعد میں اپنی اس حرکت سے تائب ہوگیا۔لیکن اس کا یہ دیوان آج بھی مسلمانوں کے درسِ نظامی میں نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور یہ دیوانِ متنبی کے نام سے مشہور ہے۔مرزا قادیانی نے بھی وہی طریقہ چرانے کی کوشش کی ہے۔

جھوٹے دعویداروں نے ہمیشہ قرآن وحدیث سے ہی اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے۔

البتہ ان کے طریقۂ واردات میں اُنیس بیس کا فرق ضرور رہا ہے۔

(۱۰)۔ قادیانیوں کا وطیرہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی خامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزا قادیانی

کی ہر خامی گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی میں ثابت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی نے اگر کسی کو گالیاں بھی دی ہیں تو گالیاں دینے کا جواز قرآن سے پیش کرنے لگتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس وقت ان لوگوں کی غیرت کہاں چلی جاتی ہے جنھوں نے کہا تھا کہ "غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر"۔ صرف ایک خطا کار شخص کو بچانے کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو خطا کار قرار دینا اور قرآن کی آیات کو گالیوں سے تعبیر کر دینا کہاں کی غیرت مندی ہے۔

(۱۱)۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کی ایک آنکھ میں واضح نقص تھا۔ آج بھی ان کی تصویر دیکھ کر ان کی وجاہت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ حسن و قباحت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس معاملے میں کسی پر چوٹ کرتے وقت اللہ سے ڈرنا ضروری ہے لیکن اظہار حقیقت کے طور پر عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا معیار حسن یہ بیان فرمایا ہے کہ مَابَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْہِ یعنی اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کا چہرہ خوبصورت نہ ہو (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)۔ گویا مرزا قادیانی کا حلیہ انبیاء علیہم السلام کے حلیہ کے بالکل برعکس ہے اور یہ بات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ مرزا قادیانی کا حلیہ دجال کے حلیہ کے موافق ہے۔ چنانچہ احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ دجال "کانا" ہوگا (بخاری حدیث نمبر ۳۴۳۹، مسلم حدیث نمبر ۷۳۶۱)۔

(۱۲)۔ ایک فن کی اصطلاح کو دوسرے فن سے جوڑ کر نیا مفہوم پیدا کر لینا ایمان اور دیانت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ مرزا قادیانی صوفیاء کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات کے مفہوم میں ڈھال لیتے ہیں اور لغوی معنی کو اصطلاحی معنی میں گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف وحی کا آنا اور شہد کی مکھی کی طرف اللہ تعالیٰ کا وحی فرمانا بیان ہوا ہے۔ یہاں وحی سے مراد نبوت کی وحی نہیں بلکہ الہام مراد ہے۔ یہیں سے صوفیاء کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی خاص اصطلاح میں الہام کے لیے وحی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اب مرزا قادیانی اس طرح کرتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح کو شریعت کی اصطلاح کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور صوفیاء کرام کے الہام کو وحی نبوت ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۱۳)۔ فنائیت کی بنا پر کیا جانے والا دعویٰ بذات خود دوئی اور عدم فنا پر دلالت کرتا ہے۔

مغائیرت ہی کی وجہ سے دعویٰ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب عملاً اس راستے سے نہیں گذرے۔

(۱۴)۔ یہ کہنا کہ عیسیٰ بن مریم سے مُراد اُن کا مثیل ہے، دمشق سے مراد قادیان ہے، لُد سے مراد لدھیانہ ہے، دجّال سے مراد فلاں پادری ہے، اور دجّال کے قتل سے مراد علمی شکست ہے، احادیث کی تصریحات کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہ اتنی باریک تاویلات ہیں کہ ایسی تاویلات کی مدد سے سیاہ کو سفید ثابت کیا جاسکتا ہے۔ پھر اگر اصل احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ان رکیک تاویلات کی متحمل بھی نہیں ہیں۔ تدبر شرط ہے۔

(۱۵)۔ مرزا قادیانی کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ وہ سخت فحش گو اور گالی نواز تھے۔ ان کی تہذیب اور شائستگی کے چند نمونے آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ بد اخلاقیاں نبی تو کیا کسی شریف آدمی کو بھی زیب نہیں دیتیں۔

(۱۶)۔ مرزا قادیانی جہاد کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال　　دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے　　دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

(دُرِّثمین از مرزا قادیانی)

نیز لکھتے ہیں: میری عمر کا اکثر حصہ سلطنتِ انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵)۔

اُدھر حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی صاف موجود ہے کہ مشرق سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جو جہاد کا انکار کرے گا۔ وہ گروہ جہنم کا ایندھن ہے (کنز العمال حدیث: ۱۰۷۳۳)۔

بلاشبہ قادیان مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں واقع ہے اور مرزا قادیانی نے جہاد کا انکار بھی صاف صاف کر دیا ہے۔ اس حدیث کی پیش گوئی صادق آجانے کے بعد اب اس کے انکار یا اسے ضعیف کہنے کا کوئی تک باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ

''اگر کوئی ایسی حدیث جو کسی پیش گوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانے میں یا اس سے پہلے اس حدیث کی پیش گوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے مُحدِّثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو'' (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۳)۔

لہٰذا ہماری پیش کردہ جہاد والی حدیث خواہ صحیح ہو یا ضعیف ہو یا موضوع ہو، بہر حال ان کے لیے حرفِ آخر ہونی چاہیے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱۷)۔ نزول مسیح علیہ السلام کا اجرائے نبوت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ''مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جز ویا ہمارے دین کے رُکنوں میں سے کوئی رُکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے۔ جس کا حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانے تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانے تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا (ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۱)۔

نیز مرزا قادیانی اسی کتاب ''ازالۂ اوہام'' میں بار بار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیلِ مسیح بھی آ جائیں۔

معلوم ہوا کہ یہ صاحب اپنے ہی قول کے مطابق ایک غیر ضروری شخصیت ہیں اور انہیں نہ ماننے سے کوئی شخص کافر تو کیا گناہگار بھی نہیں ہو سکتا۔ اور انہوں نے اپنی مسیحیت کی مدحانی محض پانی میں ڈال رکھی ہے۔

(۱۸)۔ نبی کریم ﷺ کی امت ساری کی ساری جہنمی ہو اور مٹھی بھر قادیانی جنتی ہوں یہ بات نبی کریم ﷺ کے کامیاب نبی ہونے کے سراسر منافی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنتیوں کی سو صفوں میں سے ۸۰ صفیں اس امت کی ہوں گی۔ نیز حدیث میں ہے کہ: اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعاً یعنی میرے امتی تمام نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوں گے (مسلم حدیث: ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۲)۔ سَبِیْلُ الْمُؤمِنِیْن والی آیات اور یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ جیسی احادیث کا بھی یہی تقاضا ہے اور عقل اسی بات کی تائید کرتی ہے۔ لہٰذا قادیانیت کو چھوڑ کر مسلمانوں کا ساتھ دینے میں ہی عافیت ہے۔

(۱۹)۔ ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ تو خود یہودیوں اور عیسائیوں پر انکے اختلافات میں فیصلہ کرنے اوران پرحقائق کوواضح کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔اللہ کریم ارشادفرماتا ہے: إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ یعنی بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پروہ باتیں بیان کرتا ہے جن اکثر میں وہ اختلاف کرتے ہیں (النمل:۷۶)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ یعنی اے محبوب ہم نے آپ پر یہ کتاب محض اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ ان پر واضح فرمائیں جس میں انہوں نے اختلاف کیا (النحل:۶۴)۔

پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ خود ہی استعاروں کی بھرمار کر کے اپنی ہی امت کوالجھا کر رکھ دیں (معاذ اللہ)۔قادیانیوں کا شکست کے بعد دیوار سے لگ کر اس قسم کی فائرنگ کرنا دین اسلام کے یُسر،سماحت اور نبی کریم ﷺ کے مبیّن ہونے سے متصادم ہے۔

(۲۰)۔ یہ لوگ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں جبکہ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ۔لہٰذا تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاطاً ترکِ قادیانیت میں ہی خیریت ہے۔

قادیانیت کا تاریخی پسِ منظر

اللہ کریم جل جلالہ نے انسان کے وجود میں ہدایت اور گمراہی دونوں کوقبول کرنے کا خمیر رکھا،پھر اسے ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے دکھا کر معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔رحمانی ہدایت یا شیطانی غوایت سے حسب استعداد ازلی ہر انسان نے استقبال کیا۔غوایتِ شیطانی کی طرف پھسل جانے والے اسی گمراہی کی طرف میلان کے سبب إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ کا مصداق بنے۔

ہر دور میں گمراہی مختلف شکلوں میں سامنے آتی رہی۔ابوجہل اس امت کا فرعون ہے مگر ضروری نہیں کہ فرعون کے قدم بہ قدم اس پر بھی حالات گزرے ہوں۔اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب مدعیانِ نبوت تھے مگر ضروری نہیں کہ ان کے بعد والے کذاب بھی ہو بہو انہی کی راہ پر چلے ہوں۔ البتہ مرکزی خیال سب کا ایک ہی رہا ہے۔متعدد لوگ نبوت کے مدعی ہوئے اور کئی مسیحیت کے

دعویدار ہوئے اور بے شمار نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ ان سب کے دلائل اور طریقہ ہائے واردات آپس میں ملتے جلتے تھے مگر کسی قدر فرق بھی تھا۔ مثلاً:

(۱)۔ مسیلمہ خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کار نبوت میں شریک قرار دیتا تھا اور اس نے اپنے مراسلہ میں مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُولِ اللهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ لکھا تھا۔ لیکن یاد رکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یوں لکھا تھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ (تاریخ طبری جلد۲ صفحہ ۱۸۸)۔

(۲)۔ ایران میں محمد علی باب نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ باب کے فوراً بعد بہاء اللہ نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ اس کا بیٹا عبدالبہا لکھتا ہے: دنیا کی تمام قوموں کا موعود ظاہر ہو گیا۔ تمام ادیان و اقوام کو ایک مظہر ربانی کے ظہور کا انتظار تھا اور یہ ظہور کل بنی نوع انسان کے لیے معلم و مربی اعظم حضرت بہاؤ اللہ ہیں (بہاؤ اللہ و عصر جدید صفحہ ۱۲)۔

مرزا قادیانی بھی بالکل یہی لکھتا ہے: اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں انکے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۱، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۸)۔ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہوں (حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)۔

(۳)۔ محمد علی باب نے اپنی نبوت کو پناہ دینے کے لیے قرآن و سنت کی تصریحات کو مجاز اور استعارے پر محمول کیا، اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے قرآن کو محرف کہنا ممکن نہیں تھا اور یہی استعارہ جات کا بہانہ ہی اسے راہ دے سکتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: بابی بہت سی پیشین گوئیوں کے معنی استعارۃً کرتے تھے (بہاؤ اللہ و عصر جدید صفحہ ۳۱)۔

مرزا قادیانی بھی بات بات پر استعارے کا سہارا لیتا ہے اس لیے کہ قرآن و سنت میں تحریف اور تغیر کا یہ آسان راستہ ہے۔ مرزا قادیانی نے بہاء اللہ کی کامل پیروی کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ: اس عالم جسمانی میں جو کچھ آسمان سے اتارا جاتا ہے اکثر اس میں استعارات و مجازات پُر ہوتے ہیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۳۴)۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی استعارے ہی کے رنگ میں خود کو مریم کہتا ہے اور لکھتا ہے کہ استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور مجھے

مریم سے مسیح بنایا گیا (کشتی نوح صفحہ ۵۲، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)۔

(۴)۔ علماء کو توہین کے انداز میں ملا کہتے ہوئے عنوان قائم کر کے بہائی لکھتے ہیں:

ملاؤں کی مخالفت: ملاؤں نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور شدت سے آپ کو مٹانے کے درپے ہو گئے۔ اگر ملاؤں کا ارادہ سچائی حاصل کرنے کا ہوتا تو یقیناً اس سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا (بہاؤ اللہ و عصر جدید صفحہ ۴۴، ۴۵)۔

مرزا قادیانی بھی علمائے اسلام کو اسی طرح بار بار ہر کتاب میں ملاں کہتا ہے۔ حتی کہ ایک جگہ لکھتا ہے: اے بدذات فرقہ مولویاں (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۱)۔

کسی عالم دین سے علمی اختلاف کرنا یا بعض جاہل خطیبوں پر تنقید کرنا، یا کسی خاص مسلک کے علماء سے مسلکی اختلاف رکھنا ایک الگ چیز ہے لیکن مجموعی طور پر پورے طبقہ علماء سے نفرت کرنا یا ان کی توہین کرنا بلاشبہ کفر ہے۔ علم علماء کے دم سے ہی قائم ہے اور قیامت کے قریب علم اسی طرح ختم ہوگا کہ علماء ختم ہو جائیں گے۔ حدیث میں تصریح موجود ہے کہ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِن يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى اِذْ لَمْ يَبْقَ عَالِمًا، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَاَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَاَضَلُّوا رَوَاهُ مُسْلِم وَالْبُخَارِي (بخاری: ۱۰۰، مسلم: ۶۷۹۶، ترمذی: ۲۶۵۲، ابن ماجہ: ۵۲)۔

ترجمہ: بے شک اللہ علم کو اچک کر قبض نہیں کرے گا کہ بندوں میں سے اسے کھینچ لے بلکہ علماء کو قبض کرنے سے علم کو قبض کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک عالم بھی باقی نہ رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا سربراہ بنا لیں گے۔ پھر ان سے سوال پوچھے جائیں گے۔ وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ لفظ کہ مولوی لوگ کیا جانتے ہیں اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علماء دین کی تحقیر کفر ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۲۴)۔

(۵)۔ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام یعنی ایلیا کے دوبارہ آنے سے مراد باب کی پیدائش ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد ان کے مثیل کی پیدائش ہے، اور وہ مثیل بہاء اللہ ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں: حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ایلیا اور مسیح کا دوبارہ آنا

حضرت باب کے اور آپ کے آنے سے پورا ہو گیا (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۲۶۸)۔

مرزا قادیانی بھی خود کو مسیح موعود کہتا ہے اور اس نے اپنی مسیحیت ثابت کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب ازالہ اوہام لکھی ہے۔

(۶)۔ محبت کا درس دیتے ہوئے کہتا ہے: سبھی مرتبہ انسانی میں برابر ہیں۔ کسی سے نفرت جائز نہیں سب انسانوں کو متحد ہو کر رہنا چاہیے (آفتاب تازہ صفحہ ۱۷)۔

مرزا قادیانی بھی یہی ڈھنگ اختیار کرتا ہے۔ اس نے اس موضوع پر ایک مکمل کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے: پیغام صلح۔ اس کے پوتے مرزا ناصر کا یہ جملہ قادیانیوں میں مشہور ہے کہ

love for all hatred for none

حالانکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ یعنی اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر بغض۔

(۷)۔ جہاد کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے: ان تمام تعلیمات کا مقصود و مدعا جنگ، اور اس کے اسباب کا خاتمہ، امن عالم کی ترویج اور وحدت عالم انسانی کا قیام ہے (آفتاب تازہ صفحہ ۱۸)۔

مرزا قادیانی بھی سر عام منکر جہاد تھا۔ اس موضوع پر اس نے مستقل کتابیں لکھیں جن سے بقول اس کے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام یہ ہے: گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ یہ کتاب اس کے مجموعہ تصانیف روحانی خزائن کی جلد نمبر ۱۷ میں موجود ہے۔

ایک جگہ لکھتا ہے:

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
آ گیا وہ مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

الحمد للہ ہم نے مکمل شواہد کے ساتھ ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی ختم نبوت کا انکار کرنے میں، ظلی بروزی کا چکر چلانے میں، حیات مسیح پر اپنی تحقیقات پیش کرنے میں، مسیح موعود اور امام مہدی بن بیٹھنے میں، ہر قوم کا موعود کہلانے میں اکیلا نہیں بلکہ اس کی پشت پر چودہ سو سالہ کذابین کی

ایک لمبی قطار موجود ہے اور یہ تمام دعوے اس سے پہلے ہو چکے ہیں اور مرزا کے یہی دلائل بھی کذاب لوگ اس سے پہلے دے چکے ہیں۔

مرزا قادیانی کو کیا ہو گیا تھا؟

ہم نے نہایت دیانت داری سے کام لیتے ہوئے اور ناجائز تعصب سے خالی ہو کر اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ مرزا قادیانی کو غلطی کہاں سے لگی، تو ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

(۱)۔ مرزا قادیانی کسی شیخ کامل کے بغیر خود اذکار و مراقبات کے چکر میں رہا اور شیطانی الہامات کا شکار ہو گیا۔ الہام اگر قرآن و سنت و اجماع کے خلاف ہو تو یہ شیطانی الہام ہے (اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ الایۃ) یہیں سے اکثر جھوٹی نبوت کے دعوے دار پھسلے ہیں۔ مثلاً شیطان کسی سے کہہ دیتا ہے کہ تو مسیح ہے۔ پھر اس پر کچھ بے تکے دلائل بھی فراہم کر دیتا ہے۔ یہ دلائل کچھ لوگوں کو اپیل بھی کر جاتے ہیں اور یوں شیطان کا مشن پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ فتوحات مکیہ کے باب ۱۸۱ جلد ۴ صفحہ ۳۸۲ پر فرماتے ہیں کہ: کَمَا وَقَعَ لِشَیْخِنَا حِیْنَ قِیْلَ لَہٗ : اَنْتَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فَیُدَاوِیْہِ الشَّیْخُ بِمَا یَنْبَغِیْ یعنی میرے مرشد کو یہ الہام ہوا تھا کہ تم مسیح ہو۔ لیکن انہوں نے اس الہام کو شریعت کی روشنی میں پرکھ لیا اور شیطان کے فریب سے بچ گئے۔

(۲)۔ مرزا قادیانی عیسائیت کی تردید پر محنت کرتا رہا اور عیسائیوں کے سوالات کی تاب نہ لا سکا اور عیسائیت کو نیچا دکھانے کے لیے اس نے وفاتِ مسیح کو ثابت کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ خود لکھتا ہے کہ:

خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح، صلیبی عقیدہ (عیسائیت) پر موت نہیں آ سکتی (کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷)۔ اور اگلی مشکلات کو حل کرنے کے لیے خود مثیلِ مسیح بن بیٹھا۔

(۳)۔ مرزا قادیانی دورانِ سر کے مرض میں مبتلا تھا، اور اس قسم کا مریض کچھ بھی ہانک سکتا ہے اور خصوصاً بڑے بڑے دعوے اس کی زبان پر آ سکتے ہیں۔

(۴)۔ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ اسے انگریز نے کھڑا کیا تھا۔ اگر ان علماء کی یہ بات درست ہے تو بلاشبہ مرزا قادیانی کا خود کو "انگریز کا خود کاشتہ پودا" کہنا اس بات کی تائید کرتا ہے۔

قادیانیوں نے مرزا کو کس غلط فہمی کی بناء پر مان لیا

کچھ لوگ اپنی نیت اور ارادے سے ہی اسلام کے ساتھ دو نمبری کر رہے ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ از خود مخلص ہونے کے باوجود کسی شخصیت کو سمجھنے میں شدید خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس میں ان کی کم علمی، سادگی، ماحول کی دستیابی اور ذاتی مجبوریوں اور نفسانی کمزریوں کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ہم حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے سامنے قادیانیوں کی بنیادی غلطیوں کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کر کے انہیں بیدار کریں۔ واللہ الموافق۔

ایسے لوگ مندرجہ ذیل وجوہ سے مرزا کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہوئے۔

(۱)۔ سابقہ جھوٹے مدعیان نے جو دلائل اپنی نبوت یا مسیحیت یا مہدویت کے حق میں دیے تھے مرزا قادیانی نے ہو بہو وہی دلائل چرائے اور وہیں سے بنیاد پکڑی۔ اگر قادیانی لوگوں کو اس سابقہ ریکارڈ کا علم ہوتا تو ہر گز مرزا کو قبول نہ کرتے۔

(۲)۔ جن لوگوں نے مرزا قادیانی کو کسی طرح مان لیا اب انہوں نے قرآن وسنت اور اجماع امت کی تصریحات میں رکیک تاویلات کر کے کسی نہ کسی طرح مرزا کو سچا ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش شروع کر دی۔ حتی کہ جس طرح مسلمان بائبل کو تحریف شدہ سمجھ کر اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کا کھوج لگاتے ہیں بالکل اسی عینک سے قادیانیوں نے قرآن وسنت میں سے مرزا قادیانی کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ بائبل کے تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور قرآن کے محفوظ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ گویا قادیانیوں نے ایک کفر کو ثابت کرنے کے لیے دوسرے کفر کا ارتکاب کیا اور قرآن کو بائبل کی طرح محرف سمجھ لیا۔

(۳)۔ مرزا قادیانی نے اپنے ٹولے کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا نام دے کر یہ تاثر دیا کہ قادیانیت محض ایک سلسلہ ہے یا یہ کسی اسلامی فرقے کا نام ہے۔ جن لوگوں پر اس کی یہ بات اثر کر گئی انہوں نے ان کے مسلمان ہونے کا تصور لے کر اس مذہب کو اختیار کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی اور اپنا بیڑا غرق کر لیا۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب سے لے کر بہاؤ اللہ تک سب خود کو مسلمان ہی کہتے تھے اور اگر مرزا قادیانی مسلمان ہے تو پھر مسیلمہ کذاب اور بہاؤ اللہ کا کیا قصور؟

(۴)۔ مرزا قادیانی شروع شروع میں عیسائی ہندو اور آریہ وغیرہ مذاہب کے خلاف کام کرتا رہا اور بین الاقوامی مبلغ کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی۔ بعض علماء و مشائخ نے شروع شروع میں اپنی وسعتِ قلبی اور حسن ظن کی بنا پر اسے سراہا لیکن جیسے ہی مرزا کے لچھن سامنے آئے سب نے برأت کا اظہار فرمایا۔ قادیانی کہتے ہیں اگر مرزا برا آدمی تھا تو علماء نے اس کے اعلان نبوت سے پہلے اسے کیوں اچھا کہا؟ اس کا جواب بالکل آسان واضح ہے کہ علماء کا یہ رویہ ہی مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر علماء خواہ مخواہ حسد کرنے والے ہوتے تو مرزا کی بین الاقوامی تبلیغ پر بھی حسد کرتے۔ اس وقت علماء کا مرزا کو اچھا سمجھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جب تک کوئی حق پر قائم رہے علماء اس کا ساتھ دیتے ہیں اور جب کوئی حق سے برگشتہ ہو جائے تو علماء اَلْحُبُّ فِی اللهِ وَالْبُغْضُ فِی اللهِ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیتے ہیں خواہ وہ انہیں سابقہ دوستی کی وجہ سے بلیک میل کرتا رہے۔

(۵)۔ سابقہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا بھی یہی طریقہ رہا ہے اور مرزا نے بھی گُر اختیار کیا ہے کہ خود کو ایک روحانی شخصیت اور صاحبِ کشف والہام اور تصوف کا علمبردار، صلح کلی کا داعی بنا کر پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی باطل طبقے کو پروان چڑھانے کے لیے یہی راستے اور حربے اختیار کیے جاسکتے تھے مگر لوگوں نے مرزا کی ان ضروریات اور مجبوریوں کو اسکی امن پسند اور روحانیت سمجھ لیا۔ اور دوسری طرف جو فسادات اور انتشارات اس نے خود کھڑے کیے تھے ان کی طرف نظر نہ گئی۔

(۶)۔ مرزا قادیانی نے قرآنی تصریحات میں ایسی خطرناک تاویلیں پیش کر دیں اور بات بات میں استعارے اور مجاز کو اس قدر دخیل بنا دیا کہ قرآن کے کسی بھی واضح ترین لفظ کا بھی کوئی اعتبار نہ کرے اور چودہ سو سالہ تفاسیر سے اعتماد اٹھ جائے۔

(۷)۔ مرزا نے حدیث نبوی کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ کسی جگہ مجاز اور استعارہ مان کر، کسی جگہ حدیث کا سرے سے ہی انکار کر کے، کسی جگہ حدیث کا مذاق اڑا کر، کسی جگہ حدیث کے راوی صحابہ پر تنقید کر کے اپنی امت کو حدیثوں سے متنفر اور برگشتہ کر دیا۔

چنانچہ لکھتا ہے: اگر قرآن کو اپنا حکم ٹھہراتے تو ایک سورت نور ہی ان کو نور بخش سکتی تھی۔

مگر حدیثوں نے ان کو ہلاک کر دیا (کشتی نوح صفحہ ۶۰، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۴)۔

میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۰)۔

جو وحی، کشف یا خواب کے ذریعے سے کسی نبی کو ہووے اس کی تعبیر کرنے میں بھی غلطی ہو سکتی ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پیش گوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۰۷)۔

حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے: بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ بھی اس عقیدے سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۸۵)۔ فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں (الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)۔ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی۔ عیسائیوں کے اقوال سن کر جو اردگرد رہتے تھے، کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۷)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی بنیادی طور پر منکر حدیث ہیں اور مناظرے میں صرف قرآن کی روشنی میں بات کرنا پسند کرتے ہیں۔ مگر کھل کر منکرِ حدیث بننے سے احتیاط کرتے ہیں۔

(۸)۔ مرزا قادیانی اجماع امت کا بھی منکر ہے اور اجماع کی حجیت کو ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اجماع کا انکار کرنے کے لیے مرزا کی سازش اور طریقہ واردات یہ ہے کہ جب ہم حیات مسیح پر اجماع امت کی تصریحات دکھاتے ہیں تو کہتا ہے فلاں شخص نے حیات مسیح کے خلاف لکھا ہے تو پھر اس پر اجماع کہاں رہا؟ اور پھر نتیجہ یہ نکالتا ہے کہ اجماع امت ایک ہیچ اور ناقابل قبول دستاویز ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: خود اجماع کے معنوں میں ہی اختلاف ہے۔ بعض صحابہ تک ہی

محدود رکھتے ہیں، بعض قرونِ ثلاثہ تک بعض ائمہ اربعہ تک، مگر صحابہ اور ائمہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور اجماع کے توڑنے کے لیے ایک فرد کا باہر رہنا بھی کافی ہوتا ہے۔ تھوڑا آگے چل کر لکھتا ہے:
اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے سچی اور کامل دستاویز قرآن اور حدیث ہی ہے باقی ہمہ ہیچ
(اتمام الحجہ، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)۔

شریعت اسلامیہ کے بنیادی ماخذ قرآن حدیث اور اجماع ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان جب مرزا قادیانی کا مقابلہ کریں گے تو انہی تین ماخذوں کی روشنی میں کریں گے۔ ہم پوری دیانت داری اور کامل تحقیق کے بعد عرض کر رہے ہیں کہ مرزا دراصل ان تینوں ماخذوں کے سامنے لاجواب ہے۔ اب اس کے پاس راستہ یہی رہ گیا تھا کہ قرآن کو مجاز اور استعارے میں ڈھال کر، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش گوئی نہ سمجھ سکنے کا الزام دے کر اور احادیث کا انکار کر کے، یا صحابہ کرام کو نالائق اور غبی کہہ کر، یا اجماع میں سے کسی نہ کسی ایک فرد کو اجماع سے باہر دکھا کر ان تمام بنیادی اور اصولی ماخذوں کو متزلزل کر دیتا۔ چنانچہ مرزا نے یہ سب کچھ کر دکھایا۔ لیکن جب ذمہ دار علماء نے تحریر اور مناظرے کے ذریعے ان ساری باتوں کے معقول جواب دے دیے اور سمجھانے کا حق ادا کرتے ہوئے مرزا کا ناطقہ بند کر دیا تو مرزا نے اپنے الہام کا جوکر (joker) فٹ کیا اور کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ یوں کہو۔ چودہ سو سال سے قرآن وسنت کی تعبیرات غلط ہیں اور میں اپنے الہام کے ہاتھوں انہیں غلط کہنے پر مجبور ہوں۔ قادیانی مبلغین اور خواص کے دماغ کی پھرکی اسی "جوکر" پر پھنسی ہوئی ہے۔ الحمد للہ ہم نے اوپر کی چند سطروں میں ان کی پھرکی کا الجھاؤ ختم کر دیا ہے بشرطیکہ قسمت بھی ساتھ دے۔ وَمَا التَّوفِيْقُ اِلَّا بِاللّٰهِ الْكَرِيْمِ

(۹)۔ مرزا قادیانی قرآن وسنت کے صریح لفظ کو اپنی مرضی سے ایک مفہوم پہنا دیتا ہے، اور اب اس کے بعد اسی لفظ کو اپنی کتابوں میں ان گنت مقامات پر اس معنی میں استعمال کرتا ہے جو اس نے خود گھڑے تھے۔ اس طرح لوگوں کو باور کرانے کی مکارکوشش کرتا ہے کہ اس لفظ کا یہی مفہوم متعارف اور مستعمل ہے۔ مثلاً خود کو خاتم الاولاد کہہ کر جڑواں بچوں میں سے دوسرا مراد لیتا ہے، اور اپنے ایک بیٹے کو آخر الاولاد کہہ کر اپنا کامل بیٹا مراد لیتا ہے۔ اسی طرح رفع کا لفظ بھی جان بوجھ کر جا

بجا موت اور روحانی رفع کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔

(۱۰)۔ مرزا قادیانی بین الاقوامی مبلغ ہونے کا دعویدار تھا، اس نے مختلف ممالک میں اپنا لٹریچر بھیجا، اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کا ڈھونگ رچایا، ہندو، آریہ، عیسائی وغیرہ مذاہب کے خلاف کتابیں لکھیں، آئینہ کمالات اسلام، فتح اسلام اور ست بچن وغیرہ کتابیں غیر مسلموں کے خلاف لکھیں، رشید رضا مصری کو مرزا کا خط لکھنا آپ پڑھ چکے ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تاہم بخیال اسکے کہ الحمدللہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعداء دین ہنود اور نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے، گو ہم کو برا ہی کہے ہم نے کچھ نہیں کہا، بلکہ لعن وطعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا (شمس الہدایہ صفحہ ۳)۔

دوسری جگہ خود پر سوال اٹھاتے ہیں، سوال: قادیانی صاحب کے صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس نے اسلام کی حقیقت پر براہین قاطعہ قائم کر کر مخالفین اسلام کو لاجواب کر دیا ہے۔ پھر خود ہی اس کا جواب لکھتے ہیں:

جواب: براہین قاطعہ کا نمونہ انہی دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمالویں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ خیالات کا براہین نام رکھا جاتا ہے ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود محافظ ہے۔ اور خود ہی اس کی حقیت مخالفین کو ہر زمانہ میں لاجواب کر رہی ہے اور کرے گی۔ قادیانی صاحب نے جو بصورت دوست مگر بمعنی اسلام کے دشمن تھے، جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کر دی تھی۔ مگر الحمدللہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر لیا۔ سعدی علیہ الرحمہ نے سچ کہا ہے:

ترا اژدہا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

(سیف چشتیائی صفحہ ۳۷)۔

خصوصاً آج کے دور میں بین الاقوامی مبلغ بن جانا بالکل آسان ہے۔ غیر مسلموں کے خلاف چند کتابیں لکھ دیں اور انہیں مناظرے کا سچا جھوٹا چیلنج دے دیں۔ کسی طرح منت سماجت سے ٹی وی پر آجائیں۔ ایک عدد ویب سائٹ کھول دیں اور اگر ہو سکے تو ٹی وی چینل خرید لیں۔ آپ کی بین الاقوامیت پر مہر لگ جائے گی۔ چنانچہ آپ عملاً دیکھ سکتے ہیں کہ یہی کچھ ہو رہا ہے اور مرزا قادیانی

نے اور اسکی قوم نے بھی کچھ کیا ہے جبکہ پراپیگنڈے نے مزید چار چاند لگا دیے۔

(۱۱)۔ شروع شروع میں بہت سارے علماء و مشائخ مرزا قادیانی کے بارے میں خوش فہمی کا شکار رہے، چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں۔ مزید سنیے، حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شخص حمایت دین پر کمر بستہ ہے۔ علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اہل سنت و جماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب کے کفریات سے آگاہ ہوئے تو اعلانیہ اپنی بے زاری کا اظہار کیا (مقابیس المجالس صفحہ ۴۶)۔ اور مرزا نے اپنی کتاب انجام آتھم میں خواجہ صاحب کا نام اپنے مکذبین اور مکفرین کی فہرست میں درج کر لیا۔ مرزا نے جن سجادہ نشینوں کو مباہلے کا چیلنج دیا ان میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی ہے (مرزا کی کتاب انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۹)۔

قادیانی لوگ علماء و مشائخ کے پرانے بیانات لوگوں کو دکھا کر انہیں دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام بزرگ بعد میں مرزا سے بے زار ہو چکے ہیں۔ یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ اگر یہ لوگ حاسد مزاج ہوتے تو شروع سے ہی مرزا کی مخالفت کرتے۔ ان بزرگوں کا شروع میں مرزا کی تائید کرنا اور بعد میں اسکی مخالفت کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ بزرگ حسد سے پاک تھے اور اصل خرابی مرزا میں پیدا ہوئی تھی جس کی وجہ سے علماء و مشائخ اس سے بے زار ہو گئے۔

یہ تھے وہ دام ہائے تزویر جن سے مرزا نے بے شمار لوگوں کو شکار کیا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ پڑھے لکھے قادیانی خصوصاً ان کے مبلغ اور مربی حضرات اس اندرونی کہانی کو سمجھ لینے کے بعد ہمیں حالات کی باریکیوں سے بے خبر نہیں سمجھیں گے اور مٹھی بھر منظم ٹولے سے دیرینہ وابستگی کو اپنے لیے حجاب نہیں بننے دیں گے اور اہل مکہ و مدینہ سمیت اربوں مسلمانوں کو جہنمی سمجھنے کی بجائے کامیاب نبی کی کامیاب امت کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ بہذا ہم آپ کی واپسی کے شدت سے منتظر ہیں اور آپ کو گلے لگانے کے لیے بے تاب ہیں۔

☆......☆......☆

چھٹا باب :

دینی غیرت کے تقاضے

قادیانی کیوں کافر ہیں؟

(۱)۔ قرآن، حدیث اور اجماع سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آیت، ختم نبوت اس موضوع پر بطور نص وارد ہے، اور اس میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں۔ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی صاحب کتاب نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ماتحت نبی آ سکتا ہے۔ اس عقیدہ کے خلاف ہر طرح کی ہیرا پھیریاں کفر ہیں۔

(۲)۔ ختم نبوت پر حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ متواتر ہے، حدیث اَنَا بِلْکَ اللَّبِنَۃُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ بھی متواتر ہے، اور اس موضوع پر مجموعی طور پر تمام احادیث معناً متواتر ہیں، لہذا ان کا انکار کفر ہے۔

(۳)۔ ختم نبوت کے موضوع پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع قطعی ہے جو نہ صرف قولی بلکہ بذریعہ تلوار ثابت ہے لہذا اس کا انکار بھی کفر ہے۔ مرزا کا ختم نبوت کا انکار کفر، خود نبوت کا دعویٰ کرنا کفر، محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرنا کفر۔

(۴)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھائے جانا قرآن کی نصِ صریح (واضح آیت) سے ثابت ہے اور نزولِ مسیح پر متواتر احادیث وارد ہیں اور اسی پر اجماع ہے۔ حیاتِ مسیح و نزولِ جسمی کا انکار کر کے قادیانی کافر ہوئے۔ حیاتِ مسیح کا انکار کفر، اپنی مسیحیت کا دعویٰ کفر، خود کو مسیح سے افضل کہنا کفر۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: اِذَا لَمْ یَعْرِفْ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ لِاَنَّہٗ مِنَ الضَّرُوْرِیَّاتِ یعنی جس شخص نے یہ تسلیم نہ کیا کہ آپ ﷺ آخرالانبیاء ہیں وہ مسلمان نہیں اسلیے کہ یہ عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے (الاشباہ والنظائر کتاب السیر آخری سطر)۔ یہی عبارت فتاوی عالمگیری میں بھی موجود ہے جسے ۳۶۰ علماء نے مل کر مرتب فرمایا ہے۔

خیالی میں ہے: اَلتَّاوِیْلُ فِیْ ضَرُوْرِیَّاتِ لَا یَدْفَعُ الْکُفْرَ وَ یَکْفُرُ الْمُتَاوِلُ فِیْھَا یعنی ضروریاتِ اسلام میں تاویل کرنے سے کفر ٹل نہیں جاتا، ایسی تاویل کرنے والا کافر ہو جاتا

ہے (حاشیہ خیالی صفحہ ۱۱۳)۔

اس پر اجماع ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے خواہ ساری زندگی قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا رہے لَا خِلَافَ فِی تَکْفِیْرِ الْمُخَالِفِ فِی ضَرُوْرِیَّاتِ الْاِسْلَامِ مِنْ حُدُوْثِ الْعَالَمِ وَ حَشْرِ الْاَجْسَادِ وَ نَفِی الْعِلْمِ بِالْجُزْئِیَاتِ وَ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ الْمُوَاظِبِ طُوْلَ عُمُرِہٖ عَلَی الطَّاعَاتِ (شامی ۱/۳۱۴۔۳۱۵)۔

(۵)۔ کسی بھی نبی کی توہین کرنا کفر ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مرزا قادیانی نے سینکڑوں انبیاء اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی بار بار بے ادبی کی ہے۔ مرزا نے خود کو رحمۃ للعالمین بھی کہا، جبکہ رحمۃ للعالمین خاصہ ہے رحمۃ للعالمین ﷺ کا۔ کفر کی اس ایک قسم کے اندر بار بار کفر، بے شمار کفر۔

(۶)۔ مرزا نے اپنی فضولیات اور گالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے قرآن کو گالیوں سے لبریز کہا، یہ قرآن کی بے ادبی ہوئی جو صریح (Clear Cut) کفر ہے۔

(۷)۔ مرزا کے عقائد، نظریات اور عبارات اگر درست مان لیے جائیں تو اس سے پوری امت کو کافر اور گمراہ ماننا پڑتا ہے، جو عین کفر ہے۔

(۸)۔ مرزا قادیانی نے جہاد کا انکار کیا ہے، جبکہ جہاد قرآن کی آیت کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ (یعنی تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے) سے ثابت ہے۔ یہ انکار بھی مرزا کا کفر ہوا۔

(۹)۔ مرزا نے ایسے الہامات کا دعویٰ کیا ہے، جن میں اللہ کریم جل وعلا شانہٗ کی بے ادبی ہے۔ لہٰذا یہ بھی مرزا کا کفر ہوا۔

مرزا کی یہ کفریات بمع حوالہ جات آپ اس کتاب میں تفصیل سے پڑھ کر آ رہے ہیں۔ مرزا کو نبی ماننا کفر، اس کی پیروی کرنا کفر، اسے مسلمان سمجھنا کفر، اس کے کفر میں شک کرنا کفر۔

(۱۰)۔ مثل مشہور ہے کہ جو اپنے گاؤں میں جھرڈو ہے وہ لاہور میں بھی جھرڈو ہے۔ مرزا قادیانی ایک نہایت منصوبہ ساز اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے اپنی خرافات پر تائید حاصل کر کے بلے بلے بنانے کے لیے مصر میں رشید رضا مصری ایڈیٹر المنار کے پاس اپنی ایک کتاب اعجاز المسیح بھیج دی تا کہ مصری صاحب بے خبری کے عالم میں اس پر تقریظ لکھ دیں۔ لیکن مصری صاحب نے تقریظ لکھنے

کی بجائے مرزا کو کافر کہہ دیا۔ اب یہ کہانی خود مرزا کی زبانی سنیے، لکھتا ہے:

میں نے المنار کے ایڈیٹر اور اسکے ساتھیوں کو اپنی کتاب اعجاز المسیح بھیجی۔ اور غرض یہ تھی کہ اس پر مناسب اور حسب موقعہ تقریظ لکھیں۔ اور میں نے شام اور روم اور حرمین کے علماء کو چھوڑ کر انہیں چنا کہ شاید انہیں کی وجہ سے میرے فکر اور غم دور ہو جائیں اور دُکھ درد کی آگ انہیں سے بجھ جائے اور یہی لوگ نیکی اور تقویٰ پر میرے مددگار ہو جائیں۔ پھر جب صاحب منار کو میری کتاب پہنچی اور اسکے ساتھ اُسے کچھ خط استفسار کے لیے ملے۔ اس نے اُس کلام کے پھلوں سے ایک پھل بھی نہ لیا۔ اور اسکے عظیم الشان معارف میں سے کسی معرفت سے بھی نفع حاصل نہ کیا اور جیسے کہ اکثر باز حاسدوں کی عادت ہوا کرتی ہے قلم سے زخمی کرنے اور ایذا دینے کی طرف جھک پڑا اور تحقیر کرنے لگا۔ اور ایذا دینے لگا اور اس تحقیر اور جوش دکھلانے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی اور جیسے کہ بزگوں کی عادت ہے، کرم واکرام کی طرف رخ نہ کیا۔ اور قصد کیا کہ عوام کی نگاہوں میں مجھے رنج پہنچائے اور بدنام کرے۔ پس وہ بلند منار سے گرا اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالا۔ اور مجھے سنگریزوں کی طرح پاؤں کے نیچے روندا اور فتنوں کی آگ کو بجھ جانے کے بعد پھر بھڑکایا اور کہا جو کہا اور دانشمندوں کی طرح غور نہیں کی۔ (الہدیٰ صفحہ نمبر ۸، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۲۵۳)۔

ہندوستان کے علماء کو مرزا قادیانی سے اگر حسد تھا تو کیا مصر کے علماء نے بھی مرزا قادیانی سے زمین بانٹنا تھی؟ مرزا نے خود اپنی پسند کے عالم سے تقریظ مانگی تھی پھر سچی بات کہہ دینے میں اس کا کیا قصور؟

(۱۱)۔ اب ذرا مرزا قادیانی کا فتویٰ پوری امتِ مسلمہ کے خلاف بھی سن لیجیے! لکھتا ہے: اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۲)۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۷)۔ اس صفحہ سے آگے کئی صفحات

پر مرزا قادیانی نے اپنے طور پر تفصیلی دلائل دے کر واضح کرنے کی مکمل کوشش کی ہے کہ اسے نہ ماننے والے تمام لوگ خدا اور سول کے منکر اور کافر ہیں۔

تیسری جگہ لکھتا ہے۔ تِلْکَ کُتُبٌ یَنْظُرُ اِلَیْهَا کُلُّ مُسْلِمٍ بِعَیْنِ الْمَحَبَّةِ وَالْمَوَدَّةِ وَ یَنْتَفِعُ مِنْ مَعَارِفِهَا وَ یَقْبَلُنِیْ وَ یُصَدِّقُ دَعْوَتِیْ ، اِلَّا ذُرِّیَّةُ الْبَغَایَا یعنی میری یہ کتابیں ہیں جنہیں ہر مسلمان محبت اور مودت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے سوائے ان کے جو کنجریوں کی اولاد ہیں (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸)۔

قادیانیت کے خلاف اہل اسلام کی خدمات

(۱)۔ مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلے کفر کا فتویٰ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا۔

(۲)۔ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے قادیانی کے رد میں مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں:

(ا)۔ جَزَآءُ اللّٰهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَآئِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّةِ (ب)۔ اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذَّابِ (ج)۔ اَلْمُبِیْنُ خَتْمَ النَّبِیّٖنَ (د)۔ اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِیْ عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادِیَانِیْ (ہ)۔ اَلدُّرَّةُ الدُّرَّانِیْ عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادِیَانِیْ (و)۔ قَهْرُ الدَّیَّانِ عَلَی الْمُرْتَدِّ بِقَادِیَان

(۳)۔ مرزا کی طرف سے مناظرے کا چیلنج قبول کرتے ہوئے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ نے اسے للکارا اور اسکے خلاف دو کتابیں لکھیں: شمس الہدایہ اور سیف چشتیائی۔

(۴)۔ حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں، انہوں نے انگریزی میں The Mirror لکھی۔

(۵)۔ پروفیسر مولانا محمد الیاس برنی علیہ الرحمہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام ہے: قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔

(۶)۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے مقیاس النبوۃ تین جلدوں میں لکھی۔ جو ایک مکمل نصاب ہے۔

(۷)۔ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت لکھی۔

(۸)۔ ۱۹۵۲ء میں پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی تھا۔ اس نے ۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں خطاب کرتے ہوئے کہا: اگر مرزا قادیانی کے وجود کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اسلام بھی باقی مذاہب کی طرح ایک خشک درخت کی مانند رہ جاتا ہے۔

ظفر اللہ کا یہ بیان ۱۹۵۳ء کی مشہور تحریکِ ختم نبوت کا سبب بنا۔ مسلمانوں نے یہ مطالبات اٹھائے کہ (۱)۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ (۲)۔ ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے عہدے سے ہٹایا جائے۔ (۳)۔ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ ۴)۔ ربوہ (آج کل چناب نگر) کی بقیہ اراضی پر مہاجرین کو آباد کیا جائے۔

اس مشن کو کامیاب کرنے کے لیے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پہلے صدر حضرت علامہ مولانا محمد ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمہ بنے۔ سب سے پہلے آپ ہی کو جیل بھیجا گیا۔ آپ کے بیٹے حضرت مولانا سید خلیل احمد برکاتی اور حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی علیہما الرحمہ کو قادیانیت کے خلاف تحریک چلانے کے جرم میں سزائے موت سنائی گئی۔ دونوں کال کوٹھڑی میں موت کے منتظر رہے۔ مگر ۱۹۵۵ء میں رہا کر دیے گئے۔ اس تحریک میں تقریباً دس ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ گرفتار ہوئے۔

(۹)۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء تفریحی دورے پر سوات اور مری جاتے ہوئے ربوہ سے گزرے تو ریلوے اسٹیشن پر قادیانی طالب علموں نے انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور اپنا لٹریچر تقسیم کیا۔ اس پر مسلمان طالب علموں نے مرزائیت مردہ باد اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے۔ ایک ہفتہ بعد جب یہی طالب علم دورے سے واپس آتے ہوئے ربوہ سے گزرے تو ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے ان پر تشدد کیا اور انہیں زخمی کر دیا۔ جس کے نتیجے میں پورے ملک میں ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کھڑی ہو گئی۔

اس تحریک میں مسلمانوں کے اہم مطالبات یہ تھے۔(۱)۔قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر کو گرفتار کر کے اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔(۲)۔قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔(۳)۔ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۷ افراد کے تائیدی دستخطوں کے ساتھ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کیلئے بل پیش کیا۔ سیکولر لوگوں نے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق احمد خان نے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کردی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی بحث تو نہیں ہے، یہ تو دار العلوم یا دینی مدرسہ کی بحث ہے۔مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔آپ اس مسئلہ کو اسمبلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے امام نورانی سے کہا: آپ نے میرے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کردیا ہے، ایک مصیبت بنادی ہے۔

واضح رہے کہ یہ بحث صرف وہی علماء کر سکتے تھے جو اس وقت قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ اس وقت اسمبلی کے اراکین jup کے صدر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ تھے۔حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب نے نہایت دلیرانہ گفتگو فرمائی۔ ۱۵اگست ۱۹۷۴ کو قومی اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی اور بالآخر ےستمبر ۱۹۷۴ کو یہ بل قومی اسمبلی نے پاس کردیا اور اسی روز تقریباً ۲ گھنٹے بعد سینٹ سے بھی پاس ہوگیا۔کل ۹۶ گھنٹے بحث ہوئی۔قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کا سرغنہ مرزا صدرالدین اپنا دفاع کرنے کے لیے موجود تھے۔اس فیصلے کے فوراً بعد ۵۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا(روز نامہ نوائے وقت 20 دسمبر 1974)۔

اسکی مکمل روئیداد ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، جس کا نام ہے: Last Stroke to Qadianiat (قادیانیت پر آخری ضرب)۔

اس وقت مجلس عمل کے نائب صدر علامہ سید محمود احمد رضوی تھے۔ ملتان میں غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ اور حضرت علامہ مولانا حامد علی خان صاحب علیہ الرحمہ نے اس تحریک میں بڑا اہم کردار ادا فرمایا۔ حضرت غزالیٔ دوراں علیہ الرحمہ نے ختم نبوت کے نام سے ایک نہایت مختصر اور علمی وجامع رسالہ لکھا جو مقالاتِ کاظمی حصہ اول میں چھپا ہوا موجود ہے۔

(۱۰)۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی دامت برکاتہم نے ختم نبوت کے نام سے ایک منفرد رسالہ لکھا جو مقالاتِ سعیدی میں موجود ہے۔

(۱۱)۔ ترجمانِ اہلِ سنت کراچی اور ماہنامہ ضیائے حرم نے ختم نبوت نمبر شائع کیے جو قادیانیت کے موضوع پر گوناگوں معلومات سے لبریز تھے۔

(۱۲)۔ ۱۹۸۴ء میں جب اسلامی شعار استعمال کرنے سے قادیانیوں کو روکا گیا تو قادیانیوں کی کتاب ''اِک حرفِ ناصحانہ'' کا جواب صرف دو گھنٹوں میں فقیر راقم الحروف نے لکھ دیا جو اسلام آباد کی ختم نبوت کانفرنس میں کثرت سے تقسیم کیا گیا۔ اس وقت اس موضوع پر واحد دستیاب پمفلٹ تھا جس کا نام تھا ''حفظِ ایمان''۔ فقیر اس وقت فوج میں تھا جس کی وجہ سے پمفلٹ پر اپنا نام بطور مصنف نہیں لکھ سکتا تھا۔ لہٰذا یہ پمفلٹ مصنف کے نام کے بغیر شائع ہوا۔

(۱۳)۔ حضرت علامہ خادم حسین صاحب رضوی دامت برکاتہم نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک ماہانہ مجلہ جاری کر رکھا ہے جس کا نام ''العاقب'' ہے۔ اہل اسلام کی طرف سے اس موضوع پر یہ ایک منفرد کاوش ہے۔

مرزا قادیانی مت بنو

جس طرح مرزا قادیانی نے اپنی مکمل تھیوری اور میتھالوجی گزشتہ کذابوں سے حاصل کی تھی اسی طرح اسی سلسلہ گمراہی کے آگے مزید کذابوں تک منتقل ہونے اور رنگا رنگ مدعیان کے کھڑا ہونے کا اندیشہ ہے، لہذا ہم بغیر کسی آئندہ شخصیت کا نام لیے ان تمام سوراخوں کو بند کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں جن میں سے گمراہی کا کوئی سانپ برآمد ہو سکتا ہے۔ اس جہت سے اس کتاب کا

نام "الانتہا" رکھنا درست ٹھہرا۔ فقیر نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ مناظرے اور مباحثے قادیانیت اور پھر عیسائیت کے موضوع پر کیے ہیں۔ اسی موضوع پر سب سے زیادہ تصانیف کی ہیں، جن میں الجواب الصحیح فی حیات المسیح، آئینہ مرزائیت، حفظ ایمان، شواہد الاسلام علی حیات عیسیٰ علیہ السلام، ضرب خاتم، محاسبہ قادیانیت اور ہیرا پھیری نہیں چلے گی جیسی کتب شامل ہیں۔ اب اس موضوع پر اپنی آخری تصنیف کے طور پر یہ کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اور اس مناسبت سے بھی اس کا نام "الانتہاء" عین مناسب ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھی اس کتاب کا نام "اَلْاِنْتِھَاءُ فِیْ اِثْبَاتِ کَوْنِ نَبِیِّنَا آخِرِ الْاَنْبِیَاءِ" مناسب ترین نام ہے۔

(1)۔ پچھلی صدی میں مرزا قادیانی اپنی دیگر کفریات کے ساتھ ساتھ مجدد ہونے کا بھی دعویٰ کرتا تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے: وَ اِیْمُ اللّٰہِ قَدْ کُنْتُ اُقِمْتُ مِنَ اللّٰہِ لِاُجَدِّدَ الدِّیْنَ بِاِذْنِہٖ وَ اَجْدَعَ اَنْفَ الْبَاطِلِ مِنْ مَارِنِہٖ یعنی اللہ کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے تاکہ میں دین کی تجدید کروں اور باطل کی ناک ہڈی سمیت کاٹ دوں (دافع الوسواس، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۷)۔

مزید سنیے! مرزا قادیانی خود کو اس امت کا مسیحا قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار ۱۰۰۰۰ بھی مثیل مسیح آجائیں، ہاں اس زمانہ کے لیے میں مثیل مسیح ہوں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔

ایک جگہ مرزا قادیانی خود کو خدانما بھی لکھتا ہے: درحقیقت اس کے فضل و کرم سے ہماری مجلس خدانما مجلس ہے (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۵۵)۔

انتباہ: مسلمان مبلغین پر یہ احتیاط لازم ہے اور سابقہ تجربات کی روشنی میں وقت اور مصلحت کا یہ تقاضا ہے کہ کوئی شخص مجدد ہونے یا مرض امت کا مسیحا ہونے کا دعویٰ نہ کرے، غالیانہ الفاظ سے اجتناب کرے اور اپنی قیادت کو خدانما یا رسول نما قیادت نہ کہے۔ یہی وہ نزلہ زکام کھانسی ہے جو بعد میں ٹی بی کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ مجدد پر واجب نہیں کہ اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کرے بلکہ ایک

صدی میں کئی مجدد بھی ہو سکتے ہیں۔

(2)۔مرزا قادیانی اپنے خواب اور اپنے بارے میں علماء و مشائخ وقت کے روحانی اور کشفی بیانات اس طرح بیان کرتا ہے: میں نے خواب میں پنج تن پاک کی زیارت کی .... مجھے حسینی نسبت حاصل ہے............ مجھے علی ﷺ نے قرآن کی تفسیر دی اور فرمایا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ تجھے تفسیر عطا کروں............ مجھ سے رسول اللہ ﷺ بغل گیر ہوئے (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۵۰)۔

اور بہتوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کو ہم نے خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) حق پر ہے اور ہماری طرف سے ہے۔ چنانچہ سندھ کے فلاں پیر صاحب نے اپنا کشف اپنے مریدوں میں شائع کیا اور دیگر صالح لوگوں نے بھی دو سو مرتبہ سے کچھ زیادہ مرتبہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا الخ (اربعین نمبر ۳، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۳)۔

انتباہ: مسلمان مبلغین پر لازم ہے کہ اپنے خواب، کشف، مراقبے اپنی ذات تک مخفی رکھیں۔ خواب آیا بھی کہ نہیں؟ خواب بیان کرنا چاہیے بھی کہ نہیں؟ خواب کی تعبیر صحیح کی گئی ہے کہ نہیں؟ لوگ آپ کے خواب سن کر مختلف ردعمل ظاہر کرنے میں حق بجانب تو نہیں؟ اصل قصور کس کا ہے؟

(3)۔مرزا قادیانی بین المذاہب ہم آہنگی کی علمبرداری کرتے ہوئے قرآن شریف کی آیت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ کو مختص الزمان والوقت قرار دیتا ہے (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۶، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۶، مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۶۷) اور اتحاد بین المذاہب پیدا کرنے کے لیے تجویز دیتا ہے کہ چند سالوں کے لیے ہر فرقہ پر کسی کے خلاف بولنے پر پابندی لگا دی جائے (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۲۲، مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۷۸)۔

مزید لکھتا ہے: یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔ انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے ایک حرف بھی نہیں پڑھا (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۲، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۲)۔

یہ بھی لکھتا ہے کہ: ہماری جماعت اول درجے امن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہے (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۴۶۵)۔

یہاں تک لکھتا ہے کہ: اے سامعین ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صد ہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شرکت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اسلیے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں (پیغامِ صلح صفحہ ۲، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۳۹)۔

بلکہ بہائی مذہب کی کتابوں میں بھی مندرجہ ذیل عنوانات قائم کرکر کے انہیں بہائی مذہب کی خوبیوں میں شمار کیا گیا ہے: وحدتِ رسل، وحدتِ ادیان، وحدتِ عالم انسانی، دین الفت واتحاد کا سبب، مساواتِ مرد و زن (آفتابِ تازہ صفحہ ۱۷)۔

دوسری کتاب بہاء اللہ وعصر جدید میں بھی صفحہ ۱۴۴ پر وحدتِ ادیان، صفحہ ۱۹۰ پر طریقِ امن، صفحہ ۲۴۹ پر وحدتِ انسانی کے عنوانات موجود ہیں۔

انتباہ: مبلغین اسلام کو دیکھ لینا چاہیے کہ: کہیں آپ بھی اتحاد بین المذاہب کے علمبردار تو نہیں اور آپ بھی مسلم مسیحی بھائی بھائی تو نہیں کہتے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ بھی مرزا قادیانی کی طرح امن کے پیامبر بنے ہوئے ہوں مگر آپ ہی کی وجہ سے ساری دنیا میں فساد پھیلا ہوا ہو؟

(4)۔ مرزا قادیانی اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے: امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص اجماع کا دعوئی کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے سچی اور کامل دستاویز قرآن اور حدیث ہی ہے باقی ہمہ ہیچ (اتمام الحجہ، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)۔

انتباہ: مبلغین اسلام پر لازم ہے کہ اجماع کے وجود یا اس کی حجیت کا ہرگز انکار نہ کریں، اجماع اور تواتر پر ہی دین کی بقاء کا دارومدار ہے۔

(5)۔ مرزا قادیانی اسلامی جہاد کو محض دفاعی جنگ قرار دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کی غرض کا عنوان قائم کرکے اس کے تحت لکھتا ہے: خدا کے قانونِ حفاظت نے یہ چاہا کہ

مظلوموں کو بالکل نابود ہونے سے بچالے۔ سو جنہوں نے تلوار اٹھائی تھی انہیں کیساتھ تلوار کا مقابلہ ہوا۔ غرض قتل کرنے والوں کا فتنہ فرو کرنے کے لیے بطور مدافعتِ شر کے وہ لڑائیاں تھیں (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ ۴۵۱)۔

انتباہ: مبلغین اسلام پر لازم ہے کہ: جہاد کا انکار نہ کریں، جہاد کو محض دفاعی جہاد قرار نہ دیں اور جہاد بالسیف کی تمام صورتوں کا اپنے اپنے محل میں اقرار کریں۔

(6)۔ کچھ عرصہ سے پیش گوئیاں کرنے کا رواج چل نکلا ہے۔ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، دجال سر پر کھڑا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونے والا ہے، ایک بہت بڑی شخصیت سامنے آنے والی ہے، قیامت آنے میں اتنے سال رہ گئے ہیں، سن فلاں میں قیامت برپا ہو جائے گی وغیرہ۔

محمد علی باب سے کچھ عرصہ پہلے اس قسم کی باتیں کی گئیں تو باب نے ان باتوں کو اپنے اوپر فٹ کر لیا اور میدان میں آگیا۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی اس قسم کی فضول باتیں ہانک دی گئیں جو مرزا کو راستہ دینے کا سبب بنیں۔

انتباہ: اب بھی بعض ناعاقبت اندیش اور ماضی سے سبق حاصل نہ کرنے والے حضرات اس قسم کی خرافات الاپ رہے ہیں۔ اَلْآیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ کی ایسی تشریح نہیں کرنی چاہیے جو مرزا قادیانی کو پسند آئے یا پھر آئندہ کسی نئے مرزا کو جنم دے۔

ہم ان چھچھوروں کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ قیامت کے آنے کی نشانیوں کے ساتھ ساتھ قیامت نہ آنے کی نشانیوں پر بھی نظر رکھیں۔ مثلاً **لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ** (مسلم:۳۷۶)۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے۔ اس حدیث اور اس جیسی دیگر صحیح احادیث پر نظر رکھیں تو معلوم ہوگا کہ ابھی نہایت طویل عرصہ تک قیامت برپا ہونے کا کوئی امکان نہیں اور یہ لوگ اپنے منہ بند رکھیں۔

تمام اہل اسلام سے التماس

انکارِ ختم نبوت کا فتنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اور پھر وصال شریف

کے فوراً بعد کھڑا ہو گیا تھا اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تلوار کے ذریعے اس فتنے کو تہس نہس کر دیا۔ اس کے بعد آج تک امت میں کھڑے ہونے والے فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ یہی قادیانیت کا فتنہ ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسی جذبے اور غیرت کے ساتھ اس فتنے کا نوٹس لیں اور تدراک کریں۔ اس شعور کو بیدار کرنے کے لیے علمی اور اقدامی سطح پر ایک ہمہ گیر تحریک کی ضرورت ہے۔ حتیٰ کہ محافلِ میلاد اور سیرت میں بھی اس موضوع پر روشنی ڈالنا اور مسلمانوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

ثانیاً تمام کفار سے دوستی اور دلی رغبت قرآن وسنت کی روشنی میں سخت ممنوع ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر کفار سے دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

فرمایا: یا ایّھا الّذین آمنوا لا تتّخذوا عدوّی و عدوّکم اولیاء یعنی اے ایمان والو میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ (الممتحنہ: ۱)۔

اور فرمایا: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ یعنی اے محبوب! آپ ایمان اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی رشتہ دار، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا ہے (المجادلۃ: ۲۲)۔

اور فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی ایمان کی بجائے کفر کو پسند کریں تو انہیں اپنے دوست مت بناؤ تم میں سے جو بھی ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالموں میں سے ہوں گے (التوبہ: ۲۳)۔

دوسری جگہ فرمایا: وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ یعنی تم میں سے جو شخص کافروں سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا (المائدہ: ۵۱)۔

نیز فرمایا: وَلَا تَرْکَنُوا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ یعنی ظالموں کی طرف میلان بھی مت رکھو ورنہ تمہیں بھی آگ لگ جائے گی اور تمہارا اللہ کے مقابلے پر کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ ہی تمہاری مدد کی جائے گی (ھود: ۱۱۳)۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آیات پر عمل کیسے کیا اور منکرین ختم نبوت کے ساتھ کیا سلوک کیا اور صحابہ کرام نے کیسے ان کے خلاف تلوار اٹھائی اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر قسم کے تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان ظالموں سے قطع تعلق کیا جائے اور اپنے پڑوس محلے یا علاقے میں شادی بیاہ اور رسومات کے موقع پر ان سے کوئی میل جول نہ رکھا جائے۔ یاد رکھیے! آپ کی یہی نرمی آپ کی اولادوں کا ایمان تباہ کر سکتی ہے۔

مزید یہ کہ ہم دعائے قنوت میں روزانہ پڑھتے ہیں: وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اے اللہ ہم تیرے نافرمان کی دوستی اتار کے پھینک دیتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ یعنی آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے خوب غور کر لیا کرو تمہاری دوستی اور خلوت کس کے ساتھ ہے (ابو داود حدیث: ۴۸۳۳، ترمذی حدیث: ۲۳۷۸)۔

عَنْ ھِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّھُمَا قَالَا لَا تُجَالِسُوْا اَصْحَابَ الْاَھْوَاءِ وَلَا تُجَادِلُوْھُمْ وَلَا تَسْمَعُوْا مِنْھُمْ یعنی حضرت سیدنا حسن بصری اور امام محمد بن سیرین تابعی رحمۃ اللہ علیہما دونوں نے فرمایا: بدمذہبوں کے پاس مت بیٹھو، ان سے بحث بھی نہ کرو اور ان کی بات بھی نہ سنو (سنن دارمی حدیث: ۴۰۵)۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَا تُجَالِسُوْا اَھْلَ الْاَھْوَاءِ وَلَا تُجَادِلُوْھُمْ فَاِنِّیْ لَا آمَنُ اَنْ یَّغْمِسُوْکُمْ فِیْ ضَلَالَتِھِمْ اَوْ یَلْبِسُوْا عَلَیْکُمْ مَا کُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ یعنی بدمذہبوں کے پاس مت بیٹھو، اور ان سے بحث نہ کرو، مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں اپنی گمراہی میں نہ ڈبو دیں، یا تمہارے اپنے یقین کو ہی نہ متزلزل کر دیں (سنن دارمی حدیث: ۳۹۵)۔

ثالثاً قادیانیوں کی مصنوعات اور ایجادات کا بائیکاٹ بھی ضروری ہے۔ آپ کا یہی چ۔

قادیانی لٹریچر کی تقسیم اور تبلیغی سرگرمیوں پر خرچ ہوتا ہے۔

رابعاً قادیانیوں سے نکاح ان کے پیچھے نماز اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا کفر ہے۔ قادیانی مذہب کا باقاعدہ نام لے کر قرآن وسنت میں ان کی مخالفت کا مطالبہ کرنا بے وقوفی ہے۔ ہر طرح کے بدعتی اور جبریہ اور قدریہ وغیرہ کے بارے میں احادیث میں تصریح موجود ہے کہ ان سے نکاح اور ان کا جنازہ وغیرہ منع ہے۔ قدریہ کے بارے میں فرمایا: **اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ، اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ ، وَ اِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ** یعنی قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں، اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر یہ مرجائیں تو ان کی جنازہ نہ پڑھو (ابوداؤد، حدیث: ۴۶۹۱) مفہوماً یہی بات ابوداؤد شریف حدیث نمبر ۴۶۹۲ میں بھی ہے۔ ابن ماجہ شریف میں اس حدیث پر ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: **وَ اِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ** یعنی جب ان سے ملو تو انہیں سلام نہ کہو (ابن ماجہ حدیث: ۹۲)۔

ہر بدعتی کے بارے میں فرمایا: **مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ** یعنی جس نے کسی بدعتی کا احترام کیا اس نے اسلام کو گرا دینے میں مدد کی (شعب الایمان للبیہقی حدیث: ۹۴۶۴، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۶۷۷۲)۔

بدعت کا دائرہ عملی بدعت سے شروع ہوتا ہے اور اعتقادی بدعت کی تمام اقسام جبریہ، قدریہ، معتزلہ، خوارج، روافض، حتیٰ کہ مرتدین قادیانیوں تک وسیع ہے۔ تمام باطل فرقوں میں بدعت قدرِ مشترک ہے، لہٰذا ایک کا حکم دوسرے کے لیے بھی ہے (شامی ۱/۳۱۵)۔

جب ہمیں قاعدہ کلیہ مل گیا تو پھر اسکی روشنی میں منکرین ختم نبوت جیسے قطعی اور متفقہ طور پر قرار دیے گئے کفار کے بارے میں کیا شک رہا جن کا کفر ہر بدعتی سے بدتر اور جن کا ارتداد ہر مرتد سے عجیب تر اور جن کا فساد ہر مفسد کے فساد سے بڑھ کر گھناؤنا اور خطرناک ہے؟

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1. بے شمار آیات، متواتر احادیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

2. قرآن مجید کی متعدد آیات، متواتر احادیث اور اجماعِ امت سے یہ بھی ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے۔

3. ایسی احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کا دو الگ الگ شخصیات ہونا ثابت ہے۔ جب کہ مرزا قادیانی خود کو مہدی اور مسیح دونوں قرار دیتا ہے۔

4. مرزا قادیانی کے کفریات، تضادات، گالی گلوچ اور بداخلاقیاں اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ مرزا کا نبی ہونا تو کجا اسے شریف آدمی ثابت کرنا بھی ناممکن ہے۔

5. مرزا قادیانی نے انہی دلائل کا سہارا لیا ہے جن کے سہارے گزشتہ جھوٹے دعویدار اپنی جھوٹی نبوتوں کو پروان چڑھاتے رہے۔

6. دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم قادیانیت کے خلاف نہایت ذمہ دارانہ طریقے سے کمربستہ ہو جائیں۔ قادیانیوں سے دوستیاں اور محبتیں ختم کر دیں، ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں، ان سے رشتہ داری نہ کریں، ان کے جنازوں میں شرکت نہ کریں۔

7. مبلغینِ اسلام اور علماءِ امت پر لازم ہے کہ قطعی متواتر اور اجماعی باتوں کا انکار نہ کریں شاذ، متروک اور مردود اقوال کی پیروی نہ کریں، کسی بھی شخصیت یا تنظیم کے حوالے سے غلو سے اجتناب کریں تاکہ مرزا قادیانی جیسی کوئی نئی شخصیت جنم نہ لے سکے۔